بِسۡمِ ا للّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيُم

عکس ماورا

ناصر افتخار

موغالز پبلی کیشنز
لاہور☆نیویارک☆لندن

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں
اس کتاب کا کوئی بھی حصہ موغالز پبلی کیشنز سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں
بھی شائع یا پکچرائز نہیں ہوسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو
قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

عنوان: عکس ماورا
مصنف: ناصر افتخار
اشاعت: اوّل
سال: ستمبر 2007
تعداد: 1000 پاؤنڈ: 4.49
قیمت: 69 ڈالر: 5.99

Mu Ghaalz Publications
79 Ferozpur Road Ichhra, Lahore (Pakistan)
Phone: 7589173
E.mail: mughaalz@yahoo.com

اس کے نام جس کی بے کراں محبت کے سائے تلے بیٹھ
کر میں نے یہ سب لکھا اور اس کے نام جو میری ہر جنگ میں
میرے ساتھ رہا۔

رات کے دو بج رہے تھے۔پچھلے چار گھنٹے سے میں کمپیوٹر پر کام کر رہا تھااور مزید بیٹھنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔کمپیوٹر آف کر کے میں نے چادر کی بکل ماری اور چھت پر چلا آیا۔میری چھت کی منڈیر سے سامنے کی سڑک نظر آتی ہے ۔اکثر میں یہاں کھڑا ہو کر آتی جاتی گاڑیاں دیکھتا رہتا ہوں۔ہر آتا جاتا آدمی خواہ وہ گاڑی میں ہو، بائیک چلا رہا ہو یا پھر پیدل ہو، جلدی میں نظر آتا ہے.....میں مسکرا دیا..... ہاں بھئی زمانہ ہی تیز ہے،تو کیسے ممکن ہے کہ انسان آہستہ چلے۔دسمبر کا مہینہ تھا سو رات کے لیے لازم تھا کہ وہ صبح کاذب تک دھند میں لپٹی رہے۔ہر شے دھواں دھواں نظر آتی تھی۔تھوڑی دیر بعد میں اکتا کر نیچے چلا آیا اور چائے بنا کر ٹی وی کے سامنے بیٹھ گیا۔آنکھوں میں نیند کا نام و نشان تک نہ تھا۔

میرا نام عامر شہزاد ہے۔میں کمپیوٹر انجینئر ہوں سو زندگی کا بیشتر حصہ سکرین

کے سامنے بیٹھ کر گزار دیا ہے۔ آرٹ سے بے حد لگاؤ ہے شاید یہی وجہ ہے کہ میرا پروفیشن بھی ڈیزائننگ ہے۔ خوبصورتی کسی بھی شکل میں ہو اگر اپنے کمال کو پہنچ جائے تو آرٹ کہلاتی ہے۔ اچھی کتاب، خوبصورت چہرہ، گلاب کی نزاکت، پینٹنگز، کچھ بھی ہو اگر اپنی معراج پر ہو تو کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

میری زندگی کے معمولات بہت مصروف ہیں۔ صبح صبح دفتر اور رات گئے واپسی کے بعد پھر صبح اٹھنے کی فکر، لے دے کے ایک اتوار کا دن بچتا ہے سو وہ دوستوں یاروں کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر وہی'' کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر''۔ وہ رات بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ صبح اتوار کا دن تھا، میں دیر تک سونے کے موڈ میں تھا اور دیر تک سونے کے لیے ظاہر ہے، انسان دیر تک جاگتا ہے۔ گھڑی پر نظر ڈالی تو تین بج چکے تھے۔ چائے ختم کر کے میں نے سگریٹ سلگایا اور کاؤچ پر نیم دراز ہو گیا۔ کاؤچ کے سامنے کی دیوار پر ایک پورٹریٹ لگا تھا ویسے تو اس کمرے میں دو تصویریں اور بھی تھیں مگر یہ پورٹریٹ ان سے بالکل مختلف تھا۔ یہ ایک لڑکی کی تصویر تھی جس میں اس لڑکی کا سائیڈ پوز پینٹ کیا گیا تھا مگر یہ سائیڈ پوز ویسا نہیں تھا جیسا کہ عام طور پر میں نے دیکھا تھا۔ لڑکی کا چہرہ دیوار کی مخالف سمت میں تھا اور وہ ایسے مڑ کر دیکھ رہی تھی جیسے اچانک کسی نے پیچھے سے اسے پکارا ہو۔ خدوخال بھی بے حد حسین تھے بے شک یہ ایک بہت ہی منفرد تصویر تھی۔ میں یہ تصویر ایک آرٹ گیلری سے خرید کر لایا تھا..... کیوں لایا تھا..... اس کی ایک وجہ تو مجھے معلوم ہے کہ یہ عام تصویروں سے بے حد مختلف تھی..... دوسری وجہ جو مجھے معلوم نہ تھی اسے آسان الفاظ میں ہم تقدیر کہتے

ہیں.....جی ہاں، ہمارے صحیح یا غلط دونوں طرح کے فیصلوں سے جنم لینے والے حالات، جنھیں ہم تقدیر کا نام دیتے ہیں۔ ہر روز ہمیں کچھ فیصلے کرنے پڑتے ہیں جن کا نتیجہ ہمارا مقدر بن جاتا ہے۔قسّامِ ازل کو ہماری تقدیر لکھنے کے لیے متنوع فیصلوں کی روشنائی استعمال کرنی پڑی۔نظامِ زندگی شاید تقدیر کے بغیر مکمل نہ ہوسکتا تھا۔اِس لیے مجبورًا آدم کو تدبیر کی طاقت عطا ہوئی اور اِسی طاقت کے بل بوتے پر پہلی بار وہ اپنے پیروں پر چلتے ہوئے شجرِ ممنوعہ تک پہنچا، جنت سے بے دخلی اسی تدبیر کا نتیجہ تھی۔

اس پورٹریٹ کو دیکھنا مجھے اچھا لگتا تھا۔اکثر کام سے فراغت پا کر میں چائے کا کپ تھامے اس کے سامنے جا کھڑا ہوتا اور پھر...

دھوئیں کی لہر پہ تصویر رقص کرتی رہی
وہ سگریٹوں کے تسلسل میں یاد آتا رہا

پتا نہیں وہ کون تھی اور ایسا بھی نہیں تھا کہ میں بہت حسن پرست واقع ہوا تھا.....ایسا کچھ نہیں تھا مگر میں پھر بھی اسے دیکھنے پر مجبور تھا۔رفتہ رفتہ ایسا کرنا میری عادت ٹھہری اور یہ کوئی ایسی بری بات بھی نہ تھی۔ہم میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی عادت کا شکار ضرور ہوتا ہے۔

چائے ختم ہوگئی تھی۔میں اسی کاؤچ نما صوفے پر تکیہ رکھ کر لیٹ گیا۔میرا ارادہ یہیں سونے کا تھا، سوچا آخری سگریٹ پیتے ہیں پھر مابدولت ایک لمبی نیند لیں گے۔سگریٹ پیتے ہوئے ادھ کھلی آنکھوں سے میں نے حسب معمول پھر اس تصویر کو گھورنا شروع کر دیا.....اس کے ہونٹ ادھ کھلے تھے جیسے وہ کچھ کہنا

چاہتی ہے۔ان خوبصورت ہونٹوں میں اس کے دو موتیوں جیسے دانت نظر آ رہے تھے ۔ستواں ناک اور دنیا کی دو بے حد و حساب خوبصورت آنکھیں جو سیدھی میرے اندر جا اترتی تھیں۔ یہ پورٹریٹ اس کے کندھوں تک آ کر ختم ہو جاتا تھا مگراس کے گھنے سیاہ ریشمی بالوں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہ تھا کہ یہ بال اس کی کمر تک تو ضرور جا پہنچے ہوں گے۔بالوں میں ہلکا ہلکا سونے کا رنگ جھلکتا تھا۔وہ بے حد حسین تھی اس قدر کہ اس کا حسن ہوش ربا تھا۔

''ونڈرفل'' میرے منہ سے نکلا اور میں نے سر جھٹکتے ہوئے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر بجھا دیا۔لیٹ کر ابھی میں نے آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ مجھے شبہ ہوا کہ میری سماعت نے دھوکا کھایا ہے۔

''تھینکس''، مجھے صاف سنائی دیا۔گھبرا کر میں نے آنکھیں کھولیں اور اِدھر ادھر دیکھا مگر وہاں کوئی نہ تھا اور ہو بھی نہ سکتا تھا۔اپنا وہم سمجھ کر میں پھر لیٹ گیا۔تھوڑی دیر گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دیتی رہی پھر نہ جانے کب میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔

☆ ☆ ☆ ☆

''ٹرن، ٹرن'' موبائل فون کی بیل کے ساتھ میری آنکھ کھلی تو میں نے نیم وا آنکھوں سے دیکھتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر کان سے لگالیا۔

''ہیلو....کون؟''

''بیٹے! میں بول رہا ہوں تیرا باپ'' دوسری طرف سے خرم کی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی اور میں بے اختیار ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

''ابے فون کیوں نہیں اٹھا رہا تھا۔ میں تو سمجھا کہ مر گیا....پھر میں نے سوچا نہیں.... یہ مخلوق اتنی جلدی مرنے والی نہیں....اچھا سن .....تو فٹا فٹ چائے کا پانی رکھ۔ میں دس منٹ میں آرہا ہوں'' اس نے ایک ہی سانس میں نادر شاہی حکم جاری کر دیا۔

''او یار! پلیز.....مجھے سونے دے۔ تو شام کو آجانا'' میں نے جان چھڑانے

کی ناکام سی کوشش کی۔

''کھوتیا! ٹائم ویکھ ذرا....ساڑھے گیارہ ہو گئے نے....بس تو ہن اٹھ جا۔ میں ناشتاوی لیاواں گا مل کے کراں گے ....بس میں پہنچ رہا ہوں ....'' بلا نے نازل ہونے کا فیصلہ کرلیا تھا تو چاروناچار مجھے اٹھنا ہی پڑا۔

خرم میرا لنگوٹیا یار تھا۔ہم دونوں اکٹھے پڑھے تھے اور خوش قسمتی سے ایک ہی پیشے سے وابستہ تھے۔ ہمارا تقریباً ہر ویک اینڈ اکٹھے ہی گزرتا تھا۔خرم کے آتے آتے میں فریش ہو چکا تھا۔ہم نے اکٹھے ناشتا کیا اور پھر باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔

''اور سنا...تیری فریحہ بی بی کا کیا حال ہے؟'' خرم نے پوچھا۔

''دو دن سے بات نہیں ہوئی اس سے....ویسے بھی بہت بور کرنے لگی ہے اب وہ'' فریحہ کے ذکر پر میرا منہ بن گیا تو خرم نے میرا موڈ دیکھ کر بات ہی بدل دی۔

''اچھا! یو کے کے پراجیکٹ کا کیا بنا''

''ہو گیا فائنل....بس پے منٹ کا شیڈول طے کرنا ہے۔وہ لوگ بیس ہزار پر اڑے ہوئے ہیں .....مجھے تو بیس میں سے دس ہی ملے گا، باقی سعید لے جائے گا۔اس کا ففٹی پرسنٹ طے جو ہے'' میں نے بےزاری سے جواب دیا۔

''یار! اپنی دونوں کی سالی قسمت ہی خراب ہے۔ساری عمر ہم لوگ نوکری کرتے کرتے مر جائیں گے.....دیکھ لینا کچھ بھی نہیں بنے گا ہمارا'' خرم نے بھی جذباتی ہو کر حالات کا رونا شروع کر دیا۔

''اپنی بکواس بند کر.....تو کیا صبح صبح میرا دماغ خراب کرنے لگا ہے..... بدل جائے گی قسمت بھی جب بدلنا ہو گی.....تو ٹینشن نہ لیا کر بلا وجہ......اچھی

بھلی تو گزر رہی ہے'' میں نے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

''عامر بھیا!...ستائیس سال ہو گئے تجھے اس دنیا میں خجل خوار ہوتے ہوئے اور اتنی ہی دیر مجھے بھی ہو گئی ہے..... یار! اب ہمارے پاس وقت بالکل نہیں بچا''

خرم پروفیسر بن بیٹھا۔

''یار! مجھے حالات کی فکر تو ہے مگر اس سے زیادہ میں زندگی کی یکسانیت سے پریشان ہوں....ہم لوگ کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی روٹین میں جیے جا رہے ہیں...کوئی چینج ہونا چاہیے'' میں نے بھی اپنا فلسفہ دیسی گھی میں بگھار کر خرم کے سامنے پیش کر دیا۔

''ہوں...تو میرا بھائی چینج مانگتا ہے.....آں.....تو ایسا کر..... بتاؤں...'' اس نے سسپنس پیدا کرنے کی کوشش کی۔

''ہاں بول...'' مجھے پتا تھا کہ کوئی اوٹ پٹانگ جواب ہی نکلے گا۔

''تو مر جا یار!'' خرم نے قہقہہ لگایا۔میں بھی ہنس پڑا۔پھر دفعتاً وہ سنجیدہ ہو گیا۔

''یار عامر!...قسم سے بڑا زبردست تجربہ ہو گا.....جب ہم مر جائیں گے۔ سوچ ذرا.....ایک بالکل نئی دنیا ہمارے سامنے ہو گی۔اتنا بڑا پردہ الٹے گا کہ ہم سن ہو کر رہ جائیں گے.....واہ کیسا زبردست چینج ہو گا'' وہ کہتے کہتے کھو سا گیا۔

''یار! موت تو سب کا مقدر ہے'' میں نے یونہی جواب میں بات آگے بڑھا دی۔

''اچھا! یہ مقدر کیا چیز ہے؟.....تیرا کیا خیال ہے.....میرا مطلب کہ ہمیں جو ملتا ہے وہ تو ہماری کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے۔اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقدر

نام کی کسی شے کا وجود ہی نہیں....صرف کوشش اور تدبیر ہی سب کچھ ہے'' سوال کافی ٹیڑھا تھا اور خرم کا انداز بتا رہا تھا کہ اس سوال نے اسے الجھا دیا ہے۔

''دیکھ خرم!....فرض کر میری موت کراچی کے کسی چوک پر ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں لکھی ہے۔اب میری موت سے کچھ دن پہلے ایسے حالات کا دائرہ میرے اردگرد بننا شروع ہو جائے گا جن سے مجبور ہو کر مجھے کراچی جانے کا فیصلہ کرنا پڑے گا۔میری تقدیر میں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ میں کراچی پہنچنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کرتا ہوں۔میں یہاں سے بائی روڈ جاؤں، ٹرین کا سفر کروں یا جہاز سے پہنچوں، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے ایک مقررہ وقت تک کراچی کے اس چوک میں، ہر حال میں پہنچنا ہے، جہاں میری موت لکھی ہے.....بنیادی طور پر ہماری کوششوں کے نتیجے میں ہی ہمارا مقدر چھپا ہوا ہے''

''اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ یہ سب کچھ جو دنیا میں ہو رہا ہے وہ پہلے سے ہی طے شدہ ہے'' خرم نے نیا سوال داغا۔

''یہ سوچنا تمھارا یا میرا کام نہیں'' میں نے اسے ٹوکا۔

''نہیں تو بتاؤ کہ پھر ہمارا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے.....اگر سب کچھ لکھا ہے تو پھر تو یار! ہم صرف کٹھ پتلیاں ہیں....'' وہ جھنجھلایا۔

''نہیں ایسا نہیں.....جہاں تک میں سمجھا ہوں ایسا بالکل بھی نہیں''

''تو پھر کیسا ہے؟'' خرم ضد میں آ گیا۔

''دیکھ....اللہ نے تجھے عقل دی ہے اور اس کے ساتھ سوچ بھی۔یہ جو سوچ ہے نا یہ اوریجنل لینگویج ہے....ہر آدمی سوچ رہا ہے.....ہر وقت....حتیٰ کہ بولتے

ہوئے بھی ہم سوچ رہے ہوتے ہیں.....زبان تو صرف ایک شاندار آلہ ہے جو خدا نے ہمیں دیا ہے کہ ہم دوسروں تک اپنی سوچ پہنچا سکیں۔انھیں بول کر بتا سکیں کہ ہم کیا سوچ رہے ہیں.....یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ زبان اور بھی بہت سے کام کر سکتی ہے مگر اس کا سب سے خاص مقصد یہ ہے کہ آواز کی مدد سے ہم زبان کو مختلف زاویوں میں حرکت دے کر ایک دوسرے کو بتاتے ہیں کہ ہمارے دماغ میں کیا کھچڑی پک رہی ہے'' خرم نے سگریٹ سلگا کر میری طرف دیکھا۔اسے بات سمجھ میں آ رہی تھی۔میں نے اپنی بات جاری رکھی۔

''میرا خیال ہے کہ فرشتوں کی کوئی زبان نہیں۔شاید وہ لہروں کی مدد سے اپنی سوچ ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔شاید یہی خدا کی زبان ہے.....خرم ذرا دھیان لگا....سوچ.....اگر اللہ نے اتنی ساری زبانیں دنیا میں نہ اتاری ہوتیں تو ہم کبھی نہ بول سکتے.....پھر تجھے پتا ہے کیا ہوتا.....ہم ایک دوسرے کو کچھ کہے بغیر سب کچھ کہنا سیکھ جاتے.....وہ ہے نا کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے.....پھر دنیا کا ہر انسان پیدا ہوتے ہی ٹیلی پیتھی کا ایکسپرٹ ہوتا....دیکھ.....تو جب کبھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہوگا تو لازمی بات ہے کہ دعا کے درمیان کوئی ایک لمحہ خاموشی کا بھی آتا ہے جب تو صرف سوچ کے وسیلے سے اپنے رب سے بات کرتا ہوگا، تو یہی اصل زبان ہے۔یہ بھی بات کرنا ہی ہے....شاید فرشتہ بول نہیں سکتا صرف سوچ سکتا ہے مگر انسان اس لیے اللہ کی بہترین مخلوق ہے کہ اسے کئی طریقوں سے بات کرنی آتی ہے۔اسی لیے تو ارشاد ہوا کہ ' خاموشی میں سلامتی ہے'.....جسے اپنے خالق سے بات کرنا آ جائے تو لازم ہے کہ وہ خاموش رہنے لگے '' میں

نے تھک کر سگریٹ سلگا لیا۔

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کا تقدیر سے کیا تعلق ...تم اصل بات سے اِدھر ادھر ہو گئے ہو'' اس نے اعتراض اٹھایا۔

''دھت تیرے کی'' میں جھنجھلا گیا۔

''یار! بات بس اتنی سی ہے کہ تیری تقدیر جو کرتی ہے اسے کرنے دے۔ تجھ پر موت مسلط ہے اور موت وقت کے ساتھ جڑی ہے ....وقت صرف اور صرف گزرنے کے لیے ہے ....تو خاموش رہنا سیکھ لے، اندر کی زبان کھل جائے گی اور اندر تیرا کنکشن بحال ہو گیا تو تو اپنے خالق سے بات کرنے لگے گا....سلام دعا ہو گی تو جان پہچان بھی آگے بڑھے گی .....جب پہچان لے گا تو جان لے گا کہ تجھے صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ تو پہچانے ....اپنے پیدا کرنے والے کی بے کراں تخلیقی قوت کو پہچان کر، مان کر، سر جھکا کر تو اس کائنات کے مالک سے اپنا رشتہ جوڑے.....جب تو اس بے نیاز رب العالمین سے نیاز مند ہو کر کہہ دے گا کہ اے میرے رب!!! میں تیرا بندہ ہوں.....جب یہ اسمِ بندگی نباہ دے گا تو تیری تخلیق کا مقصد پورا ہو جائے گا پھر تو مرے یا جیے تیرے لیے دنیا بھی جنت ہے اور آخرت بھی.....اس لیے تیرا مقدر جو کرتا ہے اسے کرنے دے......جو تجھے کرنے کو کہا گیا ہے تو بس وہ کر.....یہی بھید بھاؤ ہے.....مقدر صرف مہلت ہے وہ سب کرنے کی اور کچھ نہیں ''

''لیکن پھر ہم لوگ سدھرتے کیوں نہیں'' خرم اب کے بے بسی سے بولا۔

''بس یار!.....ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اتنا پڑھ لیا، اب ذرا ہر شے کو عقل کی

آنکھ سے پرکھ لیں.....اسی پرکھنے میں وقت نکلتا جاتا ہےاور دوسری بات یہ کہ دنیا اتنا خوبصورت دھوکا ہے کہ اس سے آنکھ ہٹانے کوفرصت ہی نہیں ملتی.... پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا'' بات پھر وہیں آ گئی جہاں سے چلی تھی۔

''ہوں....پھرتو صاف ہے کہ ہم وہ نہیں کر رہے جو ہمیں کرنا چاہیے بلکہ وہ کر رہے ہیں جو نہیں کرنا چاہیے اور شاید اسی لیے ہم پریشان رہتے ہیں..... ہمارے دلوں میں سکون نہیں......بس ہر وقت بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں.... اللہ دے کول جاواں گے تے بڑی کٹ پئے گی یار!.....میں تو کہتا ہوں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کسی دربار پر جا بیٹھتے ہیں اور دن رات استغفار کرتے ہیں .....کیوں کیا خیال ہے؟'' خرم اکثر عالمِ اسلام کے ذمہ دار شریف مسلمانوں کی طرح جذباتی ہو کر ایسے انقلاب برپا کرنے کی باتیں کیا کرتا تھا جن کو عملی طور پر کرنے کی ہمت اس میں کبھی پیدا نہ ہو سکی تھی۔

''نہیں، یہ غلط ہے'' میں اس پر چڑھ دوڑا۔

''ہمیں ایک تیز زندگی جینی ہے....یہ وقت کا تقاضا ہے اور ہمارے دین نے ہم سے کبھی یہ ڈیمانڈ نہیں کی کہ ہم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجدوں میں جا بیٹھیں.....Islam is a social religion....اپنی جابز کرو۔ جو معاشرے میں تمھاری ذمہ داری ہے اور جس کام سے تمھیں رزق ملتا ہے وہ کرو....اپنی مرضی کا لباس پہنو جیسے آج کا زمانہ ہے، تم اس کے مطابق جیو اور اس کے ساتھ وہ سب بھی کرو جو اللہ نے تمھیں کرنے کا حکم دیا ہے....صرف یہی ایک راستہ ہے.....اینڈ بائی داوے فرض کرو کہ مسجدوں میں بیٹھے رہنے ہی میں زندگی

گزر جائے تو اس رستے پر چلتے ہوئے کیا تمھیں ٹھوکر نہیں لگے گی.....کیا تم کبھی دکھ کی کیفیت سے آشنا نہ ہو گے....تمھارے ارد گرد جو یہ تمھارے چاہنے والوں کا ہجوم ہے، کیا انھیں موت تم سے نہیں چھینے گی.....ہوں خرم صاحب!.....اس راستے میں بھی کھائیاں ضرور ہوں گی.....اس لیے سمجھو....راستہ صرف ایک ہے....اس کو مان لینے کا راستہ....سچ کا راستہ''

''نہیں....جو میں کہہ رہا ہوں وہی ٹھیک ہے'' خرم نے فیصلہ کن انداز میں کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔اب تو بچوں کی طرح ضد کر رہا ہے تو مان لیتا ہوں'' میں نے اٹھتے اٹھتے تیل کو آگ دکھا دی۔

''یار عامر!.....تجھے پتا ہے تیری پرابلم کیا ہے؟'' وہ بڑبڑایا۔

''نہیں! اچھا تو بتا...کیا پرابلم ہے میری؟'' میں نے ہنسی دبانے کی کوشش کی۔

''تیری پرابلم یہ ہے کہ تو سمجھتا ہے جو تو کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے... باقی سب غلط...'' اس نے جل کر کہا۔

''یار! مجھے بھی لگتا ہے کہ مجھے یہ پرابلم ہے'' میں نے بظاہر بڑے سنجیدہ سے انداز میں کہا لیکن آنکھوں میں شرارت مچل رہی تھی۔

''دیکھا...تو پھر مجھے غلط سمجھ رہا ہے.....ارے بھائی دماغ ذرا بڑا کر لے اپنا.....تیری پرابلم ہے اور اس کا نقصان بھی تجھے ہے، مجھے نہیں'' خرم نے احتجاج کیا۔

''چل چھوڑ.....آج تو اپنے بھائی کو ایک زبردست سا لنچ کرا....اپنی جیب سے''، میں نے ہنس کر بات ٹال دی۔

''اونہ بھائی! آجکل بجٹ ویسے ہی بڑا تنگ ہے....آخری تاریخاں نے یار....سمجھا کر''

''اچھا تو چل تو سہی''، میں اسے زبردستی لیے باہر نکل گیا۔ دوستوں سے ملتے ملاتے تو وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا جب واپس لوٹا، تب رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ رات کافی گہری ہو چکی تھی ۔ یہ رات میری زندگی کی سب سے حیرتناک رات تھی۔

☆ ☆ ☆ ☆

لاؤنج میں داخل ہو کر میں ابھی لائٹ آن کرنے ہی والا تھا کہ اچانک مجھے احساس ہوا کہ میرے علاوہ بھی یہاں کوئی ہے۔ یہ احساس رونگٹے کھڑے کر دینے والا تھا۔ میں فطرتاً بزدل نہیں ہوں مگر پھر بھی میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ یہ میرا گھر تھا۔ میرے روز وشب یہاں گزرتے تھے۔ ایک ایک کونہ میرے ذہن میں نقش تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ لاؤنج میں اندھیرا تھا لیکن اتنا گہرا نہیں کہ میں وہاں موجود چیزوں کو نہ دیکھ سکوں۔ آنکھوں نے کسی وجود کی لاؤنج میں موجودگی سے انکار کیا تو میں نے مطمئن سے انداز میں لائٹ آن کرنے کے لیے سوئچ کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔

کپڑے تبدیل کر کے میں کاؤچ پر آ لیٹا۔ ذہن میں خرم کے الفاظ ہل چل مچا رہے تھے۔ جتنی زیادہ دوستی مضبوط ہوتی جاتی ہے، فطری امر ہے کہ لڑائی کا

امکان بھی اتنا ہی بڑھتا چلا جاتا ہے ۔خرم اور میں اکثر آپس میں الجھ جاتے تھے۔ یہ کوئی ایسی چونکا دینے والی بات ہرگز نہ تھی ۔بس یونہی میرے دماغ میں اس کی کہی ہوئی باتیں گونج رہی تھیں۔ میری آنکھیں تصویر پر جمی ہوئی تھیں مگر دھیان کہیں اور تھا۔سوچ گہری ہو جائے تو آدمی یہ بھول جاتا ہے کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے، کس کو دیکھ رہا ہے ......کہیں واقعی ایسا تو نہیں کہ میں دوسروں پر اپنی رائے ٹھونسنے کا عادی ہو گیا ہوں......سیلف کتھارسس شروع ہو گیا.....اور جب میں سوچتے سوچتے تنگ آ گیا تو لاشعوری طور پر میں نے پہلی بار تصویر کو گھورتے ہوئے مخاطب کیا!

''تم تو میرے ساتھ ہر لمحہ گزارتی ہو....کاش تم بول سکتی تو میں تم سے یہ ضرور پوچھتا کہ کیا واقعی میں اپنے آپ میں گم ہو گیا ہوں.....خود کو صحیح اور دوسروں کو غلط سمجھنے لگا ہوں.....ایم آئی ریلی سک؟''

یہ کہتے ہوئے میں نے سگریٹ کی ڈبی کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

ٹھیک اسی لمحے ایک دھما کا ہوا۔ یہ دھما کا میرے وجود کے اندر ہوا تھا۔میری چھٹی حس نے مجھے دھوکا نہیں دیا تھا۔جب میں لاؤنج میں داخل ہوا تھا تب بھی کوئی موجود تھا جو ابھی تک مجھے اپنی موجودگی سے بے خبر رکھے ہوئے تھا۔میرے کانوں سے ایک مدھم سروں میں گنگناتی،لہراتی ہوئی ریشم جیسی آواز ٹکرائی تھی اور یہ دھما کا اسی آواز کے ٹکرانے سے ہوا تھا۔

''نو، یو آر ناٹ سک''

میں حیرت سے سن ہو کر رہ گیا ۔یہ کسی لڑکی کی آواز تھی ۔ایک ایک لفظ

صاف سنائی دیا تھا۔ دوسرا دھما کا اس وقت ہوا جب میری نظریں آواز کا مرکز تلاش کرتے ہوئے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں تصویر سے جاٹکرائیں.... یا حیرت !......تصویر میں زندگی اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہی تھی۔ وہ لڑکی.....وہ بے جان مورت.....وہ تصویر بول رہی تھی......

''آئی سیڈ، یو آر ناٹ سک''

میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا۔قوت گویائی تو سلب ہو ہی چکی تھی......جو نظر کے سامنے تھا.....آنکھ جو تماشا دکھانے پر تلی ہوئی تھی.....دل بھی اس کو ماننے سے انکاری تھا.....میں عقل کا مارا مشین زدہ انسان کیا کرتا.....مجھے تو ہمیشہ کتابوں نے ، استادوں نے ، عقل کے ماروں نے یہی سمجھایا کہ جو نظر آتا ہے، وہی حقیقت ہے اور جو نہیں نظر آتا اسے مان کر کیا فائدہ......اب جو نہیں نظر آتا تھا وہ دِکھنے پر اتر آیا تو میرے ہوش اڑ گئے.... کیسے مانوں ، کیسے یقین کرلوں....بھلا تصویریں بھی کبھی بولی ہیں اور اگر اس تصویر کو بولنا ہی تھا، تو اس تماشے کے لیے کیا میں ہی بچا تھا.....ایک سیکنڈ میں میرا دماغ نجانے کیا کیا سوچ بیٹھا۔ جب سوچ واپس لوٹ کر آئی تو اس کے ہاتھ میں اس ڈور کا کوئی سرا نہ تھا۔ دماغ کے ہتھیار پھینکتے ہی دل کی دنیا میں ہل چل مچ گئی ۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا اور آناً فاناً دل نے میرے وجود کی سلطنت آنکھوں کو سونپ دی ۔اب بصارت حکمران تھی اور زبان محکوم, مجھے بولنا ہی پڑا۔

''میں یقین نہیں کرسکتا....تم کیسے بول سکتی ہو.....مجھے یقین نہیں آ رہا''

وہ مسکرادی۔گلاب جیسے ہونٹ کھِل اٹھے اور میں نے موتی چمکتے دیکھے۔

''آپ جانتے نہیں اس لیے مانتے نہیں....دنیا ایک طلسم کدہ ہے یہاں سب ممکن ہے.....میرا بول اٹھنا بھی...''لب ولہجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔

''مگر یہ ناممکن ہے'' میں بے یقینی سے اسے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ کی حیرت بجا ہے....دیکھیے، آپ کے ٹی۔وی کی سکرین پر بھی تو تصویر متحرک ہوتی ہے۔یہ آپ کو اس لیے تسلیم ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ کیسے ہوتی ہے.....بس اتنا سا فرق ہے.....میں کیسے بول سکتی ہوں یہ آپ کے علم سے باہر ہے،اسی لیے آپ اس قدر حیرت زدہ ہیں'' وہ پھر مسکرائی۔

میں حیران تو اب بھی تھا مگر مجبوری تھی......جو بیت رہا تھا اس پر یقین کرنا ہی تھا.....میں اب ذہنی طور پر اس حیرتناک واردات کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔

''یہ سب ہے تو ناقابل یقین.....لیکن خیر یونہی سہی'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''پھر بھی مجھے کچھ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟....کیوں بول رہی ہو؟.....اب میں اتنا بےوقوف بھی نہیں کہ کچھ بھی نہ سمجھ سکوں''

''عامر صاحب! تین مہینے سے میں آپ کو دیکھ رہی ہوں....سن رہی ہوں'' اس نے ایک اور انکشاف کیا۔

''اوہ....'' مجھے لگا جیسے میں چوری کرتے پکڑا گیا ہوں۔''اس کا مطلب ہے تم میری بہت ہی ذاتی زندگی کے بارے میں بہت کچھ.... بلکہ سب کچھ جانتی ہو''

''ہاں .... میں سب کچھ دیکھتی رہی ہوں، چپ چاپ'' وہ شرارت سے

مسکرائی ’’ اب بھلا آپ کو کیا خبر تھی کہ تصویر کی آنکھیں زندہ ہیں‘‘

’’ ہوں......‘‘ میرے ذہن میں خدشات نے سر اٹھایا۔

’’میں شاید کبھی نہ بولتی مگر آپ نے تو روزانہ مجھے گھورنا شروع کر دیا.....اب کوئی اتنے پیار سے کسی کو دیکھے جائے تو ہونٹ کھل ہی جاتے ہیں‘ اس کی آنکھوں میں چمک لہرائی۔ میں شرمندہ سا ہو گیا۔

’’وہ....بس ایسے ہی.....عادت سی ہو گئی تھی اور کوئی خاص بات نہیں.... ویسے تمھارے فیس ایکسپریشن بھی کمال کے ہیں۔اتنی خوبصورتی سے پینٹ کیا گیا ہے تمھیں کہ نظر ہٹانے کو دل نہیں چاہتا‘‘

’’تھینکس.....یہ تو آپ کی نظر کی خوبصورتی ہے ورنہ میں اتنی بھی خوبصورت نہیں کہ مجھے یوں مبہوت ہو کر دیکھا جائے‘‘اس نے نظریں جھکا کر کہا

’’اینی وے....بندہ آپ کو اپنے گھر میں خوش آمدید کہتا ہے۔ویسے تو آپ یہاں ۳ ماہ سے مقیم ہیں مگر خیر آپ سے تعارف تو اب ہوا ہے.....اب ذرا لگے ہاتھوں اپنا خوبصورت سا نام بھی بتا دیجیے‘‘ میں اب سنبھل چکا تھا۔

’’جی مجھے ناہید کہتے ہیں‘‘اس نے خوش دلی سے جواب دیا۔

’’اگر آپ بول سکتی ہیں تو یہ بھی بتا دیجیے کہ چائے پی سکتی ہیں یا نہیں‘‘

’’نہیں شکریہ....تصویروں کو بھوک نہیں لگتی‘‘ اس نے قہقہہ لگایا۔ میں بھی ہنس دیا۔ پھر میں چائے بنانے کچن میں چلا گیا۔

چائے بناتے ہوئے مجھ پر ہیجان طاری تھا...کرشمہ ہوا تھا.... اف کیا زبردست حقیقت تھی....تصویر میں جان آ چکی تھی۔

''یہ تو کمال ہوگیا یار''میں نے سوچا اور چائے کا کپ لے کر اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

''جی جناب !.....اب بتایئے کہ یہ سب کیا ہے'' میں نے پھر وہی سوال دہرایا۔اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی

''عامر! میں آپ کو مختصراً بتاتی ہوں کہ اصل قصہ کیا ہے کیونکہ میرا خیال ہے جب تک آپ اصل حقیقت نہیں جان لیں گے، شاید آپ کو سکون نہ آئے۔تجسس تو ہر انسان کی فطرت ہے....نام تو میرا آپ جان ہی چکے ہیں۔میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والی عام سی لڑکی ہوں۔ہم تین بہنیں ہیں۔گریجویشن کرنے کے بعد گھر کے حالات دیکھتے ہوئے بڑی بیٹی ہونے کے ناتے میں نے ابو کا بوجھ بانٹنے کے لیے نوکری کرنی چاہی تو ابو کے دوست کے توسط سے مجھے ایک اچھی جگہ جاب مل گئی اور میں آفس آنے جانے لگی۔آفس کا ماحول کافی اچھا تھا اس لیے میں آسانی سے ایڈجسٹ کر گئی۔ہمارے مینیجر صاحب کا ایک ہی بیٹا تھا راحیل۔وہ آرٹسٹ تھا صرف پیشے کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ حقیقی زندگی میں بھی وہ کمال کا انسان تھا....خوبصورت دراز قد، مردانہ وجاہت کا مالک راحیل بہت جلد میرے دل کا مالک بھی بن گیا۔آفس میں ہوئی دو ایک سرسری ملاقاتوں کے بعد ہی میں بغیر کچھ سوچے سمجھے اسے اپنا دل دے بیٹھی۔اس وقت مجھے ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ وہ ڈال ڈال پر بیٹھنے والا بھنورا تھا....میں تو بس اس کی وجیہہ شخصیت کے طلسم کا شکار ہوگئی۔

ہم اکثر باہر ملنے لگے....کبھی کسی پارک میں تو کبھی ریسٹورنٹ میں.....لیکن

میں نے راحیل کو یہ سمجھا دیا کہ میں اس کا شکار نہیں بنوں گی بلکہ اگر وہ مجھے حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے والد کو میرے گھر بھیجنا ہوگا۔اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی مجھ سے شادی کرلے گا.......لیکن.....عامر!.....وہ آوارہ مزاج تھا، ہرجائی تھا.....اس نے مجھے ہزار طرح سے آزمایا مگر میری سچی لگن دیکھ کر وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگا.....ہم دونوں بارہا تنہائی میں ملے مگر کبھی کچھ ایسا نہیں ہوا کہ ہمیں خود اپنے آپ سے شرمندہ ہونا پڑے۔

ایک دن باتوں باتوں میں اس نے مجھ سے کہا کہ وہ میری تصویر بنانا چاہتا ہے۔

''سچی راحیل!.....تم مجھے پینٹ کروگے؟'' میں نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے لبریز ہوکر کہا۔

''ہاں، میں تمھیں پینٹ کرنا چاہتا ہوں.....ناہید! مجھے تم سے محبت ہے اور ہر آرٹسٹ کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو کینوس پر اتارے'' اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس کے لیے مجھے تمھارے سٹوڈیو میں جانا پڑے گا.....ہے نا''

''ہاں بھئی جانا تو پڑے گا اور چپ چاپ بیٹھنا بھی پڑے گا....گھنٹوں تک'' اس نے محبت سے مسکرا کر کہا۔

اگلے دن وہ مجھے اپنے سٹوڈیو لے گیا۔ ہر طرف اس کی پینٹنگز لگی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے مجھے اس پوز میں بٹھایا جس میں آپ مجھے اس وقت دیکھ رہے ہیں اور خود کینوس ایزل پر لگا کر میرے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر جیسے وقت کی لگام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ وہ مجھے کینوس کے پیچھے سے دیکھتا رہتا اور

اس کا برش چلنے لگتا۔ پہلے دن مجھے چھ گھنٹے بیٹھنا پڑا۔شام کے پانچ بجے تو میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

''راحیل!اٹھو.....بہت ہو گیا...مجھے گھر چھوڑ دو''

''سوری یار! مجھے یاد ہی نہیں رہا....چلو...'' وہ بھی برش سمیٹنے لگا۔

''ہیں... ہیں.... یہ کیا...'' میں نے آنکھیں نکالیں۔''مجھے دکھاؤ تو سہی کیا بنایا ہے''

''نو۔۔۔۔نو'' اس نے صاف انکار کر دیا ''ابھی نہیں مائی ڈیئر!....ابھی تصویر نامکمل ہے...دو دن اور لگیں گے پھر دیکھنا کہ تمھارا راحیل کیا بلا ہے'' اس نے کہا اور کینوس پر کپڑا ڈال دیا۔

اگلے دن بھی اس کا ہاتھ کینوس پر چلتا رہا اور آنکھیں مجھے دیکھتی رہیں.... تصویر بنتی رہی....رنگ اترتے رہے....خدوخال واضح ہوتے چلے گئے......وہ جادوگر اپنا سارا جادو مجھے تخلیق کرنے میں لگا رہا تھا۔ پھر تیسرے دن صبح اچانک میری آنکھ کھلی تو میری آنکھوں پر کالا رنگ چھایا ہوا تھا۔ میں گھبرا گئی۔

''یہ میں کہاں ہوں....میری آنکھوں پر یہ کپڑا سا کیسا ہے'' میرا دل ڈوب گیا۔اسی لمحے اچانک میری آنکھوں سے کسی نے پردہ اٹھا دیا۔

''کیسا ہے اب بتاؤ؟''

میرے سامنے راحیل اور ناہید کھڑے تھے۔میں خود اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی.....میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں......میں نے انھیں متوجہ کرنا چاہا..... چیخ چیخ کر میری آواز بیٹھ گئی لیکن کوئی نہ دیکھ سکا....ناہید بھی اپنے عکس کو نہ دیکھ پائی۔

''زبردست.....بہت خوبصورت ہے'' ناہید نے مجھے تحسین بھری نظروں سے دیکھا اور راحیل کا ہاتھ تھام لیا۔

عامر!..... میں بہت روئی .... بہت پکارا.....مگر ان دونوں کو نہ کچھ سنائی دیا اور نہ دکھائی دے سکا.....آپ کو تو صرف حیرت سے گزرنا پڑا....میرے کرب کو محسوس کرو.... میں ناہید تھی اور ناہید میرے سامنے کھڑی تھی'' اچانک اس کی آواز رندھ گئی اور وہ خاموش ہوگئی۔

میں حیرت میں ڈوبا ہوا اس حیرتناک تصویر کی حیران کن کتھا سن رہا تھا۔ مجھے لگا کہ جیسے آج کی رات طلسمِ ہوش ربا کی رات ہے ....لمبی، سیاہ...... حیرت انگیز رات۔ پھر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے ایک ایسا سوال کر دیا کہ پھر مجھے کچھ پوچھنے کی ہمت نہ پڑی۔ ہر سوال کا جواب حیرانی تھا۔

''یعنی تمھارا مطلب ہے کہ وہ ناہید جو راحیل سے پیار کرتی تھی وہ تم ہو..... یعنی تصویر والی ناہید اصل ناہید کا ہو بہو عکس ہے''

''نہیں عامر!....ایسی بات نہیں.... میں عکس نہیں..... میں ناہید ہوں اور مجھے اس تصویر میں قید کر دیا گیا ہے''

میرے سر پر جیسے کوئی ہتھوڑا آ گرا۔

''ایں....تو پھر وہ ناہید کون ہے جو راحیل کے ساتھ کھڑی تھی؟'' میرا خیال ہے کہ یہ بات کہتے کہتے میرے سر پر ضرور سینگ اگ آئے ہوں گے۔ یہ ساری کہانی یقیناً میری سمجھ سے بالاتر تھی۔

''وہ انسان نہیں عامر!'' اس نے سرد لہجے میں جواب دیا لیکن اب میں

اپنے سوالوں کے ایسے حادثاتی جوابات کا عادی ہو چکا تھا اس لیے فوراً اگلا قدم اٹھایا۔

''ہوں....اس کا مطلب....کوئی جن زادی''

'' ہاں....'' سرسراتا ہوا جواب آیا۔

''واو....بھئی اس سٹوری پر تو کمال کی فلم بن سکتی ہے'' میں نے طنز کیا۔

''عامر پلیز....ٹرسٹ می....میں سچ کہہ رہی ہوں'' وہ گڑگڑائی۔

''اچھا فرض کرو اگر میں مان بھی لوں تب بھی دو باتیں مشکوک ہیں۔ پہلی تو یہ کہ تم نے ناہید کو کیوں پکارا جب کہ تم اصل ناہید تھیں اور یہ جانتی تھیں کہ راحیل کے ساتھ کھڑی ناہید نے ہی تمھیں اس تصویر میں قید کیا ہے''

''نہیں....اس وقت مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ ناہید کوئی اور ہے....یہ تو اس نے اگلی رات میرے سامنے آ کر بتایا کہ....'' میں نے فوراً ہی اس کی بات کاٹ دی اور جرح کرنے لگا۔

''چلو مان لیا کہ راحیل نے تمھاری آواز نہیں سنی مگر تم اتنے عرصے آرٹ گیلری میں لگی رہی ہو وہاں تمھیں بہت سے لوگوں نے دیکھا ہوگا....کیا ان میں سے بھی کسی نے تمھاری آواز نہیں سنی....کیا یہ شکتی تجھے صرف میرے اندر ہی نظر آئی'' میرا لہجہ تیز ہو گیا۔

''آپ پہلے میری پوری بات سن لیں تو آپ کو اپنے ہر سوال کا جواب مل جائے گا'' التجا کی گئی۔

''او کے فائن'' میں خوبصورت چہروں کی ہر بات فوراً مان لینے کا عادی تھا۔

بہر حال مجھے اس وقت تک اس بات کا پورا یقین تھا کہ وہ مجھے بے وقوف بنا رہی ہے۔

''اس دن وہ میرے راحیل کو لے کر چلی گئی اور میں کچھ نہیں کر پائی.....بس کینوس میں قید اس سٹوڈیو میں ایزل پر لگی رہ گئی.....وہی کینوس جسے میرے راحیل نے بڑے پیار سے بنایا تھا، میری قید بن گیا'' اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا اور سیدھا قالین پر آ گرا۔ کمرے کی فضا اچانک ہی بوجھل ہو گئی تھی۔

''پھر وہ رات کو آئی....اکیلی....اس نے سٹوڈیو کی لائٹ جلائی تو میں نے دیکھا کہ اس کے پاؤں زمین سے ذرا بلند ہیں....وہ ایسے میری طرف آ رہی تھی جیسے پانی پر چل رہی ہو۔ اس کے جسم پر صرف ایک کالے رنگ کا لمبا سا گاؤن تھا۔ اس کے لمبے بال اس طرح بکھرے ہوئے تھے کہ اس کا آدھے سے زیادہ چہرہ بالوں میں چھپ گیا تھا۔ میرے قریب آ کر جب اس نے نظریں اٹھائیں تو اس کا جسم اور چہرہ تو ہو بہو میرے جیسا تھا....مگر....ایک چیز میری نہیں تھی....اور وہ تھیں اس کی آنکھیں.....اس کی آنکھوں کے عدسے یوں دہک رہے تھے جیسے ان کی جگہ انگارا رکھ دیا گیا ہو'' ناہید کی آنکھوں میں خوف اتر آیا۔

''اس نے مجھے خود بتایا کہ وہ ایک جن زادی ہے اور بچپن سے راحیل سے پیار کرتی ہے۔ راحیل کے گھر میں چھت پر بنے سٹور میں وہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ رہتی تھی۔ راحیل وہاں اکثر گھر والوں سے چھپ کر رسالے وغیرہ پڑھا کرتا تھا بس تب سے یہ جن زادی اس پر عاشق ہو گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ راحیل کبھی کسی سے شادی نہ کرے۔ خود تو وہ اس کے سامنے نہیں آ سکتی تھی کیونکہ اس کے قبیلے والے اپنا وجود انسانوں پر ظاہر کرنے کے خلاف تھے۔ اس

طرح ان کے لیے مسائل پیدا ہو سکتے تھے۔ وہ ہر وقت راحیل کے ساتھ رہتی تھی مگر راحیل کو اس سارے قصے کی کچھ خبر نہ تھی جس کا سب سے اہم کردار وہ خود تھا۔ اسی دوران میں راحیل کی زندگی میں آ گئی اور جب اس نے مجھ سے شادی کا فیصلہ کر لیا تو اس جن زادی نے مجھ سے پیچھا چھڑانے اور اپنی محبت پانے کے لیے ایک بہت بڑا داؤ کھیلا اور وہ کامیاب بھی ہو گئی.....وہ جن زادی تھی، بہت سے خفیہ علوم جانتی تھی۔ جو ہم انسان نہیں جانتے ....اس نے اپنی طاقت کا استعمال کر کے راحیل کے دماغ میں میری تصویر بنانے کا خیال پیدا کیا اور جب تصویر مکمل ہو گئی تو اس نے رات کو سوتے ہوئے مجھے اس تصویر میں قید کر دیا اور خود میرا روپ دھار لیا.....'' وہ کہتے کہتے سسک اٹھی۔

''عامر!.....وہ بہت خطرناک ہے.....راحیل کا ساتھ پانے کے لیے وہ کسی بھی حد سے گزر سکتی ہے، کوئی بھی قیمت دے سکتی ہے، چاہے اس کے لیے اسے انسان کا روپ دھار کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنات سے اپنا تعلق ہی کیوں نہ ختم کرنا پڑے.....مجھے تصویر میں قید کر کے اس نے اپنے قبیلے کے اصول توڑ دیے اور سزا کے طور پر اس کا قبیلہ اس سے تعلق ختم کر کے چلا گیا لیکن اسے کوئی افسوس نہیں..... میں بہت تڑپی عامر!.....میں نے اس کو واسطے دیے کہ مجھے جان سے مار دو لیکن ایسی سزا نہ دو مگر وہ انتقام لے رہی ہے۔ اسے اس بات پر بہت جلال تھا کہ میں نے اس کے راحیل کی زندگی میں آنے کی جرأت ہی کیوں کی.....اس کے وہ آخری الفاظ مجھے آج بھی یاد ہیں جو اس نے جانے سے پہلے مجھ سے کہے تھے۔

''ناہید! یہ ایک جن زادی کا انتقام ہے۔ راحیل تو تمھاری آواز کسی صورت

نہیں سن پائے گا اور نہ کبھی تمھیں دیکھ ہی سکے گا۔ وہ زندگی بھر مجھے ہی اصل ناہید سمجھتا رہے گا.... اور تم..... تم ہزاروں سال اس تصویر میں قید رہو گی۔ جب تک میں نہیں مروں گی تم پر بھی موت نہیں آئے گی..... اس تصویر میں تم قید تو ہو لیکن وقت کی قید سے آزاد ہو، اس لیے کبھی بوڑھی نہیں ہو گی اور یاد رکھنا جنات کی عمریں ہزاروں سال ہوتی ہیں.... یہ تمھارے لیے ایک لمبی اذیت ناک قید ہے اور اتنی لمبی قید کاٹنا، وہ بھی زندہ رہ کر..... یہ ہم جنوں کے لیے بہت مشکل ہے تم تو پھر انسان ہو..... اس لیے میں تمھیں جینے کا ایک بہانہ دوں گی.... تاکہ تم اس بہانے کے سہارے جی سکو.... تم زندگی میں صرف ایک بار کسی ایک شخص سے بات کر سکو گی اور اس کے بعد دنیا کا کوئی انسان نہ تو تمھیں دیکھ سکے گا اور نہ سن ہی سکے گا بالکل راحیل کی طرح..... بس جب تک وہ انسان زندہ رہے گا تم صرف اسی سے بات کر سکو گی اس کے بعد پھر تمھیں قید کر دیا جائے گا اور تم ہمیشہ کے لیے صرف ایک تصویر بن جاؤ گی''

وہ بول رہی تھی اور میں ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ مجھے لگا جیسے میں سامری جادوگر کے زمانے میں کھڑا ہوں جہاں لوگ اور جنات ایک دوسرے کو آئینے میں قید کر دیا کرتے تھے..... اب بھی دنیا میں ایسی خوفناک حقیقتیں موجود ہیں، آج سے پہلے میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ ناہید کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''عامر! میرے پاس صرف ایک موقع تھا اور میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس جن زادی نے تصویر آرٹ گیلری میں دے کر مجھے انسانوں کے سمندر میں پھینک دیا.... ہر روز کتنے ہی لوگ آتے، مجھے دیکھتے، تعریف کرتے

اور چلے جاتے .... میں حسرت سے سب کو دیکھتی لیکن ان میں سے کوئی مجھے اس قابل نظر نہ آیا جس کے لیے میں یہ ایک موقع گنوانے کا رسک لے سکتی..... ویسے بھی اس جن زادی نے مجھے کہا تھا کہ میں جس بھی انسان کو بات کرنے کے لیے چنوں یہ کبھی مت سوچوں کہ وہ مجھے اس قید سے رہائی دلا سکے گا اور اگر بالفرض کوئی میری مدد کرنے کو تیار ہو بھی گیا تو راحیل تو کبھی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا کیونکہ وہ جنات کی ایسی طاقت پر یقین نہیں رکھتا اور اگر کوئی اسے یقین دلانا بھی چاہے گا تو ثبوت کے طور پر مجھے راحیل کے سامنے بولنا پڑے گا اور میری آواز تو وہ سن ہی نہیں سکے گا اس لیے.....'' ناہید کی آواز بھرا گئی۔

''ہا....تم نے مجھے کیوں چنا.....مجھ میں تمھیں کیا نظر آیا۔ جو دوسروں میں نہیں تھا'' میں نے ایک گہرا سانس بھر کر پوچھا۔

''آپ کی آنکھیں.....آپ میرے سامنے سے گزرے، پھر واپس آئے اور غور سے مجھے دیکھا.....آپ کی آنکھیں مجھے ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے آپ کو میرے تصویر ہونے پر شک ہو.....اور بس مجھے لگا کہ میری تلاش ختم ہو گئی'' اس کے لب دھیمے سے مسکرائے۔

''ناہید نے صحیح کہا تھا......آئی واز ناٹ سک.....میں دوسروں کو صحیح سمجھتا تھا.....شاید میرا ناہید کو دیکھنا اس وجہ سے تھا کہ وہ مجھے عام تصویروں سے بہت مختلف نظر آئی تھی.....میں اسے مصور کے فن کی انتہا سمجھتا رہا کہ اس نے تصویر اس قدر محنت سے بنائی ہے کہ اس پر حقیقت کا گماں ہوتا ہے مگر حقیقت اس کے برعکس تھی.....وہ تصویر زندہ تھی اسی لیے مجھے اس میں زندگی کا احساس ہوتا رہتا تھا''

ناہید کی آواز مجھے سوچوں سے واپس کھینچ لائی۔

’’پھر آپ مجھے خرید لائے۔دس دن تک میں آپ کے کمپیوٹر روم میں دیوار کے ساتھ نیچے پڑی رہی.... جناب کو وقت ہی نہیں مل رہا تھا.....بس ایک بار کور اتار کر مجھے دیکھا اور پھر بھول گئے‘‘ اس نے روٹھے روٹھے لہجے میں کہا اور میں شرمندگی سے ہنس پڑا۔

’’بس یار! ٹائم ہی نہیں ملتا تھا اور ویسے بھی میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ تمھیں یہاں لاؤنج میں لگاؤں یا وہاں کمپیوٹر روم میں‘‘ پھر میں نے بات بدلی ’’اور یہ جناب! آپ جو تین ماہ سے خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی ہیں۔اس کی وجہ جاننے کی جسارت کر سکتا ہوں‘‘

وہ ہنسی اور کمرے میں جیسے گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔

’’دراصل میں پہلے آپ کو اچھی طرح جان لینا چاہتی تھی۔اگر آپ نہایت ہی کلیریکل قسم کے لوگوں کی طرح بغیر سوچے سمجھے بس جیے جا رہے ہوتے تو میں آپ سے ہرگز بات نہ کرتی، خاموش رہتی اور کسی نئے آدمی کا انتظار کرتی، اسے پرکھتی کہ اس کے سامنے راز کھولوں یا خاموش رہوں۔مگر اللہ کا شکر ہے کہ میرا پہلا انتخاب ہی زبردست ہے ورنہ یہ موقع مجھے نجانے کتنے انتظار کے بعد ملتا....اگر آپ مجھے نہ ملتے....‘‘ وہ خاموش ہوگئی۔

’’او کے..... او کے ..... بس ٹھیک ہے .... اب تم یہاں رہو میرے ساتھ.....ہم لوگ باتیں کیا کریں گے....لمبی باتیں....اینڈ ڈونٹ وری، اس جن زادی کا بھی کوئی حل نکال لیں گے....انشاءاللہ‘‘ میں نے ماحول کا بوجھل

پن دور کرنے کی کوشش کی۔

''نہیں.....نہیں.....'' اس کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔''خدارا اپنے آپ کو میری وجہ سے کسی مصیبت میں نہ ڈالنا۔مجھ سے وعدہ کرو پلیز.....بس میں آپ کے ساتھ باتیں کر کے تھوڑی قید آسانی سے کاٹنا چاہتی ہوں۔پلیز میری وجہ سے اپنے آپ کو مشکل میں مت ڈالیے گا''

''او کے لیواٹ (leave it).....چھوڑو ابھی اس مسئلے کو.....میں چائے بنا کر لاتا ہوں'' میں سگریٹ سلگاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''جی نہیں۔کوئی ضرورت نہیں چائے بنانے کی۔ٹائم دیکھیں صبح کے چار بج رہے ہیں اور آپ کو آفس بھی جانا ہے اس لیے سو جائیں جا کر'' اس نے لجاجت سے کہا۔

''ٹھیک ہے.....واقعی سو جانا چاہیے.....ویسے نیند تو لگتا ہے کہ سو سال نہیں آئے گی.....آج کی رات میری زندگی کی سب سے حیران کن رات ہے.......
میں یہ رات کبھی نہیں بھولوں گا'' میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''مجھے احساس ہے اس بات کا.....مگر آپ سو جائیں کل بات ہوگی'' اس نے پھر اصرار کیا۔

''او کے فائن'' میں نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلا، لائٹ بند کی اور وہیں کاؤچ پر لیٹ گیا۔اب میں گھر میں تنہا نہیں تھا۔میرے ساتھ ایک تصویر بھی اس کمرے میں تھی اور وہ زندہ تھی۔جانے میری زندگی کس سمت میں چل پڑی تھی۔سوچتے سوچتے میری آنکھ کب لگ گئی مجھے پتا ہی نہیں چلا۔

☆ ☆ ☆ ☆

''عامر! اٹھو.....ساڑھے نو ہو رہے ہیں.....کب سے جگا رہی ہوں......
توبہ ہے آپ تو گدھے گھوڑے بیچ کر سوتے ہیں'' ناہید کی جھنجھلائی ہوئی آواز سن کر میں ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ٹائم دیکھا تو واقعی پونے دس بج رہے تھے۔

''دھت تیرے کی....مارے گئے یار.....آج تو مجھے جلدی آفس پہنچنا تھا...
اینی وے گڈ مارننگ'' میں نے باتھ روم کی طرف لپکتے ہوئے کہا۔

گھر سے نکلتے ہوئے میں نے ناہید کو بتایا کہ آج شام کچھ دوستوں کے ساتھ پارٹی ہے، میں تھوڑا لیٹ ہو جاؤں گا۔

''ٹھیک ہے پھر بھی کوشش کیجیے گا کہ زیادہ دیر نہ ہو....میں آپ کا انتظار کروں گی''

''ٹھیک ہے، میں کوشش کروں گا'' میں کہہ کر جلدی سے باہر نکل آیا۔

آفس پہنچ کر ابھی میں اٹینڈینس لگا کر فارغ ہی ہوا تھا کہ توقیر کا فون آ گیا۔توقیر بھٹی میرا اور خرم دونوں کا دوست تھا۔

موصوف بہت اچھے گرافک ڈیزائنر ہونے کے ساتھ ساتھ مغلظات بکنے میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے اور اپنے فن کا مظاہرہ سرعام کرنے میں بے حد مسرت وانبساط محسوس کیا کرتے تھے۔

''ہاں بھٹی...فٹافٹ بول....مجھے آج بہت کام ہے''میں نے تیزی سے کہا۔

''تیری.....تو بڑا.....'' اس فٹافٹ کی پاداش میں مجھے موسلا دھار گالیوں کا ایک طوفانِ بدتمیزی پیش کیا گیا۔صبح ہی صبح اس خوراک نے میرے بھی چودہ طبق روشن کر دیے۔

''ارے بریک لگا یار!....کیا تو نے صبح صبح گالم گلوچ شروع کر دی ہے...کج حیا کر یار!..ہویا کیہہ اے''

''اونہیں یار!....ہویا تے کج وی نہیں'' بھٹی نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔''بس ذرا طبیعت مچل رہی تھی....سوچا اپنے جانی کو دو چار غزلیں ہی سنا دوں.....ذرا معدہ ٹھیک ہو جائے گا''اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اچھا سن....آج کی پارٹی کس کے نام ہے''میں نے استفسار کیا۔

''آج توقیر بھٹی تم فقیروں کو کھانا کھلائے گا'' حاتم طائی کی قبر پر لات پڑی تھی اور میں مسکرا اٹھا۔

''اچھا ٹھیک ہے....میں سات بجے آفس سے سیدھا عرفان بھائی کی دکان پر پہنچ جاؤں گا....تو ایسا کر خرم کو فون کر کے بتا دے''

''میں تیرے پیو دا نوکر لگا واں'' بھٹی غرایا اور اس سے پہلے کہ وہ پھر پٹڑی سے اتر جاتا میں نے ہنستے ہوئے فون بند کو دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی چپراسی نے چائے لا کر میرے آگے رکھ دی۔

''ہاں بابو!....کیا رپورٹ ہے '' ہم سب اسے بابو کہتے تھے۔ایک نمبر کا کائیاں آدمی تھا۔فوراً ہی سمجھ گیا۔

''سر جی!.....آج ماسی مصیبتے بڑی گرم ہے''

ہم لوگوں نے اپنی ایڈمن آفیسر کا نام ماسی مصیبتے رکھ چھوڑا تھا۔اس کی شخصیت پر یہ نام ویسے بھی بہت اچھا لگتا تھا۔پورا دفتر اس سے نالاں تھا،نئی نئی آفس میں آئی تھی اور سب کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔پہلے دن آتے ہی اس نے میٹنگ کال کر لی۔

''دیکھیے...میں نے ایکسپنس لسٹexpense list دیکھی ہے....آپ لوگ کافی فضول خرچ کرتے ہیں'' اس نے خشمگیں لہجے میں سب کو مخاطب کیا ہمارے تھوبڑے بن گئے۔

شکیل جو ہمارا فنانس مینیجر تھا،اس نے میرے کان میں سرگوشی کی''یار... ایہہ کی نویں مصیبت آ گئی''

ایڈمن کے کان نہیں تھے،ریڈار تھے۔

''ایکسکیوزمی....یہ آفیشل میٹنگ ہے....سرگوشی سے احتراز کریں.... اینی وے....آج سے آفس میں تین کی بجائے دو کپ چائے ملے گی...صبح صبح آپ سب لوگ چائے سگریٹ پینے بیٹھ جاتے ہیں۔گیارہ بجے کام شروع ہوگا

تو کمپنی بیچاری تو مر جائے گی .....اینڈ سیکنڈ .... ماشاء اللہ سے آدھا دفتر سموکر حضرات پر مشتمل ہے۔ میں نے سٹور روم صاف کروا دیا ہے۔آپ اپنی سیٹ پر بیٹھ کر دھواں چھوڑنے کی بجائے وہاں جا کر اپنی جانوں پر یہ ظلم کیا کریں ۔جو لوگ سگریٹ نہیں پیتے ان بے چاروں کو اذیت دینے سے گریز کریں''
اس نے کئی آٹھ دس نئے اصول اور قانون ہم پر نافذ کر دیئے اسی لیے مس آسیہ کو سارا دفتر ماسی مصیبتے کہتا تھا۔

'' سر جی !...آج بڑے غصے میں ہے ماسی ....کہہ رہی تھی کہ عامر صاحب جیسے ہی آئیں فوراً میرے کمرے میں بھیجو'' بابو نے سرگوشی کے انداز میں کہا تو میں گڑ بڑا گیا۔خیر جانا تو تھا ہی۔

''may i come in'' میں نے دروازے پر کھڑے ہو کر درباری آداب پورے کرنے کی کوشش کی۔

'' آیئے ...بیٹھیے .....'' اس نے عینک کے شیشوں کے پیچھے سے مجھ پر آنکھیں نکالیں۔

'' مسٹر عامر!.....آپ تین دن سے مسلسل لیٹ آ رہے ہیں .....میں وجہ جان سکتی ہوں''

''وہ میڈم!.....بس میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی'' بروقت بہانہ سوجھا تھا۔

'' کیا ہوا آپ کی طبیعت کو....اینڈ بائی داوے آپ کی طبیعتیں ہیں کتنی؟''

''میں سمجھا نہیں'' میں نے ہونقوں کی طرح اسے دیکھا۔

'' بھئی ظاہر ہے ....ساری ساری رات اپنی طبیعتوں سے فون پر گپیں

لگانے کے بعد صبح وقت پر آنکھ کیسے کھل سکتی ہے‘ بڑے ہی چبھتے ہوئے انداز میں جواب دیا گیا تھا۔

مجھے بھی غصہ آ گیا ’’دیکھیے میڈم! یہ میری پرسنل لائف ہے....آپ کو میری تنخواہ سے پیسے کاٹنے ہیں تو کاٹ لیجیے لیکن میری ذاتی زندگی میں جھانکنے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں‘‘

’’مسٹر عامر!.... پرائیویٹ نوکری میں اتنا اکڑ کر بات کرنا کافی مسائل پیدا کر دیتا ہے.... پیسے تو میں کاٹ ہی لوں گی لیکن آپ بھی ذمہ داری سے اپنی ڈیوٹی کریں....آئی ہوپ جو میں کہنا چاہتی ہوں وہ آپ سمجھ گئے ہوں گے‘‘

اس نے ایک ہی منٹ میں مجھے میری اوقات یاد دلا دی تھی۔ میں غصے سے منہ پھلائے واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ یہ بک بک جھک جھک چلتی رہتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد میرا خیال ناہید کی طرف چلا گیا۔ میرے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ گھر پر کوئی میرا انتظار کر رہا ہے۔ یہ خیال بہت اطمینان بخش تھا۔ رات سات بجے میں عرفان بھائی کی دکان پر پہنچا تو کابینہ اکٹھی ہو چکی تھی....خرم، توقیر، میں اور عرفان بھائی....عرفان بھائی ہمارے گروپ میں کوئی سال بھر پہلے ہی گھسے تھے۔ ان کی الیکٹرونکس کی دکان تھی۔ بہت ہی مزے کے انسان تھے، ہر وقت پان چبانے میں مصروف....ہم سب کے لیے وہ بڑے بھائی جیسے تھے۔ تھوڑی دیر گپ شپ کے بعد ہم کھانے کے لیے نکل پڑے۔ ہوٹل پہنچ کر توقیر بھٹی اپنی نگرانی میں کھانا تیار کروانے لگا۔ اس نے مرغ کڑاہی کا آرڈر دیا تھا اور اب شیف کے سر پر کسی بلا کی طرح مسلط تھا۔

''ہاں بھئی عامر!.....سنا کیا حالات ہیں'' عرفان بھائی نے پان منہ میں رکھا۔

''بس بھائی...گزر رہی ہے'' ایک لمحے کو میرے دل میں خیال آیا کہ سب کو بتا دوں مگر نجانے کیوں میں رک گیا۔ کیا ضرورت ہے بتانے کی، کون یقین کرے گا اور اگر کرے گا بھی تو اس سے ملے گا کیا۔ یہی سب سوچ کر میں نے بات چھپالی۔

کبھی کبھی ہم اپنے چاہنے والوں سے بھی بہت سی باتیں چھپا جاتے ہیں۔ کوئی کتنا ہی قریب کیوں نہ آ جائے، محبوب بن جائے، جگری یار ہو، کوئی بھی ہو، پھر بھی ہر ایک کے دل میں کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہوتا ہے جس کی پردہ داری لازم ہوتی ہے..... کچھ راز ایسے ہوتے ہیں جو خدا اور بندے کے سوا کوئی نہیں جان سکتا....شاید ناہید بھی میرے انھی رازوں میں سے ایک راز بن چکی تھی۔

رات بارہ بجے تک باتوں کا دور چلتا رہا مگر میرا دھیان گھر میں اٹکا ہوا تھا۔ خرم تاڑ گیا۔

''اوہو....آج عامر صاحب کہیں اور ہیں'' وہ شرارت سے مسکرایا۔

''او نہیں یار!....بس ایسے ہی دماغ الجھا ہوا ہے.....صبح ذرا آفس میں ٹینشن ہو گئی تھی''، میں نے فوراً بات بنائی۔

''اوساڈی کسے بھابھی نال لڑائی تے نئیں ہوگئی'' عرفان بھائی نے مسکرا کر میرے کندھے پر ہاتھ مارا۔

''اوئے عامر!...صحیح صحیح بتا....آجکل کتنی ہیں تیرے پاس'' بھٹی کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔

''ایسی کوئی بات نہیں .... تمھیں پتا ہے کہ صرف فریحہ سے میری کبھی کبھی

بات ہوجاتی ہے'' میں نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

''تو بڑا.....ہے'' بھٹی نے مجھے نہایت ہی فحش گالی دی ''یار! کوئی نمبر مجھے بھی دے نا''

''خرم سے لے لو....اس کے پاس تو میلا لگا رہتا ہے'' میں نے توپوں کا رخ خرم کی جانب موڑ دیا۔اس نے فٹ اپنا موبائل نکالا اور بھٹی کو نمبر بتانے لگا۔

''عامر! خیر ہے نا.....تو کچھ کھویا کھویا سا ہے'' عرفان بھائی نے متفکر نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بھائی!....کوئی بات نہیں....بس آفس میں پنگا ہو گیا تھا''

''چل چھوڑ۔ٹینشن نہ لیا کر'' انھوں نے کہا تو میں بھی سر جھٹک کر ان کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا۔

میں گھر پہنچا تو پتا چلا کہ پوری گلی کی لائٹ آف ہے۔ٹرانسفارمر اڑ گیا تھا۔ موبائل کی لائٹ جلا کر میں نے بڑی مشکل سے ایک موم بتی ڈھونڈی اور لاؤنج میں آ گیا۔

''سوری یار! میں لیٹ ہو گیا'' میں نے ناہید کو مخاطب کیا۔

''کوئی بات نہیں ...اچھا آپ کپڑے تبدیل کر لیں پھر بات کریں گے'' اس کے انداز میں اپنائیت تھی۔

کپڑے تبدیل کر کے میں گرما گرم چائے لے کر لاؤنج میں آ بیٹھا۔

''جی جناب!....کیسا دن گزرا آج کا'' ناہید نے استفسار کیا۔

''بہت برا'' میں نے منہ بنایا۔

''اوہ...کیوں کیا ہوا؟''وہ پریشان سی ہوگئی۔میں نے مختصر لفظوں میں اسے رات تک کی تمام روداد سنادی۔

''کوئی بات نہیں۔ایسا تو ہوتا رہتا ہے....گھبرایا مت کریں'' اس نے مجھے تسلی دی۔

''ہاں ہاں.....میں نے کب کہا کہ میں پریشان ہوں.....بس ذرا موڈ آف تھا میرا مگر اب ٹھیک ہوں'' میں نے چائے کا گھونٹ بھرا۔

''اچھا آج ذرا تفصیلی تعارف ہوجائے پھر....کیا خیال ہے''

''جیسے آپ کی مرضی.... پوچھیں کیا پوچھنا ہے''

''نہیں پوچھنا تو کچھ خاص نہیں۔بس گپ شپ لگاتے ہیں ...ایک دوسرے کو دریافت کرتے ہیں کہ کون کتنے پانی میں ہے....آ جاؤ ذرا میدان میں'' میں نے سگریٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''آپ سگریٹ بہت پیتے ہیں'' ناہید نے اعتراض کیا۔

''میری مجبوری ہے .... ہائے کیا کریں کہ جینا بہت دشوار ہے'' میں نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

''ویسے مجھے سگریٹ کا دھواں اچھا لگتا ہے''وہ مسکرائی۔

''تمھیں نہیں....میرا خیال ہے سبھی عورتوں کو سگریٹ کا دھواں اچھا لگتا ہے اور ویسے بھی جب ہم مردوں کو عورتوں کی لپ سٹک اچھی لگتی ہے تو ہماری سگریٹ کا دھواں بھی قابل قبول ہونا چاہیے''میں نے آنکھ بھر کر اسے دیکھا۔

''اچھا بابا!....آپ کچھ پوچھنے جارہے تھے'' اس نے مجھے یاد دلایا۔

’’اچھا.. ہاں....کس کس کو پڑھا ہے تم نے‘‘میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

’’میں نے تقریباً سبھی کو پڑھا ہے‘‘

’’مثلاً....اشفاق احمد، بانو قدسیہ،منٹو،قدرت اللہ شہاب،ممتاز مفتی،کرشن چندر،عصمت چغتائی ....‘‘ اس سے پہلے کہ وہ مزید نام لیتی میں نے اسے روک دیا۔

’’بس بس....اتنا ہی کافی ہے....راجا گدھ تو ضرور پڑھا ہوگا‘‘ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

’’چار بار پڑھ چکی ہوں‘‘ وہ بھی سنجیدہ ہوگئی۔

’’کیسا لگا‘‘میں نے جانچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

’’بانو قدسیہ بہت complicated لکھتی ہیں ....ہے نا‘‘ ناہید نے گیند میرے کورٹ میں پھینک دی۔

’’تمھیں وہ کس جگہ complicated نظر آئیں‘‘

’’انھوں نے عورت اور مرد کی محبت کے جذبے کو دیوانگی کی سب سے پہلی وجہ قرار دیا ہے‘‘ ناہید نے فتویٰ دیا۔

’’اوہو....تو اس کا مطلب یہ ہے کہ محترمہ کے نزدیک ناول کا سبجکٹ ہی غلط ہے....میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا‘‘

’’جی ہاں....میرے نزدیک یہ ناول ایک غلط سبجیکٹ، ایک بالکل غلط کونسیپٹ پر لکھا گیا ہے‘‘

’’نہیں بی بی!.... بانو قدسیہ نے غلط موضوع نہیں چنا بلکہ آپ اس موضوع

کو سمجھ نہیں سکی ہیں.....ناول عورت اور مرد کے تعلق کو نہیں بلکہ عورت اور مرد کے ناجائز تعلق کو دیوانگی کی سب سے بڑی وجہ کہتا ہے...اور میرا خیال ہے کہ تم جائز اور ناجائز کے فرق کو بخوبی سمجھتی ہو' میں نے وضاحت کی۔

''ناول میں دو مرد ہیں جو لڑکی کی محبت کی علامت ہیں۔ پہلا مرد لڑکی سے محبت کرتا ہے مگر لڑکی کسی اور سے محبت کرتی ہے۔اس لڑکے پر تو چلیں مان لیا کہ دیوانگی طاری ہوگئی مگر لڑکی کیوں دیوانی ہوگئی۔اس کا کیس تو ڈفرنٹ تھا نا'' وہ بھی اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

''ایں....'' میں نے کھسیا کر ادھر ادھر دیکھا۔فرار کے سارے راستے بند تھے۔بے دھیانی میں میرا منہ شاید چرس کا سوٹا لگائے کسی گدھے جیسا ہو جاتا ہے اسی وجہ سے لڑکیاں مجھے دیکھتے ہی ہنس پڑتی ہیں۔ناہید کی بھی ہنسی نکل گئی۔

''ارے آپ کیا ہونقوں کی طرح مجھے گھورے جا رہے ہیں'' ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔

''ناہید!تم بہت خوبصورت ہو'' مجھے ایسا لگا جیسے میں کوئی نہایت ہی عیار قسم کا اور اپنی عقل پر نازاں ایک بوڑھا اداکار ہوں جس نے اپنے علم میں کمی کو تسلیم نہ کرنے کی خاطر محبت جیسی حسین دولت کو بھی داؤ پر لگا دیا ہو۔

''ارے باپ رے....کہیں آپ کو مجھ سے محبت تو نہیں ہونے لگی''

''کل رات خود شراب نے مجھ سے کہا کہ... پی!'' میرے ذہن میں پنکج اداس کی غزل گونجی لیکن میرا یہ شراب اتنی جلدی پینے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔اسی محبت کے طفیل تو پنڈت عامر شہزاد کے لامحدود علم کی دھوتی اترتے اترتے بچ گئی۔

پنڈت پرنام کرتے ہوئے لوٹا۔

''اوکے ناہید!.....میں تو سونے لگا ہوں۔ ورنہ صبح ماسی میرا مرڈر کر دے گی''میں انگڑائی لینے کی بھرپور اداکاری کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے آپ سو جائیں....گڈ نائٹ'' اس نے فکرمندی سے کہا۔ میں نے لائٹ آف کر دی۔

میرے ذہن میں بہت سے لوگ تیزی سے راجا گدھ کو پڑھنے میں مصروف تھے۔ ہر طرف ہا ہا کار مچی ہوئی تھی۔ لٹریچر میں عبور کے مدعی پنڈت عامر شہزاد کا تخت اچانک الٹ گیا تھا۔

''حضرت سلیمانؑ ایک صبح سو کر اٹھے تو انھیں پتا چلا کہ ایک احسان فراموش جن ان کی خادمہ سے مل کر انگشتِ سلیمانی کا مالک بن چکا ہے اور خود حضرت سلیمانؑ کا روپ دھار کر حکومت کرنے لگا ہے''

جب خود ساختہ خدائی کی مے سر کو چڑھنے لگے تو وہ مے کش چاہے عزازیل ہو یا عزت کا انتہائی اونچا درجہ پانے والا مالک ہو، تخت اچانک الٹ دیے جاتے ہیں۔ خدا دکھائی نہیں دیتا تو کیا ہوا اپنے ہونے کا احساس تو دلاتا ہے.....کسی کی ہار میں کسی کی جیت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے..... پنڈت نے سر جھکا لیا۔ شکست کو تسلیم کرتے سمے پنڈت کو لگا اس کا دل ٹوٹ گیا.....اس تصویر نے، اس لڑکی نے پنڈت کو مات دے دی.....ایسی گہری نظر، میں نے زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کی باتوں میں اتنی گہرائی دیکھی.....عام طور پر لڑکیاں پڑھتے ہوئے اتنا گہرا غوطہ نہیں لگاتی ہیں مگر یہاں ماجرا ہی الٹ تھا۔ پنڈت تاراج سلطنت کو دور کسی پہاڑی پر

بیٹھ کر حسرت سے دیکھتا رہا اور سوگواری بڑھتی گئی۔ اس عالم سوگ میں ایسے وقت گزرا جیسے صدیاں لمحوں کا روپ دھارے بھاگ رہی ہوں ...... پھر اس کو رحم آیا..... وہ جس نے سلیمانؑ کی طرح اس پنڈت کا تخت الٹ کر اپنے ہونے کا گونج دار اعلان کیا تھا۔ پنڈت کی جھولی میں ایک ہیرے جیسا خیال ڈال دیا گیا.... علم میں اضافہ کر دیا گیا، سمندر سے ایک بوند ملی اور یہ بوند دنیا کے تمام علم سے بڑھ کر تھی ...... پنڈت نے ہیرے کو ایک نظر دیکھا، اس کی آنکھیں روشنی کے جھپاکے سے چندھیا سی گئیں۔ ہولے ہولے پنڈت کی آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اسے تیز سفید روشنی کے ہیولے نظر آئے۔ چہرے دھندلے تھے مگر نجانے کیسے پنڈت ان کے کرداروں کو بخوبی پہچان سکتا تھا۔

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

پنڈت نے اس جن کو دیکھا، وہ انگشتِ سلیمانی پہنے تھا اور حکومت کرتا تھا۔ پھر اس نے حضرت سلیمانؑ کو نافرمان جن سے اپنی انگوٹھی چھینتے ہوئے دیکھا۔ پنڈت یہ سماں دیکھ کر مبہوت ہوا کہ وہ خود ہی فاتح بھی تھے اور مفتوح بھی..... ان کا سامنا روپ دھارنے والے جنات کی قوم سے تعلق رکھنے والے جن سے ہوا تھا۔ یہ قوم جنات کی سب سے سرکش قوم ہے اور روئے زمین پر حضرت سلیمانؑ کے وقت سے بسیرا کیے ہوئے ہے..... جس جن زادی نے ناہید کو تصویر میں قید کر کے خود اس کا روپ دھار کر راحیل کو ہتھیا لیا تھا وہ جن زادی بھی لازماً اسی قوم سے تعلق رکھتی تھی..... خوش قسمتی سے میں زمین پر آباد جنات کے قبیلوں کے

نام جانتا تھا۔ حیرت اس بات پر تھی کہ جب ناہید نے مجھے اس جن زادی کے روپ دھارنے اور دل میں خیال ڈالنے والے سحر کے بارے میں بتایا تب یہ خیال مجھے کیوں نہ سوجھا...... مجھے اب اچھی طرح پتا تھا کہ وہ جن زادی جنات کے جس قبیلے سے تعلق رکھتی ہے اس کا نام ''لعان'' ہے....اس کے ساتھ ہی روشنی کے ہیولے لرزنے لگے۔ سفید روشنی تیزی سے بڑھی، اتنی تیزی سے کہ پنڈت نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

جب میں نے سانس چھوڑی اور آنکھ کھولی تو پسینے سے شرابور تھا۔ میں نے زندگی میں بہت کم مراقبہ کیا ہے مگر جب بھی کیا ہے دامن میں ایک چمکتا ہوا ہیرا لے کر اٹھا..... پرسکون ہوتے ہی میں آہستہ آہستہ گہری نیند میں جانے لگا۔ خوابوں کی اندھی وادی میں اترنے سے پہلے انسان کی یاداشت اس سے تقریباً چھین لی جاتی ہے۔ نینداور مراقبے میں صرف اتنا ہی فرق ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

دن گزرتے چلے گئے۔ناہید آہستہ آہستہ میرے اندر اترتی چلی گئی۔میں گہرے پانیوں والا پرسکون سمندر تھا۔ایسا مرد کبھی اپنی ذات کی پکڑائی نہیں دیتا اسے اپنی گہرائی پر ناز ہوتا ہے،اسی غرور میں وہ کسی کو اپنے اندر اترنے سے نہیں روکتا۔اسے پتا ہوتا ہے کہ اترنے والا دور تک کبھی نہ پہنچ پائے گا آخر تھک ہار کے حیران سا کنارے پر بیٹھا لہروں کو آتا جاتا دیکھے گا......میں بھی ایسا ہی تھا۔بہت آئے جن کی آنکھوں میں نیلے پانی لہراتے تھے ....میں خاموش،چپ چاپ انھیں اپنے اندر اترتا دیکھتا رہا۔جب وہ کچھ نہ پا سکے تو لوٹ گئے.....سمندر اکیلا ہی اچھا لگتا ہے،دکھ تو ہوتا رہا مگر مجبور تھا،گہرائی خود بخود پیدا ہوتی ہے۔یہ اپنے بس کی بات نہیں کہ خود کو کھود کھود کر گہرا بنا لو....گہرے لوگ تو پیدا ہوتے ہی جان جاتے ہیں کہ وہ کسی کے کام کے نہیں۔

عورت جس کی ملکیت ہوتی ہے بالآخر اس کو فتح کر لیتی ہے اور جسے مات نہ دے سکے اس کی باندی بن کر محبوب بناتی ہے .... جو بے نیاز ہوتا ہے اس کی نیاز مانگی جاتی ہے ..... یہی دستور ہے ۔ جو طالب ہوتا ہے اسے ہمیشہ طلب کرنا پڑتا ہے، بھیک مانگنی پڑتی ہے ۔ مطلوب تو سدا کا بے نیاز ہوتا ہے ۔ یہ بڑی باریک لائن ہے ۔ خود کو سمجھنے کے بھید بھاؤ میں ایک قدم اگر غلط، لائن کے اس پار چلا جائے تو انسان راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے ۔ پھر دعائیں قبول نہیں ہوتیں، کوئی فریاد عرش تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو پاتی ۔

میں نے ہر اس شے سے پیار کیا جس نے مجھے چاہا اور جس نے مجھے نہیں چاہا میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچنا بھی گوارا نہیں کیا ..... پہلے مجھے چاہو، پہلے مجھے مان لو، پھر میں تمھیں ایسی چاہت دوں گا جو تم نے کبھی سوچی نہ ہوگی .... انسان کیا ہے .... سوائے خدا کے عکس کے ..... اس پارہ صفت شے میں خدائی اپنی بے کراں قوت کے ساتھ چمکتی ہے تب کہیں جا کر اسے سمجھ آتی ہے کہ آئینے کا عکس اصل میں اسی کا ہے ۔ شاید اسی لیے ہم سب دن میں کبھی نہ کبھی آئینے کے سامنے 'تلاوت الوجود' کے سزاوار ضرور ہوتے ہیں ۔

اس نے انسان بنائے، پھر قبیلے تا کہ وہ خود کو پہچان سکیں، ایک دوسرے میں فرق روا رکھیں اور شاید اس لیے بھی کہ وہ قتل کر سکیں ۔ لشکر کے لشکر ایک دوسرے کو مارتے کاٹتے آئے ہیں شاید یہ شطرنج کبھی کوئی سمجھ نہ پایا پھر بھی اس پارے نے عکاسی ضرور کی ۔ اس لازوال نے مذاہب کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا، عذاب آئے، جنگ و جدل رواج ٹھہرا .... تو کیا ہوا اس آدم زاد نے بھی کسر نہ چھوڑی ..... یہ مرغ،

کتے، ریچھ پالتا ہے اور انھیں لڑا کر جانے کیسا سکون پاتا ہے۔ آخر کو عکس ٹھہرانا..... خدا کی ہر خدائی صفت انسان میں کہیں نہ کہیں لشکارا ضرور مارتی ہے۔

میں بھی اسی قبیلے کا تھا۔ مجھے ایک مظلوم و ناچار لڑکی ہاتھ آ گئی.....پھر کیا تھا، بن بیٹھا دیوتا....ناہید کے ساتھ ظلم ہوا۔توبہ کتنی عجیب واردات ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو پلک جھپکتے اسے تصویر سے باہر نکال لاتا مگر یہ میرے بس میں نہ تھا.... مجھے اس کے ساتھ جینا چاہیے۔ میری باتوں سے اس کا دل بہلتا رہے۔ وہ بیچاری تھوڑی دیر کے لیے اپنے عذاب کو بھول جائے۔ یہی غنیمت ہے.....اب ساری ساری رات ایک تصویر سے باتیں کرنا کوئی معمولی کام تو نہیں تھا۔ میں اس کے عوض کسی معاوضے کا طلب گار نہ تھا۔ میری ہوس اور قسم کی تھی....بھئی اتنا کچھ اس کی خاطر کر رہا ہوں۔ کم از کم وہ مجھے دیوتا تو مانے۔ میرے آگے جھکے ٹوٹے۔ میری باتیں سن کر حیران ہو۔ میرا اصل چہرہ آہستہ آہستہ بے نقاب ہونے لگا....روز رات کو آفس سے آتے ہی میں کھانا کھا کر چائے بنا کر اس کے سامنے جا بیٹھتا اور باتوں کے دفتر کھل جاتے۔ وہ بہت خوبصورت آواز کی مالک تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی گھنٹوں سن سکتے تھے۔ پہلے اردو ادب کو کھنگالا گیا۔ پھر شاعری کے دن آ گئے۔ میر، آتش۔ سودا، ولی دکنی، غالب، اقبال، سب ہی کو لائن حاضر ہونا پڑا۔ غزل پر غزل پھینکی جاتی۔ مونگ پھلی کا ڈھیر لگ جاتا۔ سگریٹ پر سگریٹ سلگتی۔ زندگی کو ایک نیا تماشا دیکھنے کو ملا۔ فلسفہ، تاریخ، نفسیات، تصوف.....میں نے بڑے پینترے بدل کر دیکھا، بہت روپ دھارے....آخر کو پنڈت تھا۔ اتنا بھی تہی داماں نہ تھا کہ 'ایک' کو زیر نہ کر سکوں مگر بے سود۔ ہر روپ پہچان لیا جاتا۔

ہر روز پنڈت اپنی دھوتی بچائے بھاگ کھڑا ہوتا....میں نے اسے اپنے پروفیشن میں بھی ایک دن گھسیٹ لیا۔

''ڈیزائننگ کا کچھ پتا بھی ہے کہ کیا بلا ہوتی ہے'' میں صبح آفس جانے کے لیے کپڑے استری کر رہا تھا۔

''ہاں پتا ہے کچھ کچھ'' بے نیازی سے جواب دیا گیا۔

''ویری ٹف پروفیشن'' میں نے فوراً نیا روپ دھار لیا۔

''ہاں مجھے پتا ہے کہ بہت مشکل کام ہے''

'' colour sence is everything , you know''

میں نے پہلا تیر چلایا۔

'' آپ نے ابھی بلیک ٹراوزر پریس کیا ہے۔اس کے ساتھ اورنج کلر کی شرٹ....colour sence is everything'' وار بڑا کاری تھا۔میرا تو بینڈ بج گیا۔

''تم خود کو کچھ زیادہ ہی پھنے خاں نہیں سمجھنے لگی ہو''

'' میں...'' ناہید نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''میں تو عام سی لڑکی ہوں، بٹ یو آر جینئیس'' بلا کا طنز تھا اس کے لہجے میں۔

''تمھارے ساتھ بات کرنے سے اچھا ہے میں دیوار سے سر پھوڑ لوں''

''جیسے آپ کی مرضی''معصومیت سے جواب دیا گیا۔

''اچھا...اچھا.... بند کرو یہ لڑائی.میری کھوپڑی سٹک گئی تو بات بڑھ جائے گی'' میں نے جلدی سے کہا اور تیار ہونے چلا گیا۔

اس دن تو بات ختم ہوگئی مگر میں سوچ میں پڑ گیا۔ چھ ماہ ہو رہے تھے اور ان چھ مہینوں میں حالات کافی بدل گئے تھے۔ میرے معمولات زندگی یکسر بدل چکے تھے۔ روزانہ دفتر دیر سے پہنچتا اور پہنچتے ہی گھر جانے کی جلدی پڑ جاتی۔ دوست یار چھوٹتے جا رہے تھے۔ زندگی عجیب رنگ میں رنگی گئی تھی۔ فلیٹ بے ترتیبی کی حالت میں رہتا.... ناہید نے مجھے کئی بار ٹوکا بھی مگر میں کچھ کرنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ پرائیویٹ کام تو تقریباً ختم ہو چکا تھا۔

یہ مجھے ہوتا کیا جا رہا ہے۔ میں کیا بنتا جا رہا ہوں ..... میں نے اپنے آپ سے سوال کیا..... میں ناہید میں انوالو ہوتا جا رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار مجھے طلب محسوس ہوئی تھی۔ میں اس پیاس سے پہلی بار آشنا ہوا تھا کہ کوئی مجھے اچھا لگنے لگا ہے مگر اس کے ساتھ ہی کہ اسے میں کیسا لگتا ہوں..... پہلی بار یہ سوال درپیش آیا تھا۔ اس کا علم بے حد وسیع تھا اور مجھ پر یہ بات بارہا تجربات کے بعد واضح ہو چکی تھی کہ میں علم کے زور پر اسے ہرگز زیر نہ کر پاؤں گا..... سیر کو سوا سیر ٹکر گیا...... تب مجھ پر یہ انکشاف ہوا۔ مجھے ناہید سے محبت ہو رہی تھی، بہت تیزی سے میرے ارد گرد محبت کا ایک حصار سا بنتا چلا جا رہا تھا۔

اف.... میرا دل بیٹھ گیا..... ناہید سے محبت.... کیسے.... وہ تو ہزاروں سال اس تصویر میں قید ہو کر گزار دے گی۔ پھر بھی اسے صرف موت ہی رہائی دلائے گی..... میرا دل دکھ سے بھر گیا جیسے اخبار میں کسی بھیک مانگتے ہوئے بے بسی کا شکار چھوٹے سے معصوم بچے کی تصویر دیکھ کر ہم سب کا دل دکھ سے بھر آتا ہے۔

ناہید اپنا انجام جانتی تھی۔ پھر بھی میرے ساتھ زندہ رہنے کی کوشش کر رہی

تھی، بے بسی کی ایسی تصویر میں نے زندگی بھر نہیں دیکھی تھی.... پھر مجھے اپنا خیال آیا..... کیا میری قسمت میں ایک تصویر سے محبت لکھی تھی۔ کوئی تمام عمر ایک تصویر کے سہارے کیسے گزار سکتا ہے.... میں نے اس کے بغیر جینے کا سوچا ہی تھا کہ میری آنکھوں کے سامنے کا منظر گدلا ہونا شروع ہو گیا۔ آنکھ کے جس آئینے سے میں سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا وہ میرے آنسوؤں سے دھندلا سا گیا..... میں رو رہا تھا..... اپنے بھیانک انجام کے کرب سے، اس محبت کے درد سے جو ابھی ابھی میرے دل سے اٹھا تھا یا ناہید کی قید کے جان لیوا احساس سے ... میں اور میرا پنڈت دونوں رو رہے تھے۔

رونا پڑ ہی جاتا ہے۔ ہم کتنے بھی بہادر کیوں نہ بنیں، ہمارا دل پتھر ہو چکا ہو مگر پھر بھی ہمیں کبھی نہ کبھی رونا پڑتا ہے، کسی بچے کی طرح ..... رونا عین فطرت ہے..... اور ویسے بھی محبت تو پہلے خراج میں ہی آنسو طلب کرتی ہے... حضرت آدمؑ جب زمین پر اتارے گئے تو انھوں نے پہلا خراج آنسوؤں ہی کا دیا تھا۔ خدا سے دیس نکالا ملنے پر انسان، وہ پہلا انسان جسے طالب اور مطلوب دونوں سے محروم کر دیا گیا تھا، ایسے ٹوٹے دل سے رویا کہ فرشتے کی آنکھ بھر آئی۔ روئے زمین نے آج سے پہلے نہ وہ وقت دیکھا تھا اور نہ ہی آج کے بعد کبھی دیکھ پائے گی.... وہ وقت جب جبرائیلؑ آدمؑ کے ساتھ بیٹھ کر روئے۔ ان کے حق میں فریاد کی۔ فرشتے نے تا قیامت صرف ایک بار آدم کا دکھ محسوس کیا..... جب اسے جنت سے نکالا گیا.... شاید کسی بات پر کوئی بہت غضبناک ہو گیا تھا۔

میرے گلو میں ہے اک نغمہ جبرائیل آشوب
جسے سنبھال کے رکھا ہے لا مکاں کے لیے

اقبال واقعی قیامت کی نظر رکھتے تھے۔

گھر تک پہنچتے پہنچتے میں نے گلے میں ناہید سے لاحاصل محبت کا طوق پہن لیا تھا.....آج لاؤنج کی لائٹ عامر نے نہیں اور نہ پنڈت نے ہی بجھائی....آج میں طالب تھا، غلام بن چکا تھا۔ بڑی مشکل سے ناہید کے ساتھ دو گھنٹے ادھر ادھر کی باتیں کر کے گزارے۔

اصل میں میرا دھیان آج مراقبے میں تھا.....مراقبے میں آپ کیا جاننا چاہتے ہیں....کس بات کا فیصلہ آپ سے نہیں ہو رہا....کیا دیکھنا چاہتے ہیں.... ایسی سب ضروری باتوں کو مراقبے سے کم از کم ایک گھنٹا پہلے آپ کو ضرور سوچنا چاہیے۔ ورنہ دھیان منتشر رہتا ہے۔

ناہید جب سے آئی تھی میں نے صرف ایک بار مراقبہ کیا تھا۔ آج پھر میرا یہی ارادہ تھا۔ اس لیے میں ناہید کو گڈ نائٹ کہہ کر کمپیوٹر روم میں لیٹنے آ گیا۔ ناہید جانتی تھی کہ میں کبھی کبھار مراقبہ کیا کرتا ہوں۔ اسے مراقبے پر کوئی اعتراض تو نہیں تھا مگر وہ اس کے حق میں بھی نہ تھی۔ اس کے نزدیک مراقبہ meditation کرنا نہ کرنا ایک برابر تھا۔

میں شام سے ناہید کے بارے میں سوچ رہا تھا مگر کسی فیصلے پر پہنچنے سے قاصر تھا۔ اس نے میری ساری کوششوں کے باوجود کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالی تھی جس سے مجھے احساس ہو کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے.....وہ اپنائیت، وہ

معنی خیز باتیں، وہ انداز دلربائی، اس لیے بھی تو ہوسکتا تھا کہ وہ مجھے صرف ایک سہارا سمجھتی ہو، ایک دوست جس کے سہارے وہ جی سکے .... ہوسکتا تھا .... بلکہ غالب امکان یہی تھا کہ اس کے دل میں اب بھی راحیل جھنڈا گاڑے بیٹھا ہو۔

سانس کا چکر مکمل کر کے میں دھیان میں چلا گیا۔ میں اس وقت 'کنول آسن' میں تھا۔ اس آسن کی خاص بات یہ ہے کہ اس دھیان میں گیانی اپنی روح، اپنے نفس یعنی ہم زاد، اپنے دل و دماغ سے بذریعہ مختلف اجسام لطیفی اپنی حالت بیان کرتا ہے اور ان کے حالات، خیالات سے باخبر ہوتا ہے .... پہلے مجھے کچی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو آئی۔ یہ اس بات کی نشانی تھی کہ لاشعور، شعور پر غالب آ رہا ہے اور روح لطیف ہو رہی ہے .... آنکھوں کے آگے بدستور اندھیرا چھایا تھا مگر اس سیاہی میں ہیولے نظر آ رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ تاریکی چھٹنے لگی .... جب منظر میں تمام رنگ بھر دیے گئے تو وقت نے اپنی چالیں روک دیں۔ اب شطرنج پر صرف میں کھیل رہا تھا۔ اندر کی دنیا میں وقت کا گزر نہیں ہوتا۔

دربار لگا ہوا تھا۔ پوچھ گچھ سے پتا چلا کہ راجا اندر کا دربار ہے۔ میرا سامنا اپنے نفس سے ہو گیا ..... مدت ہوئی اس راجا نے دل پر اپنے لشکر دوڑا دیئے تھے۔ اب وہاں راجا کا دربار لگا کرتا تھا جہاں کبھی تتلیوں کا، جگنوؤں کا اور کچھ معصوم خواہشات کا شہر بستا تھا ..... عامر شہزاد حاضر ہو .... منادی ہوئی .... میں خائف سا الجھا سا اس کے سامنے کورنش بجا لایا۔ میں راجا سے ہمیشہ اکھڑا اکھڑا ہی رہا۔ میرے نزدیک راستے کا سب سے بڑا پتھر راجا ہی تھا مگر کیا کرتا، مجبور تھا۔ دل سے جتنے بھی فیصلے صادر ہوتے تھے ان پر راجا کی مہر لگی ہوتی تھی۔ رعایا

طاقتور ہو یا کمزور آخر رعایا ہوتی ہے۔

''یہ کیا پاکھنڈ مچا رکھا ہے'' آج راجا بہت غضبناک تھا۔

''پاکھنڈ.....کیسا پاکھنڈ راجا جی!....''

''وہی اس تصویر کا.....یہ سالی تصویر سے کب ہماری جان چھوٹے گی''

''راجا! حد سے مت گزر'' میں تصویر کا سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گیا۔''یہ میرا مسئلہ ہے۔تمھیں ٹانگ اڑانے کی کوئی ضرورت نہیں''

میں نے کہا تو راجا کی آنکھیں باہر نکل آئیں''عزت سے بات کیا کر، ورنہ آنکھیں نکلوا دوں گا تیری''

راجا بھی خوب جانتا تھا کہ میں اس کی سلطنت کے لیے بہت بڑا خطرہ تھا۔ دونوں ملک طاقتور تھے۔اسی لیے آپس میں الجھتے تو تھے مگر جنگ کی ابتدا کرنے کی ہمت کسی میں نہ تھی اس لیے مجبوراً ایک دوسرے کو برداشت کر رہے تھے۔ راجا بے حد جاہل اور اجڈ تو تھا ہی طرہ یہ کہ گالیاں بھی فراٹے سے دیا کرتا تھا۔ باہر کی دنیا کے بارے میں اس کی رائے نہایت ہی فحش تھی۔وہ اکثر گالم گلوچ کو اپنی خاندانی وراثت کہا کرتا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔تیرا مسئلہ تو جانے.... پر مجھے یہ بتا کہ میرا قصور کیا ہے.... میرا دھندا سال سے چوپٹ پڑا ہے۔اس کا دھیان کون کرے گا۔ ہر وقت تو اس.....تصویر کی گودی چڑھا رہتا ہے۔میرے لیے تیرے پاس وقت ہی نہیں'' جہاں پناہ کے منہ سے غضب کے مارے جھاگ نکلنے لگی۔

''وہ لڑکیاں کہاں بھگا دیں تو نے.....ہمارا تو حرم ہی خالی کر دیا.....سالے! تو

نے جھاڑو پھیر دیا‘‘ راجا اب چیخنے چلانے لگا۔

ذہن رسا نے راجا کے کان میں سرگوشی کی۔

’’سرکار! یہ اس تصویر کے سامنے دیوتا بننے کی کوشش میں ہے....ایسا لگتا ہے یہ ہوس سے بے گانہ ہوا جاتا ہے‘‘ راجا یہ سن کر کانپ اٹھا۔

’’تو کیا اب انقلاب لائے گا....ہونہہ....نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی....واہ جی واہ... جب تک ہم ہیں ایسا کبھی نہ ہونے دیں گے... یاد رکھ یہ پیسا، سٹیٹس، یہ نوکری، سب ہمارا دیا ہے۔غداری کا بھول کر بھی مت سوچنا ورنہ فقیر ہو جائے گا اور مجھے بھی مروا دے گا‘‘ راجا بہت دکھی دکھائی دیتا تھا‘‘ پہلے کبھی کبھی مست موسم میں دو چار گھونٹ پی لیتے تھے۔ ناریوں کی چہکتی آوازوں سے دیوان گونجا کرتے تھے۔رات بھر بھر کر مستی چھلکا یا کرتی تھیں.... بس بس بہت ہو گیا....اب ہم سے رہا نہیں جاتا‘‘

پھر تو تکرار شروع ہو گئی۔

’’راجا! یہ باہر کا مسئلہ ہے۔باہر میرا راج ہے۔میرے راج پاٹ میں دخل نہ دے‘‘ میں نے دوٹوک جواب دیا۔

راجا مکاری سے مسکرایا۔’’ہائے ....میرے چاند اگر باہر تیرا راج ہے تو تیرے اندر ہمارا سنگھاسن لگا ہے، تو یہ کیوں بھول جاتا ہے‘‘

’’تو نے جواب تک کہا میں نے کیا....اب میری باری ہے۔جو مجھے ٹھیک لگتا ہے، میں کروں گا‘‘ میں بھی ڈٹ گیا۔راجا نے تخت پر چڑھ کر مجھے گالیاں بکنی شروع کر دیں۔

''تیری.....تو ہوتا کون ہے اپنا فیصلہ خود ہی کرنے والا۔ہم یہاں بیٹھ کر کیا گھاس کھائیں گے۔اگر تو نے کچھ الٹا سیدھا کر دیا تو....ارے ذرا اس کے یار کو تو بلاؤ۔وہ کیا نام ہے اس ماں..... بلاؤ اس پنڈت کو....وہی اس کے کان میں الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔سالا کتاب کا کیڑا...''

''میں تو پہلے سے ہی یہاں ہوں......'' پنڈت کی گھگی بندھ گئی۔

''کیوں بے ناہنجار!...... یہ تم دونوں نے کیا چکر چلا رکھا ہے۔ پنڈت جی! کوئی ہوش بھی ہے یا دماغ بالکل ہی فارغ ہو گیا ہے پڑھ پڑھ کر'' راجا اس کے سر ہو گیا۔ پنڈت تھا تو میرا طرف دار مگر وہ راجا سے بھی ڈرتا تھا اور کچھ کچھ راجا کا چوری چھپے ساتھ بھی دیا کرتا تھا۔اس کا ماننا تھا کہ راجا سے بنا کر رکھنے میں ہی عافیت ہے۔اس بار بھی اس نے ایسا ہی کیا۔

''راجا! میں نے تو بہت کوشش کی، بڑے داؤ کھیلے۔میں تو خود یہی چاہتا تھا کہ چلو پہلے جیسا وقت نہ سہی اگر یہ تصویر والی لڑکی ہاتھ آ جائے تو کم از کم راجا جی عشق لا حاصل کا ناٹک تو دیکھ سکیں گے'' پنڈت کی بات سن کر راجا کے چہرے پر نرمی آ گئی۔

''پنڈت! تجھے میرا احساس ہے مگر اس...کو نہیں''

'راجا جی! اس بالک کا قصور نہیں۔ناری بہت تیز ہے، زیر نہیں ہوئی کیا کریں'' اب پنڈت نے میری طرفداری کی۔

''ہاں وہ تو میں بھی جانتا ہوں'' راجا کے چہرے پر فکرمندی کے سائے لہرانے لگے۔

''چلو جو قسمت میں تھا وہ تو ہو چکا۔اب آگے کیا کرنا ہے مل بیٹھ کر مشورہ کر لو....خدا کے لیے کچھ کرو میرا برا حال ہے'' راجا کی سوئی پھر وہیں اٹک گئی۔

''میری مانو بس چپ چاپ ناہید سے محبت کیے جاؤ....میں اس کے بغیر دھڑک نہ پاؤں گا۔یہ محبت تمھارا دامن پھولوں سے بھر دے گی۔لا حاصل عشق کرلو،فنا ہو جاؤ'' شکست خوردہ دل نے راجا کو نرم پڑتے دیکھ کر ہمت دکھلائی۔

''لو اس کی سن لو....ایک تو یہ صوفی ہماری جان کو چمٹ گیا ہے'' راجا نے تمسخر سے قہقہہ لگایا۔

''چپ کر کے بیٹھ رہ۔تو اس قابل ہوتا تو میری کیا مجال تھی کہ تیرا تخت تاراج کرسکوں.....مجبوری ہے....اگر تیرے بغیر ہمارا جینا ممکن ہوتا تو کب کا تجھے پتھر کر دیتے'' راجا نے دانت پیسے۔دل نے اپنا سر جھکا لیا اور پھر ایک لفظ نہ بولا....چپ چاپ دھڑکنے لگا۔

راجا، میں اور پنڈت تینوں خاموش تھے۔ ہر کوئی سوچ میں ڈوبا تھا۔

راجا نے اپنی جھاڑ جھنکار ڈاڑھی میں ہاتھ پھیرا اور بولا ''ہوں...مسئلہ ٹیڑھا ہے۔اس کا حل بھی ٹیڑھا ہی ہوگا''

مجھے پتا تھا کہ راجا کے ٹیڑھے دماغ سے سیدھی بات نکلنا ناممکن ہے لیکن خاموش تھا۔

''تو ایسا کر کہ اس تصویر کو اٹھا کر دور پھینک آ....اس کے بعد فریحہ کو بلائیں گے۔واہ کیا ناری تھی....ارے ہم کو تو وہ رات ہی نہیں بھولتی....لڑکی کیا تھی پٹاخا تھی....کیوں پنڈت! تو بھی تو اس رات اسے جھوم جھوم کر غزلیں سنا تا تھا'' وہ

خباثت سے ہنسا۔ پنڈت نے کھسیا کر مدد کے لیے میری طرف دیکھا۔

میں دل کا فیصلہ سن چکا تھا۔ مجھے پتا تھا، پنڈت اور من کا صوفی میرے ساتھ تھے۔ پھر بھی ہم تینوں کو راجا کی کوئی نہ کوئی بات ماننا ہی تھی ۔اب بحث ہونے لگی.....دل بھی شہ پا کر اونچے سروں میں بولنے لگا...راجا کو سب سے زیادہ فکر اپنی تھی ۔اس کے نزدیک اس کا حق مارا جا رہا تھا۔

''ٹھیک، تم تینوں ....کی یہی مرضی ہے، تو ٹھیک ہے کرو اپنی مرضی'' راجا نے بیک وقت ہم تینوں کو ایک ہی گالی سے نوازا۔

''مگر میری ایک شرط ہے ورنہ پھر جنگ ہوگی'' راجا نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

اب میں گھبرا گیا۔ پہلے ہی زندگی اس قدر تلخ تھی ۔اب میں یہ نیا بکھیڑا برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

''تم اپنی شرط بولو'' میں نے خوف زدہ ہو کر پوچھا۔

''ہوں'' راجا نے مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں تول کر ہنکارا بھرا'' ٹھیک ہے تمھیں ناہید سے محبت ہو گئی ہے ۔ضرور کرو ۔میری عیاشی بند ہو گئی ہے کوئی بات نہیں....میں برداشت کروں گا۔آخر راجا رعایا کے لیے قربانی دیا ہی کرتے ہیں...مگر مجھے کیا ملے گا اس سارے جھنجھٹ میں تمھارا ساتھ دینے کے بعد؟'' وہ مکروہ ہنسی ہنسا۔

''تمھیں کیا چاہیے'' میں نے اسے گھورا۔

''ہائے....ہائے....بالک تو تو خوب جانتا ہے مجھے کیا چاہیے'' راجا نے

مجھے آنکھ ماری۔

''نہیں، مجھے نہیں پتا کہ تو کیا چاہتا ہے'' میں انجان بن گیا۔

''اچھا.....چل میں بتا دیتا ہوں۔میری کون سی پگڑی ڈھیلی ہو جائے گی.... ارے یہ راجا کی پگڑی ہے کوئی پنڈت کی دھوتی تھوڑی ہے....ہی ہی ہی'' وہ ہنستے ہنستے دوہرا ہو گیا۔

''مجھے تو روز لگتا تھا کہ اب پنڈت کی دھوتی اترے کہ اب اترے پر سالا بھاگ جاتا تھا....کیوں بے پنڈت؟....''

پنڈت رونی صورت بنا کر بیٹھ گیا۔ پھر پنڈت گرم ہو گیا'' راجا! تو بڑا بے شرم آدمی ہے۔خدا کا خوف کیا کر....کیا منہ دکھائے گا اللہ کو مرنے کے بعد''

''لو....منہ تو یہ دکھائے گا'' اس نے میری طرف اشارہ کیا'' ہم تو اندر ہیں۔ہم کیا جانیں یہ باہر کیا کرتا پھرتا ہے....کاش پنڈت میں تیری دھوتی.....''. راجا پنڈت کو رلانے پر تلا بیٹھا تھا۔

میں نے مداخلت کی'' اچھا چھوڑو۔تم بتاؤ کیا شرط ہے تمھاری؟''

راجا اٹھ کر بڑے غرور سے میرے پاس آ پہنچا۔اس کی آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں۔

''میری شرط یہ ہے کہ مجھے ناہید کا جسم چاہیے۔تو جانتا ہے میں ساری عمر تیرے ساتھ یونہی مارا مارا نہیں پھر سکتا۔اگر تو اس سے عشق کرتا ہے تو کر۔میں بیچ میں نہیں آؤں گا۔میری طرف سے تجھے تنگی نہیں ہو گی...مگر اس کو تصویر سے باہر نکال'' راجا نے دھماکا کیا۔

''میں کیسے.....میں کیسے نکالوں اسے باہر...'' میں گڑگڑایا۔پنڈت کے بھی توتے اڑ گئے۔

''یہ تیرا دردسر ہے...مجھے جو چاہیے وہ مجھے ملے گا تو معاملہ طے ہوسکتا ہے ورنہ جنگ کرو''

''راجا! کچھ تو ترس کھا۔مجھے اس سے پیار ہوگیا ہے۔میں سب لڑکیوں کو بھول چکا ہوں۔وہ مجھے اس روپ میں دیکھے گی تو اسے بے حد دکھ ہوگا'' میں نے دہائی دی۔

راجا فوراً بولا''تو میں نے کب کہا کہ اسے دکھ دو....کرو باتیں ساری رات اس دکھیا سے ....اجاڑو اپنی اور ساتھ میری بھی زندگی .... یہ سالا پنڈت خود تو مرے گا ساتھ ہمیں بھی مروائے گا'' راجا نے پھر پنڈت کی ٹانگ گھسیٹ لی۔

''راجا! دیکھ، مجھے بیچ میں مت گھسیٹ'' پنڈت جل بھن گیا۔

''دیکھ تو اس سے محبت کرتا ہے نا۔کرتا رہ....بس ایک کام اور کر۔اسے باہر نکال اور ساری زندگی اپنے ساتھ رکھ۔تیری اور میری ہم دونوں کی اسی میں بھلائی ہے.....سمجھ جا مورکھ ورنہ پچھتائے گا'' راجا نے میرے کان میں سرگوشی کی اور مورکھ سمجھ گیا۔راجا خوش ہوگیا۔

''ٹھیک ہے تو پھر اب اسے باہر نکالنے کا سوچو۔میں ہر قدم تمھارے ساتھ ہوں'' راجا دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔اب میں اور پنڈت اکیلے رہ گئے۔

''عامر! اب کیا کروگے؟'' پنڈت بہت پریشان تھا''ویسے کہتا تو راجا بھی ٹھیک ہی ہے۔تم ساری عمر اس تصویر کے سہارے نہیں گزار سکتے....اب اگر پیچھے

نہیں ہٹ سکتے تو رکنے کا کیا فائدہ۔آگے بڑھنا پڑے گا۔اگر یہیں پڑاؤ ڈالے رہے تو سب مارے جائیں گے راجا نے ٹھیک کہا ہے''

''پنڈت جی! مجھے پتا ہے راجا نے ٹھیک کہا ہے مگر میں اسے باہر کیسے نکال سکتا ہوں۔اس کی دشمن انسان نہیں جن زادی ہے اور میں کوئی عامل یا جادوگر تو نہیں کہ سحر کا توڑ کر سکوں'' میں نے بے چارگی سے سر جھکا لیا۔پنڈت نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''سنو!اس کام سے پہلے بھی تمھیں کچھ کرنا ہے.....تمھیں ناہید کو بتانا ہے کہ تم اس کو چاہنے لگے ہو.... پہلے اس کا دل تو جیت لو پھر سوچیں گے کہ پوری ناہید کو کیسے جیتنا ہے''

میں چونک گیا....یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا۔

''ٹھیک ہے پنڈت جی!....میں کل ناہید سے بات کروں گا''

پنڈت نے سر ہلایا اور اٹھ کر چل دیا۔پھر ہیولے تاریکی میں گم ہونے لگے اور میں حواس کی دنیا میں لوٹ آیا......بستر پر لیٹا سوچتا رہا، فیصلہ تو ہو چکا تھا۔اب مجھے ناہید سے بات کرنی تھی مگر میں اپنی ناکامی سے خوف زدہ تھا....پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ ناہید کو حاصل کرنے کا ارادہ مجھے بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

میں ناہید کو ان سات مہینوں میں کئی بار اشاروں کنائیوں میں پیغام محبت دے چکا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں اس کے دامِ الفت میں گرفتار ہو چکا ہوں مگر جانے اس کے دل میں کیا تھا۔ اس نے ہر بار میری وارفتگی کو مذاق میں بدل دیا تھا۔ وہ ابھی تک راحیل کی تھی یا پھر شاید مجھے اس عشق لا حاصل سے بچانا چاہتی تھی۔ جو بھی تھا مگر میں اب حقیقت جانے بغیر رہنے والا نہ تھا.....جیسے جیسے دن گزرتے جا رہے تھے، میری بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میرے مزاج میں الجھن آ گئی تھی، بہت چڑ چڑا ہوتا جا رہا تھا میں، دل چاہتا تھا کہ کسی سے بات نہ کروں.....ناہید نے ایک دن مجھے گھیر لیا۔

''عامر! کیا بات ہے؟''

''ہوں.....'' میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ میں اس وقت اپنی ای میلز دیکھ رہا تھا۔

''کیا مطلب....کیا بات...میں سمجھا نہیں؟''

''عامر! کیا ہوتا جا رہا ہے آپ کو....دس دن سے میں تماشا دیکھ رہی ہوں۔ مجھ سے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتے۔گھر آتے ہی کمپیوٹر پر بیٹھ جاتے ہو.... کیا مجھ سے کوئی شکایت ہے'' اس نے مجھے ٹٹولا۔

''نہیں..ایسی کوئی بات نہیں''میں نے آنکھیں سکرین پر گاڑے رکھیں۔

''پھر آپ کو کیا ہو گیا ہے....آپ پہلے جیسے نہیں رہے'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''تمھارا دماغ خراب ہے اور کوئی بات نہیں'' میں بھڑک اٹھا۔

وہ ایسے مواقع پر ہمیشہ خاموش ہو جایا کرتی تھی۔ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس نے آنکھیں جھکا لیں۔اتنی دیر میں میرے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔میں نے دیکھا تو فریحہ کا نمبر سکرین پر آ رہا تھا.....ایک لمحے میں میرے دماغ میں شیطانی منصوبہ تیار ہو گیا.....ابھی بتا تا ہوں کہ اس ناہید کی بچی کی اوقات کیا ہے.....اگر میں جل رہا ہوں تو اسے بھی اسی آگ میں جلنا پڑے گا۔

''ہیلو.....'' میں نے فون اٹھا لیا۔

''یار! کدھر غائب ہو۔حد ہو گئی....او خدا کے بندے رابطہ تو کر لیا کر میرے ساتھ'' فریحہ نے چھوٹتے ہی گلے شکووں کے انبار لگا دیے۔

''بس کچھ مصروفیت ہی ایسی ہو گئی کہ ہوش ہی نہیں رہا تھا...تم سناؤ۔کیسی ہو'' میرا دماغ تانے بانے بننے میں تیزی سے مصروف تھا۔ناہید کی تصویر اس گھر میں لانے سے پہلے میری زندگی کافی رنگین گزر رہی تھی۔بہت سی لڑکیوں سے دوستی تھی ۔ان میں سے اکثر میرے فلیٹ پر بھی آ چکی تھیں۔فریحہ بھی ان میں سے ایک تھی۔

''میں تو ٹھیک ہوں لیکن دماغ ٹھیک نہیں میرا'' فریحہ نے بے زاری سے کہا۔

''کیوں...کیا ہوا؟''

اب میں چوکنا ہو گیا۔فریحہ میری مدد کر سکتی تھی۔میں اسے استعمال کر سکتا تھا۔راجا جی تو فیصلہ سنا کر اور شرط بتا کر نکل گئے تھے مگر مجھے تو ناہید کو سب کچھ بتانا تھا اور میں کسی طور برداشت کرنے کو تیار نہ تھا کہ مجھے ناکامی ہو۔اگر مجھے اس کو بتانا تھا تو پھر اسے جیتنا میری ضد تھی۔میرے پاس اس وقت اس مسئلے کا یہی حل تھا کہ میں براہ راست ناہید سے بات کرنے کا خطرہ مول لینے کی بجائے فریحہ کو استعمال کروں۔اگر ناہید مجھ سے محبت کرتی ہے تو اس کے چہرے پر کوئی سایہ تو لہرائے گا جب میں فریحہ سے دھیمی دھیمی باتیں کروں گا......مجھے بس یہ سایہ دیکھنا تھا۔باقی کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا۔اسی سوچ میں گم میں فریحہ سے بے تکلفی سے باتیں کرنے لگا۔

''میری جان کا دماغ کس کم بخت نے خراب کر دیا'' میں نے کسی گھٹیا درجے کے عاشق کی طرح لچر پن کا مظاہرہ کیا۔

فریحہ ایک نمبر کی گھاگ لڑکی تھی فوراً سمجھ گئی ''تم نے خراب کیا ہوا ہے میرا دماغ...آج تمھاری بہت یاد آ رہی ہے....عامر!قسم سے....تم نے تو مجھے ٹشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا بے وفا انسان!.......مگر میں ابھی تک تمھارے ساتھ گزارے لمحے یاد کرتی ہوں''

اس کی باتیں ہوس انگیز تھیں۔میں نے دل میں سوچا کمینی خود پتا نہیں میرے جیسے کتنے کھا گئی پھر بھی اس کا دل نہیں بھرتا۔

''ہائے ہائے....کیا یاد دلا دیا فریحہ جی!'' میں نے انگڑائی لیتے ہوئے کن اکھیوں سے ناہید کا جائزہ لیا۔ وہ ٹی وی کی طرف دیکھ رہی تھی مگر صاف پتا چل رہا تھا کہ اس کے کان میری باتوں پر لگے ہوئے ہیں۔

''عامر! آج ویک اینڈ ہے....اور ویسے بھی ابھی صرف دس بجے ہیں اگر تم کہو تو میں تمھارے پاس آ جاؤں'' اس نے کہا تو میرے ہاتھ سے موبائل چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ سارا کھیل الٹنے والا تھا۔

''نہیں ....مم .....میرا مطلب ہے آج میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ۔ میں بس سونے ہی والا تھا۔ آج دفتر میں بھی سر درد کرتا رہا ہے''

''میں دبا دوں گی نا'' اس نے بچوں کی طرح ضد کی۔

''یار فریحہ! پلیز.....ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ....میں واقعی ٹھیک نہیں''

''کسی اور کو تو فلیٹ میں گھسا نہیں رکھا'' اس کمینی کو مجھ پر کچھ اور ہی شک ہو گیا تھا۔

''او نہیں بابا!....ایسی ویسی کوئی بات نہیں''

''اچھا ٹھیک ہے جیسے تمھاری مرضی'' اس نے مایوسی سے کہا۔

موبائل ٹیبل پر رکھ کر میں ناہید کی تصویر کے سامنے سے گزرا تو عورت کا فطری جذبۂ حسد بول اٹھا۔

''یہ محترمہ کون تھیں؟''

''یہ.....'' میں نے چونکنے کی اداکاری کی ''یہ فریحہ تھی...میری دوست ہے''

''صرف دوست ہے یا.....'' اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ میں

فوراً کچن میں گھس کر چائے بنانے لگا۔ تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا۔

''کافی گہرا تعلق لگتا ہے آپ کا اس سے'' وہ اونچی آواز میں بولی۔

''ہاں ہے تو سہی'' میں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ وہ فوراً خاموش ہوگئی۔

چائے بنا کر میں کاؤچ پر آ کر بیٹھ گیا۔

''یار! صبح چھٹی ہے۔ چلو آج ذرا لمبی گپ لگائیں''

''نہیں آپ سو جائیں....آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں'' ناہید نے طنز کیا۔

''فار گاڈ سیک یار!.....فریحہ میری گرل فرینڈ رہی ہے اور وہ بھی تمھارے آنے سے پہلے'' میں نے پھر اسے ٹٹولا۔

''عامر! پلیز.... یہ اچھی بات نہیں۔ پتا نہیں ایسی لڑکیاں آپ کو کیوں پسند ہیں'' وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

''میں نے ایسا کیا کر دیا ہے جو مجھے یہ لیکچر سننا پڑ رہا ہے''

''آپ اس سے کیسی باتیں کر رہے تھے'' اس نے شکوہ کیا۔

''ہاں تو ٹھیک ہے نا..... میں بھی تو انسان ہوں۔ میری بھی تو کچھ خواہشات ہیں''

''تو آپ شادی کر لیں'' وہ فوراً بولی۔

''ہونہہ.....شادی!....ابھی میرے پاس اس فضول کام کے لیے وقت نہیں اور ویسے بھی میری بیگم آتے ہی پہلے تمھیں اس گھر سے چلتا کرے گی کہ ہر وقت میرا خاوند اس کے سامنے بیٹھا پاگلوں کی طرح باتیں کرتا رہتا ہے'' میں نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ ابھی وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ بیل بجی۔

’’ہیں.....یہ کون آ گیا.....‘‘

اس وقت خرم، بھٹی یا عرفان بھائی کے سوا کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ یہی سوچ کر میں نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک ایسی مصیبت کھڑی تھی جس کا میں گمان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ فریحہ کو دیکھتے ہی میرے ہوش گم ہو گئے۔

’’تم.....تم کیسے آ گئیں؟‘‘

’’سرپرائز.....‘‘ اس نے خوشی سے آنکھیں پھیلائیں۔

’’ادھر آؤ پہلے تمھیں ایک چیز دکھاؤں‘‘. وہ مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر سڑک پر لے آئی۔ ’’یہ دیکھو میری نئی گاڑی.....عامر! میں نے گاڑی لے لی، مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا‘‘ وہ خوشی سے اچھلتے ہوئے بولی۔

’’ہاں.....ٹھیک ہے.....میرا مطلب ہے، اچھی ہے‘‘ میرے ہوش ابھی تک اڑے ہوئے تھے۔

’’مبارک تو کہو مجھے‘‘ اس نے شکوہ کیا۔

’’بہت مبارک ہو تمھیں‘‘ میں نے زبردستی کی مبارک دی۔

’’چلو اوپر چائے پیتے ہیں.....میں تمھارے لیے پیزا بھی لائی ہوں‘‘

یہ مصیبت میں نے خود ہی اپنے گلے میں ڈالی تھی پھر بھی میں نے آخری کوشش کی۔

’’فریحہ! اصل میں چھوٹا بھائی آ رہا ہے گاؤں سے۔ بس میں آدھے گھنٹے میں اسے لینے کے لیے نکلنے ہی والا تھا‘‘

’’نو پرابلم.....میں آدھے گھنٹے میں چلی جاؤں گی‘‘ وہ بھی کافی ڈھیٹ تھی۔

''سوری یار! لیکن میں نے تمھیں جب فون کیا تو میں تمھارے فلیٹ سے صرف دس منٹ کی ڈرائیو پر تھی۔ اس لیے سوچا کہ چلو ویک اینڈ نہ سہی، تمھیں اپنی گاڑی ہی دکھا دوں۔ تمھیں جیلس ہوتے ہوئے دیکھنے کا شوق تھا مجھے، اسی لیے صبر نہیں ہوا'' اس نے میرے گال پر چٹکی بھری۔

''میں کیوں جیلس ہونے لگا.... خیر چھوڑو آؤ اوپر چلیں۔ پھر مجھے جانا بھی ہے''

اوپر آ کر اس کی نظر سب سے پہلے ناہید پر پڑی۔

''او گاڈ.... کتنی خوبصورت تصویر ہے.... یہ کب لائے تم''

''کافی دیر ہو گئی... تم بیٹھو'' مجھ میں ناہید سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں تھی۔

بھاگم بھاگ میں نے چائے بنائی۔ وہ لاؤنج میں بیٹھی اونچی آواز میں باتیں کیے جا رہی تھی۔ ان سات آٹھ مہینوں میں کیا ہوا، دفتر میں کیا ہوا، گاڑی کیسے لی، میں نے چائے بناتے بناتے ساری کتھا سن لی۔ چائے لے کر میں کمپیوٹر روم کی طرف نکلنے کے ارادے میں تھا مگر اس مصیبت نے دھر لیا۔

''ادھر ہی پیتے ہیں''

میں چپ چاپ کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

''عامر! تم کافی کمزور ہو گئے ہو'' فریحہ نے بغور مجھے دیکھا۔

''تمھیں تو پتا ہے... ہوٹل کا کھانا کھانے سے صحت برباد نہیں ہو گی تو اور کیا ہو گا''

''وہ تو تم پہلے بھی کھاتے تھے پر اب تو تمھارا چہرہ پیلا زرد ہو رہا ہے۔ کوئی چڑیل تمھارا خون تو نہیں چوس رہی؟'' اس نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

''ہاں.... ایک چڑیل چمٹ گئی ہے مجھے'' میں نے کن اکھیوں سے ناہید کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا مگر وہ فریحہ کو تک رہی تھی۔

''آئی ایم جیلس .....کون ہے وہ۔ بتاؤ مجھے؟' وہ پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئی۔

''مذاق کر رہا ہوں یار!''. میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

چائے پینے کے دوران میں بار بار گھڑی دیکھتا رہا۔فریحہ سمجھ گئی۔

''اوکے، میں چلتی ہوں'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا ۔

''ٹھیک ہے پھر ملاقات ہوگی'' میں تو جیسے تیار بیٹھا تھا۔

''عامر! ذرا ادھر تو آؤ میرے پاس'' اس نے میرا ہاتھ تھام کر اچانک اپنی طرف کھینچ لیا''give me a kiss''

پنڈت کی دھوتی اتر گئی ۔راجا کے منہ سے رال ٹپکنے لگی ۔میں اس بلائے ناگہانی کے لیے بالکل تیار نہ تھا۔اس لیے گڑ بڑا گیا۔

''نہیں....فریحہ! پلیز....'' میں نے گھگھیا کر کہا۔

''وٹ یو مین'' فریحہ پر جیسے بجلی گر پڑی۔عورت کے لیے اس سے بڑی بے عزتی اور کوئی نہیں کہ اس کے پیار کو دھتکار دیا جائے۔یہ تو وہ ہتھیار ہے جسے وہ میدان جنگ میں اپنی جیت کے لیے استعمال کرتی ہے۔

''کبھی اپنی شکل دیکھی ہے شیشے میں'' فریحہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

بات شکل کی ہوئی تھی۔میں نے بھی لنگوٹ پہن کے میدان میں چھلانگ لگا دی۔ناہید ہاتھ آئے نہ آئے اس کا معاملہ اور تھا۔فریحہ جیسی لڑکی مجھے میری شکل دکھا کر کہاں جا سکتی تھی۔

''میری شکل ہے....جیسی بھی ہے شکل تو ہے....اپنا تھو بڑا جا کر دیکھنا شیشے میں....بلکہ رہنے دو نہ ہی دیکھنا...ایویں دل برا کرنے کا کیا فائدہ''

''مائی فٹ'' وہ غصے سے لال پیلی ہوگئی ''خوب جانتی ہوں تمھیں، کوئی اور مل گئی ہوگی بلکہ آئی ایم شور..... اسی گھر میں تم نے اسے چھپا دیا ہوگا۔اسی لیے تم مجھے آنے سے روک رہے تھے''

''فریحہ! بہت ہوگئی۔تم حد سے گزر رہی ہو'' میرا پارا چڑھ گیا۔

''میں حد سے گزر رہی ہوں''اس نے چیخ کر کہا۔اس کا میٹر گھوم گیا تھا شاید۔

''اس کا مطلب ہے واقعی یہاں کوئی اور ہے اس وقت'' فریحہ کی سوئی جس بات پر جا اٹکی تھی۔اسے سوچ کر میرے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے۔

''اگر کوئی لڑکی یہاں چھپی ہے تو میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ تم ایک نہایت گھٹیا آدمی ہو.... یو آر اے.....'' اس نے مجھے گالی دی'' وہ بے چاری نہیں جانتی کہ تم کتنی لڑکیاں اپنے جال میں پھنسا کر انھیں برباد کر چکے ہو''

مجھے ایسا لگا کہ جیسے اس نے مجھے ناہید کے سامنے ننگا کر دیا ہو۔اب بہت ہو چکی تھی۔میں نے اسے بازو سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے فلیٹ سے باہر دھکا دے دیا۔

''عامر!.....'' اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا ''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اس قدر کمینے نکلو گے''

''اپنی نئی گاڑی میں بیٹھ کر فوراً یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ i will kill you''

دروازہ بند کر کے میں لاؤنج میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''عامر!.....'' آخر ناہید نے سکوت توڑا۔ میں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''آپ بہت اچھے ہیں....آپ ٹھیک کہہ رہے تھے آپ کو چڑیل چمٹ گئی ہے'' ناہید کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

''ناہید! پلیز....تم مجھے کانٹوں پر گھسیٹ رہی ہو'' میں نے فریاد کی۔

''عامر! مجھے بھی آج ایسا لگا جیسے میں نے اس جن زادی کی طرح کسی سے اس کا راحیل چھین لیا ہے۔ میری وجہ سے آپ کی ذاتی زندگی ڈسٹرب ہو رہی ہے''

میں نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے راجا کی طرف دیکھا۔اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔راجا سوگوار دکھائی پڑتا مگر میں جانتا تھا کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔راجا کا آشیرباد ملنے کے بعد تو بھینٹ چڑھنی ہی تھی۔فیصلہ دل کا تھا مگر اس پر ایک مہر راجا کے نام کی بھی تھی۔پہلے پنڈت جھکا اور آداب بجالایا!

''ناہید ایک بات کہوں''

ناہید چپ چاپ مجھے دیکھتی رہی۔

''دیکھو اس جن زادی نے تو ظلم ہے کیا کہ اس نے کسی سے اس کا راحیل چھین لیا.....مگر تم تو انسان ہو۔ میں تمھارے علم کی وسعت پر حیران ہوں ۔تم تو کسی سے اس کی ناہید مت چھینو....ایسا ظلم تم تو مت کرو'' پنڈت نہ صرف جھکا بلکہ اس نے آنسوؤں کا خراج بھی دیا۔محبت کی دیوی نے ہولے سے مسکرا کر یہ نذرانہ قبول کرلیا۔

مندر کا دروازہ کھلا.....چل اندر چل فوراً......راجا نے بے صبری سے مجھے

دھکا دیا۔ وہ اس حیرتناک ناٹک کے ایک ایک لمحے سے محظوظ ہونا چاہتا تھا.... ہمیشہ کی طرح اس بار بھی پنڈت نے غداری کر دی وہ بھی راجا کے پیچھے چل دیا... جب سب لوگ چل دیں تو ایک نہیں رک سکتا۔ یہ جنگ ہم سب کی مشترکہ جنگ تھی....راجا نے بھی حق وفاداری نبھایا۔اس نے دیوی کے پیروں پر سر رکھ دیا.... آج شاید سب کو اپنی اپنی بھینٹ چڑھانا تھی۔

''ناہید!...دیکھو میں انسان ہوں۔میری بھی کچھ مجبوریاں ہیں۔مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔میں تمام عمر تمھارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں .... مجھے تمھارا ساتھ چاہیے....روح اور جسم دونوں کا ساتھ....خدارا میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو'' راجا نے اپنی بھرائی ہوئی آواز میں رونا شروع کر دیا۔اس کا سارا دبدبہ اور غرور مٹی میں مل چکا تھا۔ بہت بڑی بھینٹ چڑھانی پڑی تھی بیچارے راجا کو۔ پھر میں اپنی انا کے ساتھ اپنے ہی قدموں میں گرا۔

''ناہید!میں نے سوچ لیا ہے کہ میری زندگی صرف تمھارے ساتھ ہی گزرے گی....کسی اور کے ساتھ نہیں....میں تمھیں وعدہ دیتا ہوں کہ تم اس قید سے بہت جلد نکلو گی۔چاہے اس کی قیمت میں مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے....میں تم سے بہت محبت کرنے لگا ہوں۔میں نہیں جانتا کہ تمھارے جذبات کیا ہیں لیکن میرا ہر ایک جذبہ تمھارے ہی وجود سے ہے'' میں خاموش ہوا تو میری انا نے سر جھکائے گردن موڑ کر مجھے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں میرے لیے حقارت تھی۔میں نے اپنے ساتھ اس کی بھینٹ بھی دے ڈالی تھی۔

''عامر! آپ میری زندگی کا آخری سہارا ہیں۔میں صرف آپ کی وجہ

سے جی رہی ہوں.....میرا دل کٹ رہا ہے.....آپ کی ہر بات سچ ہے۔میں جانتی ہوں.....

.....مگر آپ بھی میری مجبوری کو سمجھیں....پلیز.....'' وہ رونے لگی۔

''راحیل کی محبت کی وجہ سے مجھے یہ قید ملی ہے عامر!....میں اسے کیسے بھول سکتی ہوں.....ابھی راحیل زندہ ہے۔وہ اور میں ایک ہی شہر میں ہیں لیکن جدا کر دیے گئے ہیں....میں نے اسے وعدہ دیا تھا کہ اس سے زندگی بھر منہ نہیں موڑوں گی .... میں شرمندہ ہوں عامر!احسان فراموش ہوں ۔مجھے معاف کر دینا پلیز....آپ میرے سب کچھ ہیں۔یہ رشتہ آپ کے نام ہے مگر اس دل پر راحیل کے نام کی مہر لگی ہوئی ہے''

پہلے میری انا زمین بوس ہوئی پھر میری لاش گری۔میدان خالی ہو چکا تھا۔اب کوئی ہوس نہ تھی۔عقل محو تماشا تھی.....آج عامر شہزاد کو شہ مات ہوئی تھی...جب کوئی تناور درخت گرتا ہے تو اپنے ساتھ اور بھی درخت گرا جاتا ہے ...میں ہارا تھا۔میرا تخت تو الٹ ہی چکا تھا مگر جاتے جاتے مجھے کس کو لے کر جانا ہے .... فیصلہ شاید اسی روز میں نے کر لیا۔

''کوئی بات نہیں it's my luck'' میں آنکھیں صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''آئی ایم سوری'' ناہید نے ملتجیانہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

''نو اٹس اوکے....اب فٹافٹ مجھے سمائل دو'' میں نے کہا تو وہ روتے روتے مسکرا دی۔

''اچھا بھئی...ہم تو چلے سونے''

''ٹھیک ہے آپ سو جائیں'' اس نے بھی بات ختم کرنا ہی مناسب سمجھا۔

بے جان قدموں سے چلتا ہوا میں آ کر اپنے بستر پر ڈھے گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہی ہوا تھا جس کا مجھے ڈر تھا۔ مجھے پتا تھا کہ آج مجھے مراقبہ کرنا ہے۔ راجا اور پنڈت مجھ سے ملنے کے لیے بے چین ہو رہے تھے مگر میں چپ چاپ لیٹا رہا....کوئی فیصلہ تو کرنا ہی تھا اور اس دفعہ مجھے کسی کی شرط نہیں ماننا تھی۔ کچھ فیصلے اکیلے کرنے ہوتے ہیں۔

تین دن میں دفتر نہیں گیا۔ گھر سے نکلتے ہی میرا رخ قریبی پارک کی طرف ہو جاتا تھا۔ شام تک میں بیٹھا سوچتا رہتا.....آوارہ سوچیں ، ادھر ادھر کی سوچیں....شام کو گھر لوٹتا تو ناہید کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ سیدھا کمپیوٹر پر جا بیٹھتا اور خالی سکرین پر نظریں گاڑے سگریٹ پھونکتا رہتا۔ ایک رات میں واپس آ کر بستر پر لیٹا سوچ رہا تھا کہ اچانک مجھے راجا اور پنڈت یاد آئے.....اوہ....انھیں تو میں بھول ہی گیا تھا......مراقبے کو بالکل دل نہیں تھا مگر مجبوری تھی۔ یہ ملاقات بہت اہم تھی۔

جب دھیان قائم ہوا تو ہم لوگ پنڈت جی کے مندر میں بیٹھے تھے۔ راجا بھی وہیں تھا۔ میں نے مندر کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ دل میں ایک میٹھا سا درد اٹھا.....مندر کا فرش لکڑی کے تختوں سے بنا تھا۔ اس لیے پیروں میں ہلکی سی خنکی کا احساس ہوا۔ ہم تینوں آتش دان کے پاس بیٹھے تھے۔ اس میں جلتی لکڑیوں سے جو آگ پیدا ہو رہی تھی اس میں دھواں نہ تھا۔ اتنی صاف شفاف آگ میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ پنڈت کا سر جھکا ہوا تھا اور اس

کے ماتھے سے بالوں کی ایک لٹ نکل کر نیچے گردن پر پڑی تھی۔ میں نے نیچے دیکھا لکڑی کے فرش پر مٹی کی ہلکی سی تہ جمی ہوئی تھی۔ میں نے یونہی اس پر انگلیوں سے آڑی ترچھی لائینیں بنانا شروع کر دیں۔

راجا برباد ہو چکا تھا ورنہ وہ کبھی پنڈت کے دروازے پر نہ آتا.....وہ غصے میں اپنی انگلیاں مروڑ رہا تھا۔ ہم سب شکست خوردہ تھے۔

''جو کچھ ہوا۔ بہت غلط ہوا'' آخر میں نے خاموشی کے تالاب میں پہلا کنکر پھینکا۔

''آ گئی تمھیں ہماری یاد!!!'' راجا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

پنڈت بدستور خاموش بیٹھا رہا۔ میں نے چپ سادھ لی۔

''مروا دیا تو نے ہمیں.....چلو یہ پنڈت مر جاتا تو خیر تھی، تم لوگ مجھے بھی لے ڈوبے'' راجا نے دہائی دی۔ پنڈت کے وجود میں کوئی ہل چل پیدا نہیں ہوئی۔

''سالا! ایسے گردن ڈال کر پڑا ہے جیسے سامنے اس کی ماں کی ارتھی رکھی ہوئی ہے''

پنڈت جیسے آج کچھ نہ بولنے کی قسم کھائے بیٹھا تھا۔ وہاں سے مایوس ہو کر راجا میری طرف لپکا۔

''اور تو...سالے! اگر تو میری بات مان لیتا اور اس فساد کی جڑ سالی تصویر کو اٹھا کر کہیں پھینک آتا تو آج ہم اس حال میں نہ بیٹھے ہوتے'' راجا پھر دیوانہ ہو گیا۔

''تمھاری وجہ سے مجھے بھی ذلیل ہونا پڑا۔ اس کی دھوتی اتر جاتی تو خیر تھی....میری پگڑی کیوں اچھالی تو نے''

''تیری تو........'' پنڈت نے سر اٹھا کر پہلی بار راجا کو گالی دی ''چپ کر کے بیٹھتا ہے یا کاٹوں تیرا گلا....ہوش میں آجا۔اب تیرا راج پاٹ بھسم ہو گیا ہے۔ تیرے کارن آج میں اس حال کو پہنچا ہوں....اب بھی نچلا نہیں بیٹھ رہا سالا''!

راجا کے منہ کو تالا لگ گیا۔زبان تالو سے چپک گئی.... مجھے لگا وہ صدمے سے مر جائے گا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے پنڈت کی گالی کھانی پڑے گی۔

''اچھا پنڈتا!..... یہ ہمارا زوال ہے.....دے گالی....اب تو راجوں کو گالیاں بھی دے سکتا ہے'' راجا نے دکھی ہو کر کہا۔

''سنو..چپ کرو....'' میں بولا تو میرا لہجہ بہت گھمبیر تھا۔

''جو ہوا، سو ہوا.....اب رونے دھونے اور ایک دوسرے کو الزام دینے سے کیا حاصل...میں نے فیصلہ کر لیا ہے''

راجا کو جیسے کرنٹ لگ گیا۔اس نے لپک کر پنڈت کو دبوچ لیا اور جھنجھوڑنے لگا۔

''او مورکھ! سنا .....یہ سالا اب نیا فیصلہ لے کر آگیا ہے....ارے یہ ہمیں فنا کر دے گا۔اس کو روک پنڈت کی اولاد!''

پنڈت جو پہلے ہی حیرانی سے منہ کھولے میری بات سن رہا تھا اس افتاد سے سٹپٹا گیا اور میری طرف مدد طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔

''کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟'' پنڈت کے چہرے پر بھی خوف کے سائے لرز رہے تھے۔

''دیکھ راجا!.... ناہید کو تصویر سے نکالنے کی شرط تو نے لگائی تھی'' راجا

ہونقوں کی طرح میرا منہ تکنے لگا۔اس نے ابھی تک پنڈت کو دبوچ رکھا تھا اور اسے چھوڑنا بھول گیا تھا۔

''میں ناہید سے یا سمجھ لو اس تصویر سے محبت کرنے لگا ہوں.... یہ میرا ذاتی معاملہ ہے.... میں نے یہی کہا تھا نا راجا'' راجا کی آنکھیں ابل آئی تھیں۔ بڑی مشکل سے اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

''اور تم نے میرے اس ذاتی معاملے میں ٹانگ اڑا کر اپنی شرط رکھ دی تھی جسے میں نے قبول کرلیا تھا.... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا''

''اچھا ٹھیک ہے، آگے بول'' راجا نے گھور کر میری طرف دیکھا۔ وہ چوکنا ہو گیا تھا۔

''ناہید مجھ سے محبت نہیں کرتی۔ یہ بھی میرا ذاتی معاملہ ہے۔اس لیے تمھیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔ پنڈت الجھی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''ہم نے اسے نکالنے کا ارادہ کیا تھا اس تصویر سے، اس قید خانے سے تاکہ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے..... اب اگر وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سب اپنی خاطر اسے قید خانے سے نجات دلانے کا ارادہ چھوڑ دیں۔ وہ ہمارے مرنے کے بعد بھی اس تصویر میں قید رہے گی.... ایسا میں نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے اسے وعدہ دیا ہے کہ وہ ایک دن آزاد ہو جائے گی''

''اور ہم اسے آزاد کروانے کے چکر میں مارے گئے تو پھر کون ذمہ دار ہے'' راجا نے اعتراض اٹھایا۔

''مرنے جینے کی بات چھوڑو راجا جی!'' میں مسکرایا۔

''اگر وہ اس تصویر میں قید رہے گی تو جب تک میں زندہ رہوں گا تو مرا رہے گا راجا!.....اب میں صرف اس کا ہوں ۔اسے میں نے راحیل سے ملا بھی دیا تب بھی میں ساری زندگی اکیلا رہوں گا اور اگر نہ ملا سکا تب بھی اس کی تصویر کے سہارے جیئوں گا'' راجا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

''مطلب یہ کہ دونوں صورتوں میں میری موت یقینی ہے'' اس نے حسرت سے مجھے دیکھا۔اس کے چہرے کی ساری سختی ختم ہو چکی تھی۔

''مجھے افسوس ہے راجا جی! مگر میں وہی کروں گا جو میں نے کہا ہے۔ناہید کو اس جن زادی کی قید سے نکالنا ہی اب میرے جینے کی وجہ ہے''

''ہوں....'' راجا نے آہستہ سے ہنکارا بھرا۔

''ٹھیک ہے۔اب تک تو نے میرا اتنا ساتھ نبھایا، میری ہر بات مانی۔اب مجھے بھی تیرا ساتھ دینا پڑے گا....دیکھی جائے گی۔کوئی بات نہیں میں اس سالے پنڈت کے ساتھ ہی گزارہ کر لوں گا'' راجا نے پنڈت کو فحش جگت کسی۔پنڈت بھی ہنس پڑا۔

''ابے جا جا...تیری جیسی مونچھوں والی بھدی بیوی سے تو میں رنڈوا ہی اچھا ہوں''

''سالا!.....'' راجا نے ہنستے ہوئے پنڈت کی گدی پر جھانپڑ مارا اور اس سے لپٹ گیا۔

میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔آج زندگی میں پہلی بار راجا مطمئن تھا....میرا نفس مطمئن تھا۔اتنے دکھ کے باوجود میرے دل میں اطمینان کی لہر دوڑ

گئی۔آج راجا میرے ساتھ تھا اور پنڈت بھی۔یہ ایسی طاقت ہے جو زندگی میں شاذ و نادر ہی ہاتھ آتی ہے۔اب مجھے انسان تو کیا جنات بھی نہیں روک سکتے تھے..... بڑے دنوں کے بعد میں سکون کی گہری نیند سویا۔

اگلے دن میں صبح دفتر گیا تو میری ٹیبل پر پڑا وارننگ لیٹر میرا منہ چڑا رہا تھا۔ میری وجہ سے کام کا بہت حرج ہو رہا تھا اور مجھ سے اس سلسلے میں وضاحت مانگی گئی تھی۔لنچ بریک کے بعد میں ماسی کے کمرے میں چلا گیا۔

''آیئے عامر صاحب!.....آپ تو عید کا چاند ہی ہوتے جا رہے ہیں'' وہ حسب معمول غصے میں نظر آ رہی تھی۔

''میڈم! بس کچھ ایسے مسائل درپیش ہیں کہ میں جاب کو وقت نہیں دے پا رہا....بہرحال میں پوری کوشش کروں گا کہ آئندہ آپ کو کوئی شکایت نہ ہو'' میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

میری معذرت کے نتیجے میں اس کا غصہ اتر گیا۔شاید وہ یہ سوچ کر بیٹھی تھی کہ وارننگ لیٹر ملتے ہی میں آ کر اس سے الجھنا شروع کر دوں گا۔

''دیکھو عامر!.... مجھے اندازہ ہے کہ تم آج کل بہت پریشان رہتے ہو.... ٹھیک ہے تم اپنی پریشانی کا ہم سے تذکرہ کرنا پسند نہیں کرتے مگر پھر بھی تمھارے معمولات سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تم پر کوئی مصیبت آن پڑی ہے...اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے بتاؤ۔ہوسکتا ہے میں تمھارے کسی کام آ سکوں'' مس آسیہ کے لہجے میں ہمدردی جھلک رہی تھی۔

''میڈم! میں واقعی بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں مگر آپ اس سلسلے

میں میری مدد نہیں کر سکیں گی ۔اس لیے میں نہیں چاہتا کہ بلا وجہ آپ کو بھی پریشان کر دوں''

''پیسوں کا مسئلہ تو نہیں ....اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمھیں دفتر سے ایڈوانس لے دیتی ہوں''

''نو میڈم! thanks....پیسوں کا فی الحال کوئی مسئلہ نہیں ورنہ میں آپ کو ضرور بتاتا۔''

''ٹھیک ہے جیسے تمھاری مرضی ....مگر عامر! پلیز ....کام پر بھی تمھاری ضرورت ہے۔ادھر بھی کچھ توجہ دو ۔ ہمارے کلائینٹس کو تمھاری وجہ سے بہت زحمت اٹھانا پڑ رہی ہے....ابھی تک تو میں سنبھال رہی ہوں ۔اگر بات اوپر تک پہنچ گئی تو پھر میں بھی کچھ نہ کر پاؤں گی'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''میں سمجھ سکتا ہوں میڈم!''

''تم ایک کام تو کر سکتے ہو نا....بے شک تم صبح دیر سے آجایا کرو مگر آیا تو کرو۔تم تو چار چار دن دفتر گھسنے کا نام ہی نہیں لیتے ہو....میری مانو تو جب تک تمھیں پرابلم ہے بے شک دیر سے آؤ مگر آفس میں تمھارا آنا بہت ضروری ہے''

''ٹھیک ہے میڈم! میں کوشش کروں گا کہ روز آسکوں'' بڑی مشکل سے میں جان چھڑا کر باہر آیا۔

گھر پہنچتے پہنچتے میں بری طرح تھک چکا تھا ۔سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ جوتوں سمیت ہی کاؤچ پر گر کر میں نے آنکھیں موند لیں ۔ ناہید مجھے دیکھ رہی تھی مگر میری حالت دیکھ کر شاید وہ خاموش رہی ۔ لیٹے لیٹے میری آنکھ لگ گئی اور میں

بے سدھ ہو کر سو گیا۔ آنکھ کھلی تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ لاؤنج کی لائٹ بھی آف تھی۔ میں نے اٹھ کر لائٹ جلائی اور کپڑے تبدیل کر کے واش روم میں گھس گیا۔ جب میں نہا کر باہر نکلا تو سر کا درد ٹھیک ہو چکا تھا۔ اس لیے میرا موڈ بھی خوشگوار ہو گیا۔

''باہر بارش ہو رہی ہے'' ناہید کی آواز آئی۔

''واقعی....'' میں نے ٹیرس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ''تم نے مجھے جگا دیا ہوتا'' باہر واقعی بڑے مزے کی بارش ہو رہی تھی۔

''پہلے تو میں نے سوچا کہ آپ کو جگا دوں مگر جب آپ آ کر لیٹے تھے تو بہت پریشان لگ رہے تھے، جوتے بھی اتارنا بھول گئے تھے، اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپ کی نیند خراب کروں''

میں نے جلدی جلدی دو سینڈوچ بنائے اور گرم چائے کے ساتھ ٹیرس میں جا بیٹھا۔ لاؤنج اور ٹیرس ایک ہی کمرے کے دو حصے تھے اس لیے یہاں بیٹھ کر بھی ناہید سے بات ہو سکتی تھی۔

''آپ کو بارش سے اتنا پیار کیوں ہے''

''ہائے ہائے کیا بتائیں کہ بارش سے اس قدر پیار کیوں ہے....

لفظ بارش کو پلٹ کر دیکھئے

آسمانوں سے برستی ہے شراب!''

میرا موڈ بہت اچھا ہو گیا تھا۔ میں نے شعر گنگنانا شروع کر دیا۔

''بتائیں نا!!'' ناہید نے بچوں کی طرح ضد کی۔

''پیار کی عام طور پر کوئی وجہ نہیں ہوتی.......یہ حقیقت ہے کہ پیار بس ہو جاتا ہے....اربوں، کھربوں پانی کے چھوٹے بڑے قطروں کا اتنے تسلسل سے زمین کی طرف گرنا، سارے منظر کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ایسے لگتا ہے جیسے ہمارے آس پاس کوئی جادو سے بنا ہوا منظر ہے.... یہ ایک بہت ہی مقدس عمل ہے ناہید! فطرت کے ہر مقدس عمل پر فرشتوں کی اجارہ داری ہے۔انسان کے لیے یہ کائنات بنی ہے اس لیے وہ ہر شے کو تسخیر کر سکتا ہے، مگر فطرت کی کچھ عظیم طاقتیں ایسی بھی ہیں جن پر کبھی اس کا بس نہ چلے گا، زلزلہ کبھی بھی وقت آ سکتا ہے، بارش کسی بھی وقت ہو سکتی ہے، سمندروں میں طوفان کبھی انسان کو بتا کر پیدا نہیں ہوتے، آندھیاں اپنی مرضی سے چلتی ہیں...روک کر دکھاؤ ہمیں.... ناممکن ہے...انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ان ساری طاقتوں میں سے شاید بارش واحد ایسی طاقت ہے جس میں عمومی طور پر جمال نظر آتا ہے شاید اسی لیے مجھے بارش سے پیار ہے''

''آپ کی باتیں بہت خوبصورت ہیں'' ناہید نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کس کام کی ایسی خوبصورت باتیں جو کسی کا دل نہ جیت سکیں'' اچانک میرا لہجہ تلخی سے بھر گیا۔ناہید نے سر جھکا لیا۔میرے دل کو ایک عجیب سا سکون ملا۔ میں اس احساس کو پہچانتا تو تھا مگر کوئی نام دینے سے قاصر تھا۔

''پتا ہے، میں مہندی بہت اچھی لگاتی تھی'' ناہید نے بات بدل دی۔

''اچھا...''

''آپ کو مہندی والے ہاتھ اچھے نہیں لگتے کیا''

میں سوچ میں پڑ گیا۔نہ تو مجھے مہندی والے ہاتھ اچھے لگتے تھے اور نہ برے۔میں نے بات کو مذاق میں بدل دیا۔

''یار!تم یہ بات چھوڑو کہ مجھے مہندی والے ہاتھ کیسے لگتے ہیں۔تم یہ سوچو کہ زمانہ بدل گیا، ہر شے میں انقلاب آ گیا،اگر کچھ نہ بدلا تو وہ مہندی چوڑیاں ہیں۔ہڑپا اور ٹیکسلا جیسی قدیم تہذیبوں کے نوادرات میں بھی اکثریت چوڑیوں، کنگنوں اور ہاروں وغیرہ کی ہے.... یار تم عورتوں کی فطرت ازل سے ابھی تک ویسے کی ویسی ہے۔اس زمانے کی کھدائی آج ہوتی ہے تو چوڑیاں ملتی ہیں۔ ہمارے زمانے کی کھدائی اگر کسی آنے والے کل میں ہوئی تب بھی ہر گھر میں کمپیوٹر کے ساتھ چوڑیاں،مہندی، ہار وغیرہ ضرور دریافت ہوں گے۔کتنی عجیب بات ہے''

''آپ تو بس ہر بات الٹی کر دیتے ہیں'' ناہید چڑ گئی۔

''اچھا میرے پاس ایک آئیڈیا ہے.... بڑے مزے کا'' ناہید بچوں کی طرح مسکرائی۔

''کیسا آئیڈیا؟''

''نہیں پہلے وعدہ کریں کہ آپ مانیں گے میری بات''

''اگر ماننے والی بات ہوئی تو ضرور مان لوں گا''

''نہیں وعدہ کریں پہلے'' وہ ناراض سی ہوگئی۔

''ہائے ایسے منہ پھیر کے مت بیٹھ ظالم....تیرے لیے تو ہم دنیا لٹائے بیٹھے ہیں'' میں دل ہی دل میں مسکرایا۔

ناہید کو یہ تو پتا چل ہی چکا تھا کہ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں مگر کس قدر کرنے لگا ہوں اس کا اسے اندازہ نہ تھا۔

''اچھا بابا ٹھیک ہے وعدہ..تم بھی کبھی کبھی بالکل بچی بن جاتی ہو'' میں نے ہنس کر کہا۔

''بارش تو لگتا ہے کہ ساری رات ہوتی رہے گی....ہے نا''

''مجھے کیا پتا....مجھ سے پوچھ کر تھوڑا ہی برس رہی ہے''

''اچھا تو پھر آپ ایک کام کریں..فٹافٹ چھتری پکڑیں،بیسن اور گھی لے کر آئیں''

''اس وقت....کہاں سے....اور میں بیسن اور گھی کا کروں گا کیا؟'' سٹپٹا کر میں نے کئی سوال کر دیے۔

''آج ناہید آپ کو پکوڑے بنانا سکھلائے گی'' اس کے چہرے پر شرارت ناچ رہی تھی۔

''اور کہاں سے لائیں گے کا کیا مطلب....یہ آپ کی گلی کے نکڑ پر تو جنرل سٹور ہے۔خود تو آپ کا جب موڈ ہو دو منٹ میں سگریٹ پکڑ لاتے ہیں جا کر اور میں نے کہہ دیا تو....میں کہاں سے لاؤں بیسن گھی'' اس نے میری نقل اتاری تو میری ہنسی نکل گئی۔

''اچھا بابا!لاتا ہوں'' میں نے چھتری پکڑی اور باہر نکل آیا۔

رمضان سٹور پر اکیلا ہی بیٹھا مکھیاں مار رہا تھا۔اس نے اپنے مکان کے ساتھ ہی ایک دکان بنا کر اس میں سٹور کھول رکھا تھا۔اسی دکان سے اس کے گھر کا

خرچ چلتا تھا۔

''اوخیر...آؤ آؤ عامر بھائی!۔کیا حال چال ہیں؟'' وہ بھاگ کر سٹول اٹھالایا۔

''سگریٹ تو پلا یار۔موسم بڑا کمال ہے آج'' میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''یہ تو بیویوں کے ساتھ رضائی میں گھس کر سونے کا موسم ہے'' رمضان نے سگریٹ نکال کر مجھے دیا اور حسرت سے بولا۔

رمضان عرف جانی ماہر جنسیات تھا۔اس کی زندگی کے پہلے سولہ سال سکول میں اور باقی کے سارے اس دکان میں بیٹھے بیٹھے گزر رہے تھے۔میں اس کے چند مخصوص گاہکوں میں سے ایک تھا۔اس لیے تکلف نام کی کوئی شے ہمارے درمیان نہ تھی۔اس کی ہر بات جنس سے شروع ہوکر جنس پر ہی ختم ہوتی تھی۔ایسے کردار ہر گلی اور ہر محلے میں پائے جاتے ہیں۔

''یار عامر بھائی!...بس ایک بار ویاہ ہونے دو میرا پھر دیکھنا'' اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

''ماشاءاللہ....ضرور ہو جائے گا'' میں نے اسے دلاسہ دیا۔

''وہ اس دن فریحہ نظر آئی تھی تمھارے فلیٹ کے باہر.... یار عامر بھائی! تیریاں موجاں نیں یار؟ ہم تو بس ترستے ترستے ہی مر جائیں گے''

''وہ تیری بھی تو ایک تھی....کیا نام تھا اس کا.... یار یہ جو تیرے فلیٹ میں رہتی ہے''

''وہ....زرینہ ہے۔دفع کرو یار!...وہ تو میرا سٹور ہی ویہلا کر گئی۔بڑی مشکل سے جان چھڑائی میں نے'' رمضان نے اپنا دکھڑا رونا شروع کر دیا۔

''کوئی بات نہیں۔کوئی اور پٹا لینا....اچھا یہ بتا کہ بیسن ہے تیرے پاس اور ایک گھی کا پیکٹ بھی دے دینا''

''بیسن.....''رمضان نے مجھے تولنے والی نظروں سے دیکھا۔

''ہائے باؤ عامر!....سچ بتا یار! آج کوئی پکوڑے بنانے والی تیرے فلیٹ میں تو نہیں گھس گئی؟''

''ہر وقت بکواس نہ کیا کر۔خرم اور بھٹی آئیں گے رات کو۔میں نے سوچا کہ چلو آج پکوڑے بنانے کی ٹرائی کرتے ہیں۔ویسے بھی صبح چھٹی ہے نا''

''چلو جی سانوں کی.... یار آرہے ہیں یا سہیلی....اللہ بیلی!''

میں سامان لے کر سٹور سے نکلا تو بارش اور بھی تیز ہو چکی تھی۔دل میں خوشی کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔مجھے لگا کہ یہ پکوڑے میرے لیے اچھا شگون ثابت ہوں گے.....پکوڑے بنانا میرے لیے کافی مشکل کام دکھائی دے رہا تھا لیکن ناہید کی ہدایات میں یہ کام بھی میں نے کر لیا۔آخر جب خدا خدا کر کے میں نے پکوڑے پلیٹ میں ڈالے تو ناہید کی آواز آئی۔

''ذرا چکھ کر بتائیں کیسے بنے ہیں''

پہلا پکوڑا منہ میں ڈالتے ہی مجھے لگا جیسے میں نے نمک کا پورا چمچ منہ میں ڈال لیا ہے۔نمک بہت ہی زیادہ ڈل گیا تھا۔

''اوئے، یہ تو بڑے مزے کے ہیں''میں نے صاف جھوٹ بولا۔جب یہ پکوڑے صرف مجھے ہی کھانا تھے تو پھر اپنی بے عزتی مفت میں کروانے کا کیا فائدہ تھا۔

''شکر ہے'' ناہید نے لمبا سانس لیا ''میں تو بول بول کر تھک گئی۔ آپ کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی''

''ہاں تو میں کون سا لڑکی ہوں.... بس ٹھیک ہے آخر بنا تو لیے نا''

چائے کا سہارا لے کر میں نے تین پکوڑے حلق سے زبردستی نیچے اتارے۔

''لگتا ہے آپ کو بھوک نہیں لگ رہی تھی'' مجھے اتنی جلدی کھانے سے ہاتھ کھینچتے دیکھ کر اس نے کسی قدر مایوسی سے کہا۔

میں خاموشی سے چائے کی چسکیاں لینے لگا۔ چائے ختم کر کے میں نے سگریٹ سلگا لیا اور پھر ایک گہرا کش لے کر اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''تمھیں پتا ہے ناہید!.... دنیا میں صرف دو طرح کی بھوک کا وجود ہے۔ یہ ساری دنیا صرف دو قسم کی بھوک کی بدولت چلتی ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھوک بھی ختم ہو جائے تو سارا جہاں دیوانہ ہو جائے گا، کاروبارِ حیات فنا ہونے کی نوبت آ جائے گی.... پہلی بھوک روٹی کی ہے۔ یہ جستجو پر مجبور کرتی ہے اور انسان اس بھوک کو مٹانے کے لیے کاروبارِ زندگی میں جتا رہتا ہے، کولہو کے بیل کی طرح..... دوسری بھوک sex ہے۔ جبلتِ جنس وہ حقیقت ہے جس کی بنیاد پر نسلِ انسانی کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ اگر یہ بھوک ختم ہو جائے تو نسلِ آدم فنا ہو جائے گی'' ناہید محویت سے میری بات سن رہی تھی۔

''یہ دانہ گندم کی مہک بھی عجیب ہے۔ اسی خوشبو نے لاکھوں صدیوں پہلے انسان کو بھی آ لیا تھا۔ آدم جنت سے ایسا بے دخل ہوا کہ اب قیامت سے پہلے وہاں قدم نہ رکھ سکے گا.... اس بھوک کو مٹانے کے لیے انسان خدا کے آگے ہاتھ

پھیلا کر دعا مانگتا ہے، تو کبھی کبھی اسے انسانوں کے آگے بھی یہی ہاتھ پھیلانا پڑتے ہیں....اور تم بھی......تم بھی تو بھوک کا شکار ہوئی ہو‘‘

’’وہ کیسے.....‘‘ ناہید کے چہرے پر الجھن تیر گئی۔

’’اس جن زادی کو ایک انسان کی بھوک نے آلیا.....دو مختلف نوع کی مخلوقات کا جب کسی بھی وجہ سے آپس میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو ایسے ہی عجیب وغریب حادثے ہوتے ہیں....جیسے تمھارے ساتھ ہوا‘‘ ناہید ملال زدہ نظر آنے لگی۔

’’سنو میں نے تمھیں وعدہ دیا ہے کہ اس قید سے تم ایک دن آزاد ہو جاؤ گی۔ میں اپنے اس وعدے کو نبھاؤں گا۔ چاہے مجھے اس کی کوئی بھی قیمت دینی پڑی‘‘

’’نہیں عامر!....میری وجہ سے آپ کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی‘‘ اس کی آنکھوں میں خوف نظر آ رہا تھا۔

’’ناہید! پلیز....تم مجھے روکنے کی کوشش مت کرو۔ مجھے اس کے بدلے میں کچھ نہیں چاہیے ....میرا یقین کرو۔ میں اب اپنے وعدے سے پھر نہیں سکتا‘‘ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

’’کبھی تو میری بات بھی مان لیا کریں‘‘ اس نے شکوہ کیا۔

’’ساری باتیں تمھاری ہی تو مانتا ہوں‘‘

’’اچھا بابا ٹھیک ہے۔ جیسے چاہیں کریں مگر پلیز اپنا خیال رکھیے گا‘‘

’’ڈونٹ وری....اچھا میں نے سوچا ہے کہ خرم سے مشورہ کر لوں ....کیا خیال ہے؟‘‘

’’میں کیا کہہ سکتی ہوں...آپ بہتر جانتے ہیں، وہ آپ کا دوست ہے‘‘

''ٹھیک ہے....سوچتے ہیں اس بارے میں بھی''

خرم کو اتنے بڑے راز سے آگاہ کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ میں راجا اور پنڈت سے بات کرلوں.....سوکمپیوٹر روم میں آ کر میں نے دھیان لگالیا۔

راجا خرم کے حق میں پرجوش دلائل دے رہا تھا جبکہ پنڈت تذبذب کا شکار تھا۔

''میں کہتا ہوں کہ خرم سے بہتر اس کام میں تیرا ساتھ کوئی اور دے ہی نہیں سکتا'' راجا نے نتھنے پھلائے ہوئے کہا۔

''وہ بھی سالا اپنی ہی قبیل کا آدمی ہے۔اس کی اپنی خوب جمے گی۔شاید وہ زبردستی دو چار گھونٹ تجھے بھی پلا دے ....اپنی تو لاٹری لگ جائے'' اس کی آنکھیں اوپر چڑھ رہی تھیں۔

''اس میں ایک جگہ گڑبڑ ہے'' پنڈت نے اپنی گدی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو لگتا ہے تیری پیدائش کے عمل میں گڑبڑ تھی'' راجا کی جگت نے پنڈت کے کان سرخ کردیے۔

''عامر! یہ دنیا کا سب سے بڑا حرامی ہے'' پنڈت نے شکایتی لہجے میں مجھے کہا۔

''او...میں نے کیا کہہ دیا ایسا'' راجا نے معصومیت سے پلکیں جھپکائیں تو پنڈت نے بے بسی سے ماتھے پر ہاتھ رکھ لیا۔

''او میرا سوہنا، میرا چندو، میرا لال!.....'' اوپر تلے راجا نے پنڈت کی گدی پر تین جھانپڑ رسید کر ڈالے اور اسے جپھی ڈال کر بیٹھ گیا۔

''کیسی گڑبڑ....؟'' میں نے سوال کیا۔

''دیکھ بھئی بات سیدھی سی ہے۔خرم تیرا بڑا پکا یار ہے لیکن اگر اسے تیری اس

بات پر یقین نہ آیا کہ تصویر تجھ سے تقریباً ایک سال سے باتیں کر رہی ہے تو تیرے لیے بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی ....بھٹی اور عرفان تیری جان کو آ جائیں گے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ انھیں بھی بتا دے.....اس کے بارے میں بھی تو نے کچھ سوچا ہے یا نہیں'' پنڈت کی بات میں وزن تھا۔

''پنڈت جی ہونے کو کچھ بھی ہوسکتا ہے لیکن اور کوئی اس قابل نہیں کہ بات کو سمجھ سکے.....بھٹی تو بہت ہی سیدھی لائن میں زندگی گزارنے کا عادی ہے اور رہی بات عرفان بھائی کی تو وہ بے چارہ شادی شدہ ہے، اسے میں خود اس پنگے میں گھسیٹنا نہیں چاہتا...تو پیچھے لے دے کے خرم کے سوا اور کون بچتا ہے''

''ایک اور بھی ہوسکتا ہے'' پنڈت نے آنکھیں مجھ پر گاڑتے ہوئے کہا۔

''میں نے بہت ذہن دوڑایا تھا مگر کوئی ایسا ہوتا تو نظر آتا...تم بتاؤ کون ہو سکتا ہے'' میں نے پنڈت سے الٹا پوچھ ڈالا۔

''دیکھ میں صرف مشورہ دے رہا ہوں۔ماننا نہ ماننا تجھ پر منحصر ہے۔مجھ پر غصہ کرنے نہ بیٹھ جانا''

''واہ بھئی پنڈت!.....تو بھی اپنے دماغ میں کھچڑیاں پکانے لگ گیا.... دیکھ لو جی یہ بھی سیانوں میں اپنا نام لکھوانے کو آیا ہے''

''راحیل کے بارے میں کیا خیال ہے'' پنڈت نے راجا کو نظر انداز کر کے سرسراتے لہجے میں کہا۔

میرے روئیں روئیں میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔پنڈت کی بات نے میرے ہوش اڑا دیے تھے۔

''لیکن اگر اس نے اپنی بیوی یعنی اس جن زادی کو ہمارے بارے میں بتا دیا....فرض کرو اگر اس نے بھی تمھاری بات پر یقین نہ کیا تو وہ جن زادی ہمیں زمین میں زندہ گاڑ دے گی.... بلکہ مجھے تو لگتا ہے اگر اسے ہم پر شک بھی ہو گیا کہ ہم نے راحیل کو حقیقت سمجھانے کی کوشش کی ہے تو وہ ہمیں بھی ناہید کی طرح تصویروں میں قید کر ڈالے گی.... یار! تو اس کام سے باز آجا۔تو جو کہے گا میں مانوں گا۔تو بے شک مجھے اس پنڈت کے ساتھ کتابیں پڑھنے بٹھا دے مجھے قبول ہے مگر اس کام سے باز آجا'' راجا نے میری منتیں شروع کر دیں۔

''ویسے میرا خیال ہے اگر پوری تیاری کے ساتھ راحیل سے بات کی جائے تو شاید وہ مان جائے اور ہماری بات پر یقین کر لے'' پنڈت اب کھل کر بات کر رہا تھا۔

''اور اگر ناہید آزاد ہو کر اسے ہی ملے گی تو پھر اسے بھی اس جنگ میں ہمارا ساتھ دینا چاہیے۔ یہ اس کا بھی فرض بنتا ہے۔تم اس سے ملو اور بات کرو''

''او یار! ایک منٹ''، راجا کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔

''او ٹھہرو ٹھہرو....ابھی ابھی میرے دماغ میں ایک بڑا زبردست آئیڈیا آیا ہے۔تم راحیل کو اپنے گھر بلا کر ساری بات سناؤ۔اس کے لیے تم اس کے پرستار بن کر اسے انوائیٹ کر سکتے ہو....ساری بات سننے کے بعد اگر وہ تم سے ثبوت مانگے تو تم اسے کہو کہ وہ ناہید کی تصویر سے اپنے یا اس کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات پوچھ لے جو ان دونوں کے علاوہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ ناہید وہیں اسی وقت وہ بات تمھیں بتا دے اور تم راحیل کو یہ سنا کر لاجواب کر سکتے ہو''

میں حیرت سے راجا کو دیکھ رہا تھا اس نے اور پنڈت نے تو پہلے ہی سے

پوری منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔
''یار! دیکھو.... میں تمھیں سمجھاتا ہوں....فرض کرو کہ وہ تم سے کہے کہ ناہید سے پوچھو کہ میری سالگرہ کون سی تاریخ کو آتی ہے، پھر جب ناہید سے پوچھ کر تم اسے صحیح تاریخ بتا دو گے تو اسے ماننا ہی پڑے گا نا..''
''لیکن اس کے لیے مجھے ناہید کی رضامندی حاصل کرنی پڑے گی'' میں نے فکرمندی سے کہا۔
''ہاں تو کرو بات.... میرا خیال ہے وہ مان جائے گی'' راجا کو پورا یقین تھا۔
اگلی شام میں نے ناہید سے پوچھ لیا۔
''راحیل کے سٹوڈیو کا پتا لکھوا دو''
''آپ کیا کریں گے سٹوڈیو جا کر'' وہ پریشان ہوگئی۔
میں نے بڑے پیار سے اسے اپنی پلاننگ سے آگاہ کیا۔
''راحیل یہاں آئے گا'' اسے جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔
''ہاں ضرور آئے گا'' میں نے اسے یقین دلایا۔
''ٹھیک ہے آپ اڈریس نوٹ کرلیں'' اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔
اگلے دن میں نے ہمت کی اور دوپہر کو ناہید کے بتائے ہوئے پتے پر جا پہنچا۔ اڈریس ڈھونڈنا میرے لیے زیادہ ہی صبر طلب واقع ہوا.........سٹوڈیو نمبر ۱۳۰ پہنچ کر میں نے ڈور بیل بجائی اور دھڑکتے دل سے انتظار کرنے لگا....تھوڑی ہی دیر میں راحیل میرے سامنے آنے والا تھا....ناہید کا محبوب.....
دروازہ ایک موٹے سے آدمی نے کھولا۔ اس نے ٹراوزر پہن رکھا تھا اور

اس کی ٹی شرٹ میں سے اس کی توند باہر نکلنے کی سرتوڑ کوشش میں مصروف تھی۔

''جی فرمایئے....؟''اس نے بے زاری سے مجھے مخاطب کیا۔شاید میں نے اسے نیند سے جگا دیا تھا۔

''یہ راحیل انصاری کا سٹوڈیو ہے''

''کون راحیل انصاری؟''اس نے اپنی بڑھی ہوئی ڈاڑھی کو کھجاتے ہوئے میری طرف آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

''پاکستان کالج آف آرٹس میں پڑھاتے ہیں غالباً اور یہاں پر ان کا سٹوڈیو ہے''

''اچھا وہ....''اسے جیسے ایک دم یاد آیا''بھئی سنا تو ہم نے بھی ہے کہ یہاں کوئی سٹوڈیو ٹائپ کا کوئی کام کرتا تھا ہم سے پہلے''

''آپ سے پہلے....مطلب اب یہاں ان کا سٹوڈیو نہیں....تو آپ کون ہیں؟''میں نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''بھائی صاحب! ہم تو پورے ایک سال سے یہاں ہیں اور یہ فرنیچر پالش کرنے کا کارخانہ ہے''

یہ ایک نئی مصیبت آن کھڑی ہوئی۔

''لیکن آپ کو کچھ تو پتا ہوگا ان کے بارے میں''

''نہ جی نا....میں نے تو کبھی یہاں کسی پینٹر کو دیکھا ہی نہیں....ہمیں تو یہ ہال ایور لائف والے عبدالغفور صاحب نے کرائے پر دیا ہے''

''ٹھیک ہے،معذرت چاہتا ہوں۔آپ کو تکلیف دی''

''آئیں کوئی چائے پانی ہوجائے'' اس نے رسمی انداز میں کہا۔

''جی نہیں، شکریہ''

واپس آتے ہوئے میں بے حد الجھا ہوا تھا۔ ناہید کو تصویر میں قید ہوئے ڈیڑھ سال ہو گیا تھا۔ اس دوران کافی کچھ بدل چکا تھا......اب راحیل کو کہاں سے ڈھونڈوں گا۔

گھر پہنچتے ہی میں نے ناہید کو ساری صورتحال بتائی تو وہ بے فکری سے بولی ''وہ اکثر کہتا تھا کہ بہت جلد سٹوڈیو کو اپنے گھر شفٹ کر لے گا۔ اسے اپنے گھر کی بیسمنٹ اس کام کے لیے بے حد پسند تھی۔ شاید.... بلکہ یقیناً وہ اپنا سٹوڈیو وہاں سے شفٹ کر کے گھر لے جا چکا ہے اور دوسری بات یہ کہ عبدالغفور صاحب جن کا آدمی نے ذکر کیا ہے وہ راحیل کے ابو ہیں اور یہ ہال راحیل نے انھی سے لے رکھا تھا۔ خالی دیکھ کر انھوں نے اسے کرائے پر دے دیا ہوگا'' اس نے کڑی سے کڑی ملاتے ہوئے کہا تو میرے سر سے بھی جیسے بوجھ اتر گیا۔

'' ٹھیک ہے میں کل پرسوں ہی عبدالغفور صاحب سے ملتا ہوں .... یہ تمھارے مینیجر بھی تو رہے ہیں اور لائف میں''

''ہاں بابا....اسی لیے تو کہہ رہی ہوں اور مجھے دفتر کے ساتھ گھر کا اڈریس بھی معلوم ہے....آپ پریشان نہ ہوں راحیل سے آپ کی ملاقات ہوجائے گی'' ناہید کی آنکھیں یقین سے بھری ہوئی تھیں۔

تیسرے دن میں نے دفتر جانے کا ارادہ ترک کیا اور ناہید سے عبدالغفور صاحب کا اڈریس لے کر ان کے دفتر جا پہنچا۔ استقبالیے پر جا کر پتا

چلا کہ وہ کسی کام سے باہر گئے ہوئے ہیں۔

’’آپ سامنے ویٹنگ روم میں بیٹھیے....سر ابھی تھوڑی دیر تک پہنچنے والے ہیں‘‘ خاتون ریسپشنسٹ نے مشورہ دیا۔

میں ویٹنگ روم میں جا بیٹھا اور راحیل کے بارے میں سوچنے لگا۔ مجھے بڑی احتیاط سے کام لینا تھا۔ پونے گھنٹے بعد ویٹنگ روم کا دروازہ کھلا اور چپراسی نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا.....دفتر کافی کشادہ تھا۔مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ہم مینیجر کے کمرے کے سامنے جا کر رک گئے ۔سامنے دروازے پر عبدالغفور کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی....میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو سامنے ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک نہایت نفیس قسم کے بزرگ فائلیں سٹڈی کر رہے تھے۔

’’السلام علیکم‘‘ میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔

’’وعلیکم السلام....تشریف رکھیے‘‘ انھوں نے رسمی سی مسکراہٹ سے مجھے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھا اور دوبارہ ایک فائل پر دستخط کرنے میں مصروف ہو گئے۔

میں نے آفس کا جائزہ لیا۔ کمرا کافی نفاست سے آراستہ کیا گیا تھا۔سامنے دیوار پر علامہ اقبال کی ایک قدِ آدم تصویر تھی جس پر راحیل انصاری لکھا تھا۔ میں تو پہلے سے ہی راحیل کے ایک شاہکار کے سحر میں گرفتار تھا.....پھر میری نظریں عبدالغفور صاحب کا جائزہ لینے لگیں ۔ان کے سر کے بال مکمل سفید تھے اور سلیقے سے جمے ہوئے تھے۔سفید کاٹن کا سوٹ اور بلیک ویسٹ کوٹ ان کے وضع دار ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔میری آنکھوں کو اپنا جائزہ لیتے ہوئے انھوں نے

محسوس کیا اور میری طرف متوجہ ہوگئے۔

''اسمِ گرامی کیا ہے آپ کا''؟

''جی مجھے عامر شہزاد کہتے ہیں''

''فرمائیے عامر صاحب! کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں آپ؟''

میں نے کھنکار کر گلا صاف کیا ''غفور صاحب میں دراصل آپ کے بیٹے راحیل انصاری سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔اسٹوڈیو پہنچا تو پتا چلا کہ وہ یہ جگہ چھوڑ کر جا چکے ہیں۔بڑی مشکل سے آپ کا پتا معلوم کر کے یہاں تک پہنچا ہوں.... مجھے ان سے بہت ضروری کام ہے''

میں نے انھیں اپنے آنے کا مقصد بتایا تو غفور صاحب پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔وہ ایک ٹکر بس میری طرف دیکھے جا رہے تھے۔پھر جیسے انھیں ہوش آ گیا۔ چپ چاپ فائل دراز میں رکھ کر انھوں نے اپنی عینک اتاری اور آنکھوں کو مسلنے لگے....میرے دل میں خدشات نے سر اٹھایا۔کوئی خاص بات تھی.....کرسی سے ٹیک لگا کر انھوں نے چپراسی کو آواز دی۔

''ایسا کرو دو کپ چائے بنا کر لاؤ'' انھوں نے چپراسی کو ہدایت دے کر میری طرف دیکھا'' آپ اس سے کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں''

میں اس سوال کے لیے پہلے سے ہی ذہنی طور پر تیار تھا'' جی دو باتیں ہیں....پہلی تو یہ کہ میں ان کا عرصہ دراز سے پرستار ہوں۔میرے گھر میں ان کی بہت سی پینٹنگز لگی ہیں۔ایک مدت سے ان سے ملاقات کی خواہش تھی اور دوسرا یہ کہ میری ایک خواہش رہی ہے کہ اپنا ایک پورٹریٹ ان سے بنواؤں....اب ذرا

فرصت ملی ہے اور خواہش بھی بہت ہے، اس لیے ان سے ملنا چاہتا ہوں''

ان کے چہرے پر دفعتاً دکھ کے آثار ابھر آئے ۔وہ اٹھ کر اپنی پشت پر لگی تصویر کے سامنے جا کھڑے ہوئے ۔اب ان کی پشت میری جانب تھی ....پھر مجھے ان کی ہچکی کی آواز آئی ....میرا دل گھبرانے لگا۔

''غفور صاحب!....آپ ٹھیک تو ہیں ناں'' وہ بدستور تصویر کو گھورتے رہے۔

''میں خود بھی اپنے بیٹے کے فن کا بڑا پرستار ہوں'' پھر وہ میری طرف گھومے ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

''عامر صاحب! آپ کو فرصت ملتے ملتے بہت دیر ہوگئی....میرا بیٹا اب اس دنیا میں نہیں''

میرے دماغ میں جھکڑ سا چلنے لگا....راحیل مر گیا....مجھے ایک دم ناہید کا خیال آیا.....وہ یہ خبر کیسے سن پائے گی....میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں..... مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہوں....لیکن پھر جلد ہی میں نے خود کو سنبھال لیا۔

''اوہ....آئی ایم سوری.....بہت دکھ ہوا'' میں نے تعزیت کی۔

''ہاں دکھ تو ہوا..ہمیں بھی ہوا۔مگر تقدیر پر کس کا بس چلتا ہے...ہر وقت ہم سب اسی کو یاد کرتے رہتے ہیں۔میں تو باپ ہوں مجھے پھر بھی اپنے بیٹے کے بغیر جینے کی عادت ڈالنا پڑی مگر اس کی ماں دن رات اس کا نام لے کر روتی ہے.... راحیل ہمارا اکلوتا بیٹا تھا'' ان کی آواز شدت جذبات سے کانپ رہی تھی۔

''سر یہ سب کب اور کیسے ہوا'' میں نے تاسف سے پوچھا۔

''ایک سال اور دو مہینے ہونے کو آئے'' انھوں نے جیسے دھماکا کیا ''میرا بچہ

اپنی شادی کی رات ہم سے جدا ہوا تھا'' وہ زاروقطار رونے لگے۔

چپراسی چپ چاپ چائے اندر رکھ کر چلا گیا۔

''شادی کی رات ہم دلہن کو لے کر گھر آئے تو اس کے ایک دوست کی بیوی کی طبیعت سخت خراب ہوگئی۔راحیل فوراً انھیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر ہسپتال لے گیا۔

میں نے اسے کہا بھی کہ میں انھیں لے جاتا ہوں تم گھر پر ٹھہرو۔اس کے دوست نے بھی روکا مگر وہ نہ مانا.... مجھے تسلی دی اور انھیں لے کر ہاسپٹل روانہ ہو گیا۔آدھے گھنٹے بعد میرے موبائل پر کال آئی کہ وہ لوگ راستے میں ہیں اور پندرہ منٹ میں گھر پہنچ جائیں گے.... یہ آخری آواز تھی جو میں نے اپنے بیٹے کی سنی۔ہم سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ وہ اب کبھی گھر نہیں پہنچے گا....ایک گھنٹا گزر گیا۔دلہن اندر بیٹھی تھی مگر راحیل کا کچھ پتا نہ تھا۔اس کا موبائل آف تھا اور اس کے دوست کے موبائل پر بیل جا رہی تھی مگر کوئی اٹھا نہیں رہا تھا....میں ابھی پریشان ہوکر ادھر ادھر فون گھما ہی رہا تھا کہ ہمارے دروازے پر اس کی لاش آ گئی۔بہت ہی برا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔راحیل نے موقع پر ہی دم توڑ دیا اور اس کا دوست چار دن ہسپتال میں گزار کر چل بسا۔بس اسکی بیوی ہی معجزاتی طور پر بچ گئی.....ہم لوگوں پر تو جیسے بجلی گر پڑی۔میں کیسا بدنصیب باپ تھا جس کا بیٹا عین اپنی شادی والی رات مر گیا.....جانے میرے کون سے گناہ تھے جن کا کفارہ میرے بیٹے نے اپنی جان کی صورت میں دیا'' میں چپ چاپ بیٹھا ان کو سن رہا تھا۔

''اس کی بیوی اس رات سے ذہنی مریض بن گئی۔وہ ہمارے بیٹے کی بیوہ ہے.... یہ دکھ تو ہم سے بھی سہا نہیں جاتا مگر اس بچی کی دنیا ہی اجڑ گئی۔سارا دن

اپنے کمرے میں بیٹھی رہتی ہے۔ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ اسے بہت سخت ذہنی صدمہ ہوا ہے۔اس سے باہر آتے اسے کئی سال لگ جائیں گے مگر پھر بھی وہ پوری طرح نارمل زندگی بسر نہیں کر سکے گی .... پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا۔اللہ میرے راحیل کو ہمیشہ سکھ میں رکھے....معاف کرنا بیٹا! میں اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکا'' انھوں نے آنکھیں پونچھیں۔

''اللہ آپ کو صبر دے۔اس کے علاوہ ہم سب اور کر بھی کیا سکتے ہیں'' میں نے ان کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

''ارے آپ کی چائے بھی ٹھنڈی ہوگئی .... میں دوبارہ منگواتا ہوں'' انھوں نے اپنائیت سے کہا۔

''نہیں رہنے دیجیے....اب دل نہیں چاہ رہا...انشاء اللہ پھر کبھی آپ سے ملاقات ہوگی تو ضرور پییوں گا'' میں نے اٹھتے ہوئے معذرت چاہی۔

غفور صاحب سے رخصت ہو کر میں باہر نکلا تو میرے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔وقت میرے ساتھ کیسی عجیب چالیں چل رہا تھا۔مجھے راحیل کی موت کا سن کر صدمہ ہوا تھا مگر اب ایک بات طے تھی کہ راحیل اس دنیا میں نہیں تھا۔اب ناہید میری تھی....پھر میرے ذہن میں ایک اور دھماکا ہوا.....غفور صاحب نے بتایا تھا کہ راحیل کو وفات پائے ایک سال اور دو مہینے ہو چکے تھے اور وہ اپنی شادی کی رات مرا تھا.....ناہید کو میرے گھر آئے بھی ایک سال اور دو ماہ ہو چکے تھے ....اس کا مطلب تھا کہ جس دن میں ناہید کو اپنے گھر لایا تھا ٹھیک اسی دن راحیل کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا.....کسی کی جیت میں کسی کی ہار ضرور پوشیدہ ہوتی ہے۔

بھوک محسوس ہورہی تھی اس لیے میں ایک ہوٹل دیکھ کر اندر گھس گیا۔کھانے کا آڈر دے کر میرا ذہن پھر سوچ کی بھول بھلیوں میں کھو گیا......اس جن زادی نے ناہید سے راحیل کو چھینا تھا تو تقدیر نے اس سے بھی راحیل کو جھپٹ لیا۔ قدرت کا یہ انصاف دیکھ کر مجھے جھرجھری آ گئی.....وہ جن زادی ابھی تک راحیل کے گھر میں تھی۔اب مجھے اس کا کوئی بندوبست کرنا تھا۔صرف وہی ناہید کو اس قید سے چھٹکارا دلا سکتی تھی.....کھانا کھاتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا کہ ناہید کو راحیل کی موت کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔مجھے ڈر تھا کہ یہ بات سن کر کہیں اسے کچھ ہو نہ جائے۔

ناہید سے دوری مجھے اب کسی صورت گوارا نہ تھی....اسے بتانے کے لیے میں نے دل میں ایک اور منصوبہ گھڑ لیا۔

گھر پہنچتے ہی ناہید نے مجھے پکارا۔وہ شاید اس خیال میں تھی کہ راحیل میرے ساتھ آئے گا۔مجھے اکیلا دیکھ کر وہ مایوس ہوگئی۔

''راحیل سے ملاقات نہیں ہوئی کیا''

''نہیں راحیل نہیں ملا''میں نے جوتے اتارتے ہوئے کہا۔

''کیوں نہیں ملا'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔

''وہ قاہرہ گیا ہوا ہے...تین مہینے بعد لوٹے گا''میں نے آنکھیں چراتے ہوئے کہا۔

''اوہ....''اس کے چہرے پر زردی چھا گئی۔

''اور وہ..اس کا کچھ پتا چلا''

''ہاں وہ غفور صاحب کے ساتھ ان کے گھر میں رہتی ہے''

''یہ تمھیں انھوں نے خود بتایا''

''ہاں کافی دلچسپ آدمی ہیں....میں نے باتوں ہی باتوں میں ان سے کافی کچھ اگلوالیا....ویسے میرا خیال ہے اس جن زادی نے تمھارا روپ دھارنے اور تمھیں قید کرنے سے پہلے تمھیں بہت عرصے تک اپنے مشاہدے میں رکھا ہو گا۔ جب ہی تو وہ اتنے عرصے سے اتنی کامیابی کے ساتھ ان سب کے ساتھ رہ رہی ہے''میں نے رائے دی۔

''ہاں ہوسکتا ہے۔اس نے ایسا ہی کیا ہو''ناہید نے میری بات سے اتفاق کیا۔

''ویسے یہ بھی ایک طرح سے اچھا ہی ہوا کہ راحیل ملک سے باہر ہے۔ اب ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے اس کے آنے سے پہلے کرنا ہے....اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ خدانخواستہ اگر کوئی گڑبڑ ہوگئی تو وہ راحیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی''میں نے اسے قائل کیا۔

''ٹھیک ہے عامر! مگر خدارا آپ بھی سنبھل کر رہیے گا....میرا دل بہت ڈر رہا ہے''

''گھبراؤ مت....انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا''میں نے اسے تسلی دی

''آج میں بہت تھک گیا ہوں کل بیٹھیں گے''

''ہاں آپ آرام کریں''

میں اٹھ کر اندر کمرے میں چلا آیا۔کپڑے بدل کر میں نے آسن لگا لیا۔ مجھے راجا اور پنڈت سے ملنے کی بے چینی تھی۔

''مبارک ہو''راجا بہت خوش دکھائی دیتا تھا۔اس نے آتے ہی بانہیں پھیلائیں۔

''راحیل بے چارہ مر گیا اور تم مجھے مبارک باد دے رہے ہو....شرم کرو'' میں نے خشمگیں لہجے میں اسے ڈانٹا۔وہ کھسیا گیا۔

''یار! موت تو سب کو آنی ہے....فی الحال تم یہ دیکھو کہ ناہید آزاد ہونے کے بعد ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گی''راجا کی آنکھوں سے خوشی کے فوارے نکل رہے تھے۔

''دیکھا میری بھی سنی گئی''اس نے پنڈت کے سر پر دھول جمائی۔''ارے اب لڑو اس کنجری جن زادی کے ساتھ....اب مزہ بھی آئے گا مرنے مارنے کا.... اب تو راجا جی جان سے اس جنگ میں سر گھسائے گا''

''راجا صحیح کہتا ہے عامر!....اب ہمارے راستے میں ایک سیدھ بن چکی ہے۔ پہلے بھی ہم ناہید کو آزاد کروا رہے تھے مگر فرق یہ تھا کہ آزادی کے بعد ہم اسے راحیل کو سونپ دیتے....اب ہمیں اس بارے میں بےفکری مل گئی ہے'' پنڈت نے راجا کی حمایت کی۔اس کے چہرے پر بھی اطمینان جھلک رہا تھا۔

''پنڈت! یہ سب ٹھیک ہے مگر کسی کی موت پر خوش نہیں ہونا چاہیے'' میں نے راجا کو گھورا۔

''اچھا یہ بتا اب ارادہ کیا ہے؟''

''ایک کام تو پکا ہے۔خرم کو اعتماد میں لینا ہی پڑے گا......دوسرا میں جس جنگ کو شروع کرنے جا رہا ہوں اس میں مجھے اور کچھ کرنے کا موقع نہیں ملے گا اس لیے سوچ رہا ہوں کہ نوکری چھوڑ دوں''

''یہ تمھاری مرضی ہے'' پنڈت پیچھے ہٹ گیا۔

''تو نوکری چھوڑ دے گا تو کھائیں گے کہاں سے'' راجا نے اپنی تشویش ظاہر کی۔

''میرے پاس کچھ رقم اکٹھی پڑی ہے....میرا خیال ہے پانچ چھ ماہ تک اس سے گزارہ ہوسکتا ہے''

''ٹھیک ہے ...تو شروع کر۔دیکھی جائے گی جو بھی صورتحال بنے گی'' پنڈت اور راجا دونوں نے میرا حوصلہ بڑھایا۔

دو دن مزید سوچنے کے بعد میں نے دفتر سے استعفیٰ دے دیا۔ماسی نے بہتیرا پوچھا مگر میں نے گول مول جواب دے دیا۔کوئی گھنٹا بھر مجھ سے سر کھپانے کے بعد جب اسے یقین ہوگیا کہ میں استعفیٰ منظور کروائے بغیر ٹلنے والا نہیں تو اس نے ہار مان لی۔

''ٹھیک ہے جو تمھارے جی میں آئے کرتے پھرو مگر میری ایک بات یاد رکھنا۔تم بہت پچھتاؤ گے ایک دن'' اس نے استعفیٰ پر دستخط کرتے ہوئے کہا۔

سارا دن دفتر کے ساتھیوں کو اپنے استعفیٰ کے بارے میں وضاحتیں دیتے گزر گیا۔وہ لوگ میرے یوں اچانک نوکری چھوڑنے پر بہت حیران تھے۔

آتے ہی میں نے ناہید کو یہ خبر سنا دی'' آج ٹھڈا مار آئے مابدولت اپنی نوکری کو''

''کیوں؟''اس کا رنگ فق ہوگیا۔''کسی سے لڑائی ہوگئی کیا''؟

''نہیں کوئی لڑائی نہیں ہوئی ....میں نے خود اپنی مرضی سے سوچ سمجھ کر

نوکری چھوڑی ہے''

''وجہ بھی تو پتا چلے'' وہ پریشان ہوگئی۔

''دیکھو ناہید! اب میں اس جن زادی کے پیچھے ہوں۔ظاہر ہے اس سے نمٹنے کے لیے مجھے کافی وقت چاہیے۔ایسے حالات میں نوکری کیسے جاری رہ سکتی تھی''

''میری خاطر آپ کا کس قدر نقصان ہو رہا ہے .... میں ہوں ہی ایسی منحوس.....'' اس کے ہونٹ تھرتھرائے۔

''خبردار جو آج کے بعد خود کو الٹا سیدھا کچھ کہا تو.....'' میں نے پیار سے اسے ڈانٹ پلائی ''ارے بدھو!....تم میری سب سے اچھی دوست ہو۔اب اگر میرے باقی دوستوں پر کوئی مصیبت پڑتی، تو کیا میں ان کے لیے کچھ نہ کرتا.... اور مجھے یہ بتاؤ کہ اگر یہ ساری مصیبت میرے ساتھ ہوتی تو کیا تم میرے لیے کچھ نہ کرتیں۔''

''وہ تو سب ٹھیک ہے پھر بھی.....''

''اچھا چھوڑو....کیا خیال ہے آج کوئی فلم دیکھی جائے''

''جیسے آپ کی مرضی'' وہ تو ازل سے شاید سراپا تسلیم و رضا تھی۔

ہم دونوں مووی دیکھنے لگے....میں سوچ رہا تھا کہ کل خرم کو اپنے گھر بلا ہی لیا جائے....اب جب ایک کام کرنا ہی تھا تو پھر اسے کرنے میں دیر نقصان دہ تھی۔

اگلے دن میں نے خرم کے موبائل پر کال کی۔

''ہائے جانی!....آج کیسے یاد آگئی بھائی کی'' وہ میری آواز سن کر خوش ہوگیا۔

''دفتر سے کب نکلے گا؟'' میں نے سیدھی بات پوچھی۔

''میں..... چھ سات بجے تک.....کیوں خیریت ہے؟''
''نہیں خیریت نہیں۔تو دفتر سے سیدھا میری طرف آ جا.... تجھ سے بہت ضروری بات کرنی ہے''
''یار! تھوڑا بہت آئیڈیا تو دے''
''نہیں،فون پر بات نہیں ہوسکتی... تو پہنچ رہا ہے نا شام کو''
''ٹھیک ہے میں سات بجے تک آ جاؤں گا'' اس نے گہری سانس لی۔
''ٹھیک ہے میں تیرا انتظار کروں گا'' میں نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔
شام کو چھ بجے سے میں خرم کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ناہید بھی آج چپ تھی۔ خرم نے آتے آتے آٹھ بجا دیئے۔
''سوری یار!....میں لیٹ ہوگیا'' اس نے اندر آتے ہی معذرت کی۔
''نو پرابلم.....تو بیٹھ....میں تیرے لیے چائے لاتا ہوں'' وہ بیٹھ کر ٹی وی دیکھنے لگا اور میں کچن کی جانب بڑھ گیا۔
میں چائے لے کر واپس آیا تو خرم بڑے غور سے ناہید کی تصویر دیکھ رہا تھا۔
''یار عامر!.....یہ جو تو نے پینٹنگ لگائی ہے نا لڑکی کی....بڑی ڈفرنٹ ہے''
''کیا مطلب کیا ڈفرنٹ ہے؟'' میں نے چائے کا کپ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے پوچھا۔
''میرا مطلب ہے،اس تصویر کو غور سے دیکھیں نا تو تھوڑی دیر بعد ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے.... بہت عجیب سی تصویر ہے'' وہ ناہید کو گھورے جا رہا تھا۔
''اسے مسلسل دیکھو تو ایسے لگتا ہے کہ ابھی بول اٹھے گی'' پھر وہ ہنسا ''میرا

خیال ہے میں تھوڑا نفسیاتی مریض ہوتا جا رہا ہوں''

میرے لیے قدرت نے زبردست موقع فراہم کیا تھا۔

''خرم! میں تجھ سے کچھ شیئر کرنا چاہتا ہوں....ایک راز ہے....جو تو نہیں جانتا، کوئی بھی نہیں جانتا''

''ہوں....بول کیا بات ہے'' خرم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''نہیں..... پہلے مجھ سے وعدہ کر کہ میری بات کا یقین کرے گا اور دوسرا یہ کہ یہ بات تیرے اور میرے درمیان رہے گی''

''یار عامر! خیر تو ہے نا....تو مجھے پریشان کیوں کر رہا ہے.....دیکھ آج مجھے فول نہ بنا یار! موڈ نہیں''

''خرم! آئی ایم سیریس'، میں نے سنجیدگی سے اپنی بات دہرائی۔

خرم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ بولا تو اس کا لہجہ گھمبیر تھا''یار میں تیرا دوست ہوں عامر!....اگر تو پریشان ہے اور میں کچھ نہیں کر رہا تو لعنت ہے مجھ پر.....تو ایک دفعہ بول تو سہی کیا پرابلم ہے....مجھے تم پر یقین ہے...اور میرا یار ہے تو...'' وہ جذباتی ہو گیا۔

''ٹھیک ہے تو پھر سن'' میں نے چائے کا کپ انگلیوں سے گھماتے ہوئے کہا۔

''تو نے ابھی جو کچھ بھی اس تصویر کے حوالے سے محسوس کیا ہے...وہ سچ ہے....یہ تصویر بولتی ہے، مجھ سے باتیں کرتی ہے۔ پچھلے سال سے جب سے میں اسے لے کر آیا ہوں، یہ مجھ سے کلام کرتی ہے''

خرم کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بڑی مشکل سے وہ بولا''عامر! میں آخری

بار کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ مذاق ہے تو میرا موڈ بالکل ایسا نہیں، کم از کم آج نہیں‘‘

’’نہیں، میں مذاق نہیں کر رہا.... یہ تصویر زندہ ہے‘‘

خرم نے ناہید کی طرف دیکھا.... پھر میری طرف دیکھا ’’ہوں.... اس سے کہہ کہ میرے سامنے بولے‘‘

’’نہیں.... یہ کسی اور کے سامنے مجھ سے بات نہیں کر سکتی‘‘

خرم نے جیسے میری بات سنی ہی نہیں۔ وہ ابھی تک تصویر کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

’’یار! یہ کیسے ہو سکتا ہے.... I mean تصویر کیسے بول سکتی ہے‘‘ اس نے مجھے شک کی نظر سے دیکھا۔

میں نے اسے شروع سے اب تک کی کہانی من و عن سنا دی۔ اس میں ناہید سے اپنی محبت اور راحیل کی موت والی بات گول کر گیا۔ وہ ناہید کے سامنے نہیں بتائی جا سکتی تھی.... خرم سگریٹ پر سگریٹ سلگائے جا رہا تھا.... مجھے اندازہ تھا کہ اس کے اندر ایک ہیجان کا عالم ہے۔

’’اچھا یہ بات ہے‘‘ وہ اٹھ کر اس تصویر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہ اسے یونہی کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر اس کی آواز آئی ’’ہیلو مس ناہید! خوشی ہوئی آپ سے مل کر‘‘

’’آپ سے مل کر مجھے بھی خوشی ہوئی‘‘ ناہید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے خرم کو جواب سے آگاہ کیا۔

’’یار! دس از امیزنگ..... مجھے لگ رہا ہے کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں‘‘ وہ بڑبڑایا۔

''میں تیری حیرانی سمجھ سکتا ہوں کیوں کہ میں بھی اسی دوراہے سے ایک سال پہلے گزر چکا ہوں....لیکن یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے....اب مجھے اس جن زادی سے ٹکرانا ہے... بول دیتا ہے میرا ساتھ'' میں نے خرم سے دوستی کا حق مانگ لیا۔

''جانی! ایک بار کہہ دیا سو کہہ دیا۔ساتھ دینے کا سوال کیوں کرتا ہے یار!.....جب ساتھ چل پڑے تو پھر چل پڑے....تو گھبرا مت، دیکھ لیں گے اس کمینی چڑیل کو بھی''

ہم کافی دیر بیٹھے منصوبہ بندی کرتے رہے کہ کیا کیا جائے.....خرم کا کہنا تھا کہ کسی بزرگ کو ڈھونڈا جائے جو جنات کا علم بھی رکھتے ہوں اوران سے اس سلسلے میں مدد مانگی جائے....وہ اس سلسلے میں پیسا لگانے پر بھی راضی تھا۔

''دیکھ یار! پیسے میں بڑی طاقت ہے۔اگر کوئی ہم سے معاوضہ لے کر ہمارا کام کردے تو ہمارا کیا جاتا ہے، ہمیں اپنا کام چاہیے''

''وہ تو ٹھیک ہے مگر اب ایسا کامل بندہ ڈھونڈیں گے کہاں سے۔باہر تو جگہ جگہ جعلی عامل بیٹھے ہوئے ہیں.... مجھے پیسے کی فکر نہیں۔میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کسی نیم حکیم کے ہتھے چڑھ کر سارا کھیل ہی نہ بگڑ جائے....ایسی صورت میں وہ جن زادی ناہید سمیت ہم میں سے کسی کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے''

''بات تو یہ بھی ٹھیک ہے.....'' خرم نے میری بات پر سر ہلایا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہمیں کوئی ایسا آدمی چاہیے جو اپنے علم پر مکمل عبور رکھتا ہو اور اس سے ٹکر لینے کی ہمت بھی دکھا سکے''

''ہاں یہی کرنا پڑے گا''

''ارے سگریٹ ختم ہو گئے'' خرم نے خالی ڈبی ہلائی ''چل آ ذرا سگریٹ پکڑ لائیں'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا تو میں بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

باہر آتے ہی خرم نے مجھے پکڑ لیا۔

''چل ٹھیک ہے....میں نے تیری ساری کہانی مان لی مگر مجھے یہ بتا کہ یہ سب تو کس چکر میں کر رہا ہے'' اس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''اس لیے کہ مجھے ناہید سے محبت ہو گئی ہے اور میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔

''اچھا فرض کرو...ہم اسے کسی نہ کسی طرح اس جن زادی کی قید سے آزاد کروا دیتے ہیں۔اس صورت میں تو اس پر پہلا حق راحیل کا ہے، پھر تو کس آس پر اپنی جان کی بازی لگا رہا ہے....اور ناہید تجھ سے نہیں راحیل سے ابھی تک محبت کرتی ہے۔ہے نا'' اس نے میری طرف غور سے دیکھا۔

میں نے اسے راحیل کی موت کے بارے میں بھی بتا دیا اور یہ بھی کہ میں نے ناہید سے یہ بات کیوں چھپائی ہے۔

''تو یہ بات ہے.....''اس نے کندھے اچکائے ''تو پھر تو سیدھی سیدھی بات کر کہ بھابھی کو بچانا ہے''

میں نے خرم کی طرف دیکھا، میرا گلا رندھ گیا ''تیرا احسان ہو گا مجھ پر''

''او تو یار ہے میرا'' خرم مجھ سے لپٹ گیا۔

فلیٹ واپس آ کر ہم پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئے لیکن صبح تک سر کھپانے کے باوجود

ہم دونوں کو کوئی راستہ نہ سوجھا۔ آخر خرم اٹھ کھڑا ہوا۔

''کمینے آدمی! تو نے تو نوکری چھوڑ دی ہے۔ میری بھی چھٹی کرا دی... میں چلتا ہوں.... سوچتے ہیں، کرتے ہیں کچھ بہت جلدی'' اس نے اپنا بیگ اٹھایا۔

''خدا حافظ مس ناہید!.. سنیں گے ایک دن، ہم بھی آپ کی آواز سنیں گے''

خرم کو رخصت کر کے میں ناہید کے سامنے آ بیٹھا۔

''تم بتاؤ کیا کہتی ہو.... ہمیں کیا کرنا چاہیے''

''مجھے خود ڈر لگ رہا ہے.... عامر! اگر اس نے آپ کو کوئی نقصان پہنچا دیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گی'' وہ بھی اضطراب کا شکار تھی۔

''تم بس دعا کرو'' میں نے اسے تسلی دی اور وہیں کاؤچ پر لیٹ کر سو گیا۔

دو دن خرم سے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ اپنے دفتر میں بے حد مصروف تھا۔ میں بھی اسے زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہ رہا تھا.... تیسرے دن مجھے اپنے گاؤں جانا پڑ گیا۔ ابو نے فوراً بلایا تھا۔ ہماری آبائی زمین پر مقدمہ چل رہا تھا اسی سلسلے میں عدالت حاضر ہونا تھا.... میں نے فٹافٹ جانے کی تیاری کی..... ناہید نے سنا تو گھبرا گئی ''آپ کب واپس آئیں گے؟''

''تین دن تو لگ ہی جائیں گے''

''میں آپ کا انتظار کروں گی.... مجھے بھول نہ جایئے گا اپنوں میں جا کر''

میں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا..... مجھے لگا شاید پہاڑوں پر جمی سخت برف کی تہ پگھل جائے گی اور ٹھنڈے پانی کے چشمے پھر سے رواں ہو جائیں گے۔

''میں جلد لوٹ آؤں گا... تم فکر نہ کرنا'' میں نے اسے تسلی دی۔

اس نے اداس نظریں جھکا لیں.....میرا دل بھر آیا۔اس معصوم سی لڑکی کے نصیب میں کس قدر اذیت ناک دکھ لکھے تھے۔اتنے عذابوں کے بعد وہ جس کی محبت کو سینے سے لگائے جی رہی تھی ،وہ بھی اس سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا تھا.....اگر ناہید ہر بات جان لیتی تو شاید زندہ ہی نہ رہ پاتی۔اسے کچھ نہ کچھ ضرور ہو جاتا.....شاید میں نے اچھا کیا جو اس سے راحیل کی موت چھپا لی.....میں نے خود کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

ناہید کا اور میرا سفر بھی عجیب تھا.....وہ اپنے پیار سے ملنے کے انتظار میں جی رہی تھی اور میں اسے پانے کے لیے اس کی جنگ کو اپنا مان بیٹھا تھا.....محبت بڑا ہی عجیب جذبہ ہے۔یہ جس سے ہو جاتی ہے ہر وقت اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتی ہے۔اپنے پیاروں سے ذرا سی جدائی بھی انسان پر شاک گزرتی ہے .....ناہید کے ساتھ رہتے رہتے مجھے اس کی عادت ہو گئی تھی ،اب اس کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن تھا.....مجھے لگتا تھا کہ کبھی کبھی اس کا دل بھی میری طرف کھنچتا ہو گا۔کبھی تو وہ بھی میرے بارے میں سوچتی ہو گی مگر میری اس کی سوچ تک رسائی نہ تھی۔

دنیا میں آنے والے ہر انسان کو زندگی میں کسی نہ کسی موڑ پر محبت ضرور ملتی ہے اور ہم سب بغیر سوچے سمجھے اس کا ہاتھ تھام لیتے ہیں....پھر کانٹوں بھرا رستہ شروع ہو جاتا ہے۔آبلہ پائی کا یہ سفر انسان کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے ....کوئی مجنوں،کوئی فرہاد،کوئی رانجھا بن جاتا ہے۔کچھ کو محبت سیراب کر جاتی ہے .... وصال ہو یا ہجر کی تیز دھوپ،کچھ لوگ محبت کو جذب کر لیتے ہیں اور تمام عمر شانت

رہتے ہیں، کسی گہرے ساگر کی طرح ۔وہ زندگی کا مقصد سمجھ جاتے ہیں ۔جان جاتے ہیں کہ محبت پانے کا نہیں کھونے کا نام ہے۔ایسے لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں اس میں ان کا اپنا کوئی کمال نہیں ہوتا۔صرف خوش نصیبی کی بات ہے....اور کچھ کو محبت جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ایسے لوگوں کو محبوب ہاتھ آئے تو صد شکر کہ جان بچ گئی اور گوہر مقصود بھی ہاتھ سے نہ گیا لیکن اگر فیصلہ ہجر کی صورت سامنے آئے تو ایسے لوگ نشانِ عبرت بن جاتے ہیں ۔پھر یہ جیتے ہیں مگر ایسے کہ جیسے کوئی جینے کی آرزو کیے بغیر زندگی بسر کرے۔تمام عمر آوارگی ان کے توشہء سفر میں رکھ دی جاتی ہے....لو محبت کرنے کی سزا پاؤ۔عمر بھر چاک گریباں لے کر جیو....
میں بھی انھی لوگوں میں سے ایک تھا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ناہید اگر نہ ملی تو میں برباد ہو جاؤں گا مگر انجام سے بے فکر آس کا دامن تھامے دیوانہ وار اس کی جانب بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

گھر سے واپس آتے آتے چار دن لگ گئے ۔ایسا پہلی بار ہوا تھا.....ناہید سے ملنے کے بعد میں پہلی بار اس سے جدا ہوا تھا۔ان چار دنوں میں مجھے پتا چلا کہ مجھے ناہید سے کس قدر محبت ہو چکی ہے....ہر وقت اس کی یاد کے بادل دل پر چھائے رہتے تھے۔ادھر وہ من موہنی صورت دل کے پردے پر لہراتی اور ادھر سارا منظر جل تھل ہو جاتا .....آخر چار دن بعد مجھے واپس بھاگنا ہی پڑا.......میں گھر میں داخل ہوا تو ناہید مجھے دیکھ کر کھل اٹھی۔اس کے چہرے پر کئی رنگ ایک ساتھ لہرا اٹھے شاید انھی رنگوں میں سے کوئی ایک رنگ میری یاد کا تھا۔

''کیسی ہو....؟''میں نے پیار سے پوچھا۔

''میں آپ سے نہیں بولتی'' اس نے رکھائی سے جواب دیا۔

''اللہ خیر کرے، کیا ہوا....کیا مجھ سے کوئی خطا ہوگئی؟''

''تو اور کیا.....آپ تین دن کا کہہ کر گئے تھے۔آج پانچویں دن واپسی ہو رہی ہے جناب کی'' اس نے گلہ کیا۔

میں گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنے کان پکڑ لیے۔

''بندہ معافی چاہتا ہے گستاخی کی'' میں نے شوخ لہجے میں کہا۔

''ارے...ارے...یہ آپ کیا کر رہے ہیں'' وہ شرمندہ ہوگئی۔

''نہیں پہلے تم کہو معاف کیا'' میں اسے زچ کرنے پر تل گیا۔

''اوہو....ایک تو آپ بھی نا'' اس نے جھکی ہوئی پلکیں اٹھائیں اور دھیرے سے گنگنائی ''جایئے، معاف کیا....آپ بھی کیا یاد کریں گے''

''نوازش، کرم، مہربانی....آپ نے ہماری طرف پیار سے دیکھنا تو گوارا کیا'' میں نے کہا تو اس کے گال گلابی ہوگئے۔

''اچھا یہ بتاؤ مجھے یاد کیا؟''

''ہاں کیا...''

''کتنا....؟''

''بہت زیادہ..... سچی عامر! آپ کی بہت یاد آئی۔پتا ہے کل میں سارا دن اس آس پر دروازے کو دیکھتی رہی کہ آپ اب آئے کہ اب آئے....اچھا آپ کو میری یاد آئی؟'' اس نے گلابی آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔

''نہیں بالکل نہیں.....'' میں نے سر ادھر ادھر ہلایا ''مجھے تمھاری بالکل یاد

نہیں آئی''

''کیوں...؟'' اس نے تیکھے لہجے میں فوراً پوچھا۔

''آں.....بس فرصت ہی نہیں ملی کہ تصورِ جاناں کیا جائے اور ویسے بھی تم کیا کوئی جنت سے آئی ہوئی حور ہو کہ ہر سانس کے ساتھ تمھاری یاد آئے.....تم کوئی گلاب بھی نہیں کہ ہر لحظہ تمھاری خوشبو میرا پیچھا کرے'' میں نے استعاروں کا سہارا لے کر دل کی بات کہہ ڈالی۔

''کوئی نہیں.... یہ تو آپ جان چھڑانے کے لیے کہہ رہے ہیں.....مجھے پتا ہے، جیسے ہی میری آپ سے جان چھوٹے گی نا۔آپ نے بھاگ کر فریحہ سے صلح کر لینی ہے....سب جانتی ہوں میں''

میں ایسے ٹوٹا جیسے کانچ کا بنا تھا۔دور تک کرچیاں بکھر گئیں۔تو کیا ناہید صرف اس لیے بے چینی سے مجھے یاد کر رہی تھی کہ میرے چلے جانے سے اس کی رہائی کی بات پر عمل رک گیا تھا۔کیا وہ تصویر سے نکل آنے کے بعد راحیل کی طرف بھاگے گی پھر میں نے اپنا خیال جھٹک دیا۔ناہید اب میری تھی،آزاد ہو کر بھی،قید میں رہ کر بھی۔ جب اسے حقیقت پتا چلے گی کہ راحیل اب اس دنیا میں نہیں رہا تو اس وقت میں اس کا ہاتھ تھام لوں گا لیکن پھر بھی میں اندر سے خوفزدہ تھا۔

اگلے دن میں نے خرم کو فون کیا۔

''ہیلو.... ہاں کیا حالات ہیں''؟

''یار! مجھے تو کراچی آنا پڑ گیا ہے''خرم نے اطلاع دی۔میرا موڈ آف ہو گیا۔

''کم از کم مجھے بتا کر تو جانا تھا۔ میں یہاں تیرے انتظار میں سوکھ رہا

ہوں اور تو ہے کہ....'' میں نے گلہ کیا۔

''او بھائی! تیرا موبائل بند تھا.... تیرے گھر کا بھی چکر لگایا میں نے، پر دروازے پر اتنا بڑا تالا لگا ہوا تھا.... مجھے ایمرجنسی میٹنگ میں جانا تھا۔سو چلا گیا'' اس نے فوراً اپنی صفائی پیش کی۔

''واپسی کب ہے'' میں جھنجھلا گیا۔

''واپسی.... یہی کوئی چار پانچ دن تک'' اس نے ذرا سوچتے ہوئے کہا۔

''جلدی نہیں آ سکتا''

''یار! نئی برانچ کھل رہی ہے تین دن بعد.... اس سے پہلے تو میں کسی صورت نہیں آ سکتا.... بات کو سمجھا نا یار!.... اچھا تو کدھر غائب ہو گیا تھا''

''میں.... ذرا گاؤں جانا پڑ گیا تھا۔موبائل بھی اس لیے آف تھا کہ وہاں سگنل ہی نہیں آتے''

''ہاں تو بیٹے!.... مجھ پر رعب ڈالنے کی بجائے سیدھی بات کرنا کہ تو خود مجھے بتائے بغیر غائب ہو گیا تھا.... کب واپس آیا ہے... آج؟''

''نہیں میں کل شام کو پہنچا تھا''

''اچھا ٹھیک ہے۔ پریشان نہ ہو۔ میں پہنچتا ہوں تین چار دن میں، پھر کچھ فائنل کرتے ہیں... ابھی بہت ٹائم پڑا ہے۔یار! گھبرا کیوں رہا ہے تو''

''نہیں یار! میں جاب چھوڑ چکا ہوں۔اس لیے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کر سکتا..... تجھے پتا ہے نا لاہور میں بغیر جاب کے رہنے کا مطلب ہے خودکشی''

''ہاں ہاں جانتا ہوں۔ٹھیک ہے میں پہنچتے ہی تجھ سے آ کر ملتا ہوں اور ہاں

میرے بغیر کوئی الٹا سیدھا پنگا نہ لے بیٹھنا....سمجھ گیا ناں‘‘

’’ہاں میں نے تیرے بغیر کیا پنگا لینا ہے....اب بیٹھ کر بس تیرا انتظار ہی کروں گا‘‘

فون رکھ کر میں لاؤنج میں آیا تو بہت غصے میں تھا۔

’’پہلے تو میں نے چار دن لگا دیے۔اب یہ خرم صاحب ہفتہ ضائع کریں گے‘‘میں نے منہ بنا کر ناہید کو بتایا۔

’’آجائیں گے خرم بھائی!اب آپ کے یوں غصہ کرنے سے وہ جلدی تو آنے سے رہے‘‘ ناہید نے مجھے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

’’اس الو کے پٹھے کو میں نے کہا بھی تھا کہ ہم وقت ضائع کرنے کی پوزیشن میں نہیں پھر اس نے وہی کیا‘‘

ناہید خاموش ہوگئی.....میں تھوڑی دیر بڑبڑاتا رہا پھر اٹھ کر باہر نکل آیا.... پچھلے کئی دنوں سے میں ایک آدھ ٹی شرٹ لینے کا سوچ رہا تھا....آج سوچا کہ ساتھ ہی بازار ہے کیوں نہ آج شرٹ خرید لوں۔باہر لوگوں میں گھوموں گا تو دماغ بھی ذرا ٹھکانے پر آجائے گا.....آہستہ آہستہ چلتا ہوا میں بازار میں داخل ہوگیا۔

ایک بھیڑ لگی تھی چاروں جانب۔لوگوں کے چہروں پر زندگی تھی....ان میں سے کئی لوگ آسودہ ہوں گے۔کچھ سفید پوش ہوں گے اور کچھ نہایت ہی غریب طبقے سے تعلق رکھنے پر مجبور ہوں گے مگر ایک جذبہ جو مجھے سب میں مشترک نظر آیا....وہ زندگی تھا۔یہ سب لوگ زندہ تھے۔

ایک میں تھا......میں نے اپنے بارے میں سوچا۔میری زندگی کچھ کی کچھ ہو

چکی تھی۔شیو بڑھائے رکھنا میرا معمول بن چکا تھا۔ناہید کو میری اس عادت سے بڑی چڑ تھی.....وہ اکثر مجھے اس حال میں دیکھ کر رنجیدہ ہو جاتی تھی۔

''کیا حال ہو گیا ہے آپ کا...اپنی طرف بھی ذرا دھیان دیں عامر!اور کچھ نہیں تو کم از کم شیو تو کیا کریں اپنی''

''کر لیں گے یار!شیو بھی،ابھی کرنے سے فائدہ''میں ہر بار ٹال جاتا۔

میں نے چلتے ہوئے ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرا تو بال کافی بڑھ چکے تھے۔دائیں ہاتھ پر ایک ہیر ڈریسر کی دکان نظر آ رہی تھی۔میں سیدھا وہاں گھس گیا۔

''سر!شیو کروائیں گے یا خط بنوائیں گے''دکان میں گھستے ہی ایک لمبا سا مدقوق آدمی میری طرف لپکا۔

''شیو کروانی ہے''

''بیٹھیں سر!'' اس نے کرسی میری طرف موڑ دی۔

''آپ پہلی دفعہ ہماری دکان پر آئے ہیں'' اس نے میرے گالوں پر پانی لگاتے ہوئے اپنی یادداشت کا فخریہ مظاہرہ کیا۔

''جی میں شیو گھر پر ہی کرتا ہوں۔آج ذرا موڈ ہو گیا کہ چلو باہر سے کرواتے ہیں''میں نے رسمی سا جواب دیا۔

''کیا کام کرتے ہیں آپ؟''آدمی بہت ہی باتونی معلوم ہوتا تھا۔

''جی میں کمپیوٹر ڈیزائننگ کا کام کرتا ہوں''

وہ متاثر ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے بولا''اچھا کام ہے جی۔بس ہم بھی اگر پڑھ لکھ جاتے تو آپ کی طرح عزت سے کوئی نوکری کر رہے ہوتے لیکن

ماں باپ نے تیسری جماعت میں سکول سے ہٹا کر اس کام میں ڈال دیا.....اب تو جی دو بچے ہیں میرے۔ ماشاءاللہ سے میں اس کام کا استاد ہو گیا ہوں....اللہ کا شکر ہے دال دلیا چلتا ہے گھر کا۔ بس ہم غریب لوگ اسی میں خوش ہیں'' میں خاموشی سے بیٹھا رہا۔

''میں سکول میں بڑا ذہین بچہ مانا جاتا تھا سر جی! تیسری سے آگے ایک لفظ نہیں پڑھا جی لیکن ذہن اللہ نے بہت تیز دیا ہے جی۔ میں نے پامسٹری بھی سیکھ لی تھی۔ اللہ کے فضل سے بڑا صحیح ہاتھ دیکھ لیا کرتا تھا لیکن میری بیوی کے کان میں میرے کسی دشمن نے بات ڈال دی کہ اقبال ہاتھ دیکھ کر پیسے کماتا ہے، یہ حرام کی کمائی ہے۔ بس جی اس بھلی لوک نے کھنے سیک دیے پھر قسم اٹھوائی اور توبہ کروا کر سکون میں آئی۔ ورنہ جیسی میری شہرت ہوتی جا رہی تھی اب تک میرے پاس اپنی ذاتی گاڑی ہوتی'' اس نے افسوس کا اظہار کیا۔

شیو سے فارغ ہو کر میں نے اسے بٹھا لیا۔

''اقبال! میرا بھی ہاتھ دیکھ ذرا'' میں نے ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔

وہ ہنسنے لگا ''باؤ جی اب تو آدھا بھول بھال گیا ہوں۔ اب کیا دیکھوں گا ہاتھ۔''

''چلو ذرا ویسے ہی دیکھ کر بتاؤ۔ جو بھی سمجھ آتا ہے'' میں نے ضد کی تو اس نے بسم اللہ پڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور غور سے دیکھنے لگا۔

''آپ کی زندگی میں ٹینشن چل رہی ہے آج کل''

''وہ تو ہر آدمی کی زندگی میں چل رہی ہے'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''آپ دل کے اچھے آدمی ہیں پر.....مزاج آپ کا بڑا عاشقانہ ہے''

''ہوں....'' میری دلچسپی مزید بڑھ گئی ''اور کیا ہے میرے دل میں''

'' آپ کا دل.....آپ کا دل....ہوں....آپ کا دل نفس کے تابع ہے'' وہ سوچتے ہوئے بولا اور میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وہ ایک ان پڑھ آدمی اتنی دور کی کوڑی اٹھالایا تھا۔

''اچھا میری زندگی کا بتاؤ کچھ'' میں نے فرمائش کی۔

''زندگی آپ کی ٹھیک ہی ہے'' اس نے ہاتھ کو تھوڑا موڑتے ہوئے کہا ''ہاں البتہ شادی آپ کی ایک ہے، محبت کی شادی لگتی ہے اور ہوگی بھی بڑی مصیبتوں کے بعد''

''اور بتاؤ کچھ'' میرے کان کھڑے ہو گئے۔

''نہیں جی، بس اتنا ہی نظر آیا ہے۔ وہ میں نے آپ کو بتا دیا ہے باقی اللہ بہتر جانتا ہے...اپنی اوقات تو بس اتنی سی ہے''

میں نے اسے کچھ پیسے دینے چاہے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔

''کس چیز کے پیسے جی۔ میں نے تو شیو کی ہے اس کی اجرت لے لی ہے''

''رکھ لو میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں۔ یہ حرام نہیں'' میں نے مسکرا کر کہا

''او باؤ جی! کیوں شرمندہ کرتے ہو۔ میں نے قسم کھائی ہے ورنہ یہاں بڑی عوام ہاتھ دکھا کر جاتی ہے، پر اقبال نے کبھی ایک پیسہ نہیں لیا جی''

میں دکان سے نکلا تو مزاج بہت خوشگوار ہو چکا تھا۔ اقبال کے مطابق میرے ہاتھ میں محبت کی شادی تھی، چاہے مصیبتوں کے بعد تھی مگر تھی تو....اور مجھے محبت صرف ناہید سے ہوئی تھی۔ میں نجومیوں کی باتوں پر ہرگز آنکھ بند کر کے

یقین نہیں کرتا تھا مگر اقبال کی باتوں پر یقین کر کے اگر میرے دل کو خوشی ملتی تھی تو ذرا سی دیر کے لیے خوش ہونے میں کیا حرج تھا۔ ٹی شرٹ خرید نے کے بعد میں گھر کی طرف چل دیا۔ ہمیشہ کی طرح ناہید میرا انتظار کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

رات کافی گزر چکی تھی۔ میں لیٹنے کے ارادے سے اٹھنے ہی والا تھا۔ گیارہ سے چار بج گئے تھے۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوئے وقت گزرنے کا کبھی احساس تک نہ ہوتا تھا۔

''میرا خیال ہے سونے کے بارے میں سوچنا چاہیے'' میں نے اجازت چاہی۔

''ایک منٹ ٹھہریں ذرا'' اس نے شوق سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہوں....گڈ.....ویری گڈ....'' وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''اب ذرا سیدھے کھڑے ہو کر دکھائیں'' اس نے کسی ماسٹر کی طرح کہا۔

''ایں....سیدھا کھڑا ہو جاؤں....اس سے کیا ہوگا'' میں نے ہونقوں کی طرح پوچھا۔

''افوہ....جب کہا ہے کہ کھڑے ہو کر دکھائیں تو بس دکھائیں''

''اوکے بابا!...'' میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''ہوں'' اس نے بغور سر تا پیر مجھے گھورتے ہوئے کہا'' آپ بہت خوبصورت ہیں اور ہینڈسم بھی'' اس کی آنکھوں میں پر تحسین آثار تھے۔ میں گڑبڑا گیا۔

''او نو، ڈونٹ بی سلی .... مجھے اپنے بارے میں ایسی کوئی غلط فہمی نہیں anyway thanks to admire''

''سنیں نا'' اس نے ضدی لہجے میں کہا'' جب آپ ٹیرس کے دروازے سے ٹیک لگا کر کل بارش کو دیکھ رہے تھے نا، بڑی مزے کی لک آ رہی تھی آپ کی اینڈ بائی داوے آج آپ اس لیے بھی اچھے لگ رہے ہیں کہ جناب نے بڑے دنوں بعد شیو کروائی ہے۔ یہ کام آپ کو ہر روز با قاعدگی سے کرنا چاہیے'' اس نے پھر کسی بچے کی طرح مجھے سمجھایا۔

''اوکے مس!....کل سے میں شیو کر کے سکول آیا کروں گا...بس ٹھیک ہے'' میں نے فقرہ کس دیا اور مسکرانے لگا۔

''مجھے پتا ہے آپ کو اس وقت نیند آ رہی ہے، جان چھڑا رہے ہیں آپ مجھ سے'' اس نے مصنوعی خفگی سے میری طرف دیکھا۔

''یہ لو بابا!....مجھے کوئی نیند وینڈ نہیں آ رہی'' میں پھر بیٹھ گیا۔

''ارے...ارے....'' اس نے فوراً کہا'' میں تو یونہی مذاق میں کہہ گئی کہ آپ کو نیند آ رہی ہے....اٹھیں بس بہت باتیں ہو گئیں۔ اب آرام کر لیں''

''اچھا، تھوڑی دیر تک سو جاؤں گا'' میں نے سگریٹ نکال لی۔ آدھے گھنٹے

بعد مجھے واقعی نیند نے آلیا اور میں کاؤچ پر ہی سو گیا۔

اگلا دن خرم کو فون پر ٹریس کرتے گزر گیا۔ آج اس کی کمپنی کی نئی برانچ کھل رہی تھی شاید اسی مصروفیت کی وجہ سے وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ دن کے باقی حصے میں کھنگالنا شروع کر دیا۔ پچھلے کچھ دنوں سے میں یہ کام متواتر کرتا چلا آ رہا تھا۔ کتابیں پڑھنے کی لت مجھے بچپن سے ہی تھی، اس لیے میں جہاں رہنا شروع کرتا وہاں کچھ دنوں میں کتابوں، رسالوں اور میگزینز کا ڈھیر لگ جاتا۔ پہلی بار یہ پرانا ڈھیر میرے لیے کارآمد ثابت ہو رہا تھا۔ پچھلے چار دنوں کے دوران میں گیارہ عامل اور نجومی حضرات سے ان کے ٹیلیفون نمبرز پر رابطہ کر چکا تھا۔ میں نے مختلف مسائل گھڑ کر ان سے حل کے لیے بات چیت کی مگر کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ اس سے ناہید کے سلسلے میں کسی مدد کی توقع کی جا سکے لیکن میں بھی اپنی تلاش جاری رکھے ہوئے تھا۔ ایک بار کسی کامل کے مل جانے سے میری مشکل کافی آسان بھی ہو سکتی تھی مگر اس آسانی کا دارومدار صرف اور صرف میرے صحیح انتخاب پر منحصر تھا۔ ذرا سی غلطی بھی مجھے، ناہید کو اور کچھ حد تک خرم کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اس لیے میں بہت محتاط ہو کر قدم آگے بڑھا رہا تھا... اس کام سے فارغ ہو کر میں نے پھر خرم کو ٹرائی کرنا شروع کر دیا۔ تیسری بار میں مایوس ہو کر موبائل کان سے ہٹانے ہی والا تھا کہ اس نے کال ریسیو کر لی۔

''کمینے آدمی!...فون کیوں نہیں اٹھا رہا تھا میرا'' میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''یار! سوری۔ میں ابھی ابھی ہوٹل سے باہر آیا ہوں۔ ہم لوگ اندر کانفرنس ہال میں تھے اور وہاں کسی کو موبائل لے جانے کی اجازت نہیں تھی.... ابھی میں نے

سیکیورٹی سیکشن سے موبائل لیا تو اس کی بیل بج رہی تھی۔ تیرا نمبر دیکھ کر میں نے فوراً فون ریسیو کیا ہے..."Belive me"

''اچھا! تیری اوپنگ والی مصیبت ختم ہوگئی.... بتا کب آ رہا ہے'' میرا منہ ابھی تک بنا ہوا تھا۔

''میں کل شام کو پہنچ جاؤں گا.... پکا وعدہ''

''ٹھیک ہے۔ میرے لیے اور کوئی چارہ نہیں، ورنہ جی چاہتا ہے تیرا گلا دبا دوں''

''آؤں گا تو دبا دینا یار!'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، کل ملاقات ہوتی ہے'' میں نے فون رکھ دیا۔

دوپہر کا کھانا کھایا ہوا تھا مگر ابھی بھی بھوک نہیں لگ رہی تھی۔ یونہی چلتا ہوا میں ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے کے سامنے جا کھڑا ہوا.....میں بہت کمزور ہو چکا تھا۔ تشویش سے میں نے اپنا جائزہ لیا.... مجھے ناہید کی پچھلی رات کی باتیں یاد آ گئیں....ہونہہ، میں طنز سے خود پر مسکرایا......خوبصورت، ہینڈسم.....ایسے ہوتے ہیں ہینڈسم لوگ..... مجھے جیسے ہنسی سی آ گئی.....ناہید میرے بارے میں کیا جانتی تھی.... کچھ بھی نہیں۔ اسے کیا معلوم کہ ساری زندگی میں کیسے کرب میں جینے پر مجبور رہا۔ دکھ، آلام، مصائب اور پریشانیوں کے جیسے لشکر کے لشکر میرے ساتھ چلتے آئے تھے۔ نجانے کب سے میں غربت اور مفلسی کے اس جال کو اپنے سر سے اتار پھینکنے کی جاں گسل کوشش میں مصروف تھا....ہم سب ایسے ہی تھے۔ میں، میرے سبھی دوست....ہم سب دولت کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ انسانوں کے اس عظیم سمندر میں ہم بھی وجودِ قطرہ کی مانند اپنی تلاش میں، اپنی پہچان بنانے میں دیوانہ وار زندگی کی بپھرتی، جھاگ اڑاتی

لہروں پر ادھر سے ادھر ڈولتے رہتے تھے ....ہم سب اچھی نوکریوں پر تھے ۔انھی باعزت ملازمتوں کی وجہ سے ہم میں سے تقریباً سبھی کسی نہ کسی طرح اپنے گھر اپنے ماں باپ کا ساتھ دینے کی کوشش میں کامیاب رہتے تھے لیکن جس مستقبل کی خواہش ہمیں ہر وقت بے چین کیے رکھتی تھی وہاں تک ہم میں سے کسی کی رسائی نہ تھی ۔بس ایک معمول تھا زندگی ،سو گزرتی جا رہی تھی اور خواہش مدھم ہوتی جاتی تھی .....میرے پاس بھی یہی سب کچھ تھا۔ایک کرائے کا فلیٹ ،پرانی بائیک جو اپنی مرضی سے چلتی تھی ۔اگر موڈ نہیں تو جس کو جو کرنا ہے کرلے ،ہم تو یہ کھڑے ،کے مصداق استراحت فرمایا کرتی تھی ۔بینک بیلنس نام کی کسی شے کا نام ونشان تک نہ تھا۔صرف اٹھارہ ہزار دوسو روپے کا اکاؤنٹ کیا شے ہے ،بس جو کمایا کھالیا اور کچھ بچا کر گھر دے آئے ۔یہی حاصل زندگی تھا،ان حالات میں مابدولت نوکری کو چھوکری کی وجہ سے لات مار آئے تھے ،دیکھیے اب کیا ہوتا ہے ۔گہری سانس لے کر میں آئینے سے ہٹ گیا۔

میں جانے کتنی دیر تک بستر پر چپ چاپ آنکھیں موندے پڑا رہا مگر دل ایسے ملال میں تھا کہ نیند کوسوں دور کھڑی دیکھ رہی تھی مگر پاس آنے کی ہمت نہ کرتی تھی ،تھک ہار کر میں اٹھ بیٹھا ،پتا نہیں کیوں مگر میں اندر سے رو رہا تھا۔آنکھیں بنجر پڑی تھیں اور ساون تھا کہ بس دل میں برسنے کی ٹھانے ہوئے تھا۔جب اداسی بہت بڑھ گئی تو میں نے گھبرا کر مراقبے کا سہارا لیا ،شاید کچھ سکون آجائے ،دھیان میں جاتے ہی احساس ہوا کہ آج مجھے دھیان نہیں لگانا چاہیے تھے ۔

اندھیرے میں گرم ہوا کا ایک جھونکا آیا ۔ہوا میں تندی تھی ۔اس ہوا کے ساتھ میرے منہ پر ریت کے چند ذرے بھی آپڑے تھے ۔ریت کی چبھن سے

اس بار میرے من کی آنکھ کھلی تو میں ایک بے کراں، اجاڑ اور بنجر صحرا میں ننگے پیر اکیلا کھڑا تھا.....انسان جب اکیلا ہو اور اسے اس بات کا احساس ہو کہ میلوں تک کسی اور انسان کا وجود نہیں تو اس کا دل ڈوب جاتا ہے اور چہرے پر خوف کا سایہ مسلط ہو جاتا ہے.... یہ خوف اسے وراثت میں ملا ہے۔ نسل در نسل صدیوں سے کچھ خوف نسل انسانی میں کسی امانت کی طرح منتقل ہوتے آئے ہیں مگر یہ خوف پہلا ہے۔ اس سے پہلے آدمؑ کے دل و دماغ میں کوئی خوف نہ تھا۔ انھیں اس سرسراتے ہوئے سیاہ احساس سے پہلی بار تب واسطہ پڑا جب ان کی اس زمین پر پہلی بار آنکھ کھلی تھی۔ وہ دو تھے مگر دوسرا ہزاروں میل دور تھا، اسی احساس کے ساتھ نبرد آزما.... حضرت انسان کو سب سے پہلے اسی سیاہ احساس نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اسی احساس نے انھیں چلنے پر مجبور کیا تھا۔ شاید وہ کسی کے قریب ہو رہے ہیں ،شاید کوئی انھیں مل جائے اور یہ اذیت ناک بے کراں احساس تنہائی ان کا پیچھا چھوڑ دے۔ اسی اضطراب میں انھوں نے تلاش کا سفر اختیار کیا...حوا کی تلاش کا سفر.... روئے زمین پر ایک ایسے شاندار کھیل کا آغاز ہوا کہ فرشتے آج تک حیرت سے دیکھتے ہیں مگر یہ بساط ہے کہ پھیلتی ہی چلی جاتی ہے. ہر روز نئی چال چلی جاتی ہے.....شیطان اور انسان اس کھیل کے دو کھلاڑی بھی ہیں اور شاید مہروں میں سے دو مہرے بھی....

میں بھی جنت سے نکالا ہوا اک بت ہی تو ہوں
اے ذوقِ تخلیق! تجھے کیسے ستم آتے ہیں

من کی آنکھ کھلتے ہی میں نے کوسوں دور تک وحشت بھری نظر دوڑائی مگر

میں اکیلا تھا....آدم کے بیٹے نے بھی چلنے کا فیصلہ کیا......وقت گزرتا رہا اور میں چلتا رہا۔ کتنی صبحیں ہوئیں، کتنی راتیں چلتے چلتے کٹ گئیں مگر تپتا سورج ایک لمحے کے لیے نہ بجھا۔ پھر میرے پاؤں میں پہلا چھالا نکلا اور پیاس سے کانٹے کی زبان سوکھ گئی۔ میرے ہاتھ پاؤں ریت سے اٹ چکے تھے، ڈاڑھی جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھ آئی تھی مگر ابھی تک رکنے کا حکم نہ آیا تھا، پھر وقت کو جیسے پر لگ گئے۔ میرے پاؤں میرے بوجھ کو اٹھائے بس آگے ہی آگے بڑھتے رہے...میں مرنا چاہتا تھا مگر میرے جسم کو اجازت نہ تھی، زندگی طویل کر دی گئی تھی، بے انتہا طویل۔ لباس کے نام پر کچھ تار میرے بدن سے جھول رہے تھے۔ میں ہزار سال چلتا رہا، بھوکا پیاسا، پاؤں میں چھالے اور سوکھا ہوا حلق لیے، ہونٹوں پر پپڑی کی تہ جمائے، چلتے رہنے کی مجھے عادت ہوگئی...میں جان چکا تھا کہ اس بے کراں تپتی ہوئی ریت کے سمندر میں مرنے کے لیے نہیں، چلنے کے لیے پھینکا گیا ہوں۔ اب پانی کی خواہش باقی نہ بچی صرف پیاس کا احساس باقی رہ گیا۔ بھوک کے مارے جاں بلب تھا مگر کھانے کی حسرت نے دم توڑ دیا.... جب میں نے یہ جانا کہ میرے لیے مرنا ممکن نہیں....پھر مجھے گیان کی دولت ملی......ایک دن اس صحرا میں عامر کو چلتے رہنے سے روک دیا گیا۔ پتا چلا پڑاؤ ہے، آخر کو چلنا پڑے گا۔ پاؤں میرا بوجھ تو گھسیٹے جاتے تھے، اس سکھ کو سہار نہ پائے اور میں ریت پر ڈھے گیا.....من کی ایک آنکھ ہزار آنکھیں رکھتی ہے اور یہ ہزاروں آنکھیں ہزار جہان دیکھنے کو بنی ہیں.....

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر

ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

میں سمجھا من کی آنکھ نے پلک جھپکی، اب کھلی تو باہر کی آنکھ کھلے گی....مگر آج تو میری جھولی میں ایک کی بجائے دو ہیرے جگمگائے...کرم ہوا....خواب میں ایک اور خواب نے نیند سے آنکھ کھول دی۔ سامنے ناہید کھڑی تھی۔ میں سن ہو کر رہ گیا۔ ہزار برس کی وحشت ناک پا پیادہ مسافت کے بعد مجھے پہلا انسان نظر آیا اور وہ بھی میری محبت کے روپ میں ..... میں بلک بلک کر رو دیا، شاید میرے ماتم کی صدا پوری دنیا میں گونج گئی مگر کوئی نہ سن سکا نہ ہی دیکھ پایا۔ ناہید گم صم سی اسی کاؤچ پر بیٹھی تھی جہاں میں بیٹھ کر اسے دیکھا کرتا تھا۔ یہیں ہم دونوں گھنٹوں باتیں کیا کرتے تھے....وہ میری طرف دیکھتی جا رہی تھی۔ مجھے لگا جیسے میں بس اک تصویر جیسا دِکھ رہا ہوں...روشنی کا ایک جھپا کا سا ہوا.....میں نے بجلی کی سرعت سے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں.....خدا کی پناہ......میں ناہید کی جگہ اس تصویر میں قید کر دیا گیا تھا۔ کرداروں نے اپنی جگہیں بدل لی تھیں... کلجگ آ گیا....

میں نے ناہید کو دیکھا اور پھر اپنی آبلہ پائی کو.... پڑاؤ کا مطلب سمجھ میں آیا.....بس یہی کچھ لمحے کا سکھ ہے پھر وہی ریت کا سمندر ٹھاٹھیں مارے گا اور میں چلتا رہوں گا.....ایک ایک لمحہ ہیرے جیسا تھا۔ بھوک پیاس اور صدیوں کی تھکن سارے احساس اپنی انتہا پر تھے مگر میں اسے تکتا رہا.....پھر نہ جانے کب تک مجھے، کتنی صدیوں تک یہ صورت دکھائی نہ دے، یہی دھیان لیے میں اسے تکتا رہا....پھر وہ اچانک اٹھی اور ایک طرف کو چل دی......جیسے ہی اس کا وجود

میری نظروں سے اوجھل ہوا۔ میرا خواب ٹوٹ گیا...... میں جانتا تھا کہ میری آنکھ اسی موت کے صحرا میں کھلے گی.... سو وہی ہوا...... مجھے کوچ کرنے کا حکم ملا تو میرے پیروں نے غلاموں کی طرح میرا بوجھ پھر اٹھا لیا اور وہی سفر شروع ہو گیا۔ ہر سو غبار اڑنے لگا، اب اس صحرا میں اور بھی ہول ناکی آ گئی تھی یا شاید مجھے پھر سے بچھڑ جانے کا دکھ تھا، ہر دن مجھے تپتے سورج کے چابک سے مارتا گھسیٹتا آگے بڑھتا چلا گیا....

میری آنکھ کھلی تو جسم پسینے سے شرابور تھا۔ رواں رواں کانپ رہا تھا اور ظرف کا پیالہ آگہی کی شراب سے چھلکا پڑتا تھا...... میں بہت دیر زار و قطار روتا رہا..... آج مجھے ناہید کی قید کا جسمانی احساس دیا گیا تھا۔ ایسی اذیت تو کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا جیسی اس پھول جیسی لڑکی پر عذاب کی صورت اتر رہی تھی..... میں تو بہت دیر کرتا جا رہا تھا۔

اسی وقت میں نے خرم کو فون ملایا.... رات کے تین بجے کا وقت تھا۔ اس کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔

''او بھائی! تجھے چین کیوں نہیں آتا.... کہا تو ہے کہ کل پہنچ جاؤں گا پھر اس وقت کیا مصیبت پڑ گئی''

''خرم! تو صبح پہلی فلائٹ سے پہنچ....'' میری آواز خاصی بھرائی ہوئی تھی۔ وہ ایک دم گھبرا گیا۔

''کیا ہوا.... یار! پلیز حوصلہ کر..... کیا ہوا بتا تو سہی.....''

''خرم! جو میں نے کہا ہے ویسا کر.... اگر تو صبح نہ پہنچا تو پھر یاد رکھنا تیرا مجھ

سے کوئی تعلق نہیں .... بہت دیر ہو جائے گی خرم! میں اب انتظار نہیں کر سکتا ....تو آتا ہے تو ٹھیک ورنہ مجھ سے جو بھی ہوا میں کر گزروں گا'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے میں صبح پہنچتا ہوں ....تو پریشان مت ہو۔ میں آرہا ہوں اور سالے اب تو مجھے چھوڑے گا.....بکواس کرتا ہے میرے ساتھ ....آتا ہوں، کل صبح صبح پہنچ جاؤں گا....ٹھیک ہے''

''بس جلدی آجا....''

میں نے فون بند کیا اور آنکھیں صاف کر کے ناہید کے پاس آ بیٹھا۔ وہ مجھے یوں دیکھ کر پریشان ہوگئی۔

''ارے عامر! کیا ہوا.....آپ تو سو رہے تھے ....پھر اچانک ...؟'' اسے احساس ہوا کہ میں روتا رہا ہوں۔

''ذرا میری طرف دیکھیں'' اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ روئے کیوں .....ضرور پھر وہی مراقبہ کیا ہوگا اور دیکھ لیا ہوگا نجانے کیا الٹا سیدھا....اسی لیے اتنا پریشان لگ رہے ہیں''

میں اس بے بس لڑکی کو دکھ سے تکتا رہا....کتنا حوصلہ تھا ناہید میں۔ آج تک اس نے مجھے احساس نہ ہونے دیا کہ وہ کس جاں کنی کے عالم سے گزرتی ہے..... میرے دماغ میں بس اس کی کہی باتیں گونج رہی تھیں .... عامر! آپ میرا آخری سہارا ہیں۔ آپ کو دیکھ کر ہی تو جینے کا حوصلہ ملتا ہے....اور میں کبھی سمجھ نہ سکا کہ وہ کس حوصلے کی بات کرتی ہے.....

وہ کبھی کبھی مجھے کہا کرتی تھی.....عامر! اگر آپ کو میری جگہ ایک پل بھی اس قید میں کاٹنا پڑے تو آپ کو پتا چلے کہ میں کس قید میں ہوں.....میں انسان تھا، اس سے محبت کرتا تھا، ناہید کا دکھ میرا بھی دکھ تھا اسی لیے میں اسے آزادی دلانے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کو تیار تھا مگر پھر بھی....پھر بھی آج سے پہلے مجھے اس کے کرب کی ہولناکی کا کبھی اندازہ نہ ہوا تھا.....

میرا جی چاہا کہ جا کر ساری دنیا کے پاؤں پڑ جاؤں، اپنا سب کچھ بیچ کر اپنی آخری سانس تک گروی رکھ دوں مگر کوئی اس نازک سی لڑکی کو بچا لے، کوئی تو ہو جو اس سحر کا توڑ کر دکھائے.....ایک بار کوئی اسے میرے ہاتھوں میں، میرے پھیلے ہوئے ہاتھوں میں ڈال دے۔ میں اس کے سارے دکھ اپنی خوشیوں کے بدلے خرید لوں....مگر میں ابھی تک مجبور تھا۔

''عامر! کیا ہوا....کچھ تو بولیں پلیز....'' اس کی آنکھوں میں موتی سے چمکے۔

''ناہید!.....آج میں نے اس صحرا میں آبلہ پائی کی ہے جس میں تم قید ہو''

میرا گلا رندھ گیا، ضبط مشکل ہو گیا، رونا پڑ ہی گیا۔ ناہید کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

''آ......آپ....کو کیسے....پتا چلا''

''بس چل گیا پتا۔ دیکھا آج میں نے سب کچھ....تمھارا دکھ ناقابل بیان ہے، میں مانتا ہوں لیکن یاد رکھنا ناہید! میں تمھیں ایک دن اس حرامزادی سے چھین کر لاؤں گا....بس میری جان....کچھ دن اور....''

''عامر!.....'' وہ سسکیاں لے کر رو پڑی، شدت جذبات سے ناہید کی آواز کانپنے لگی۔

''آپ نے دیکھا ناں....کتنا بھیانک صحرا ہے وہ.....مجھے ہر روز اس میں چلنا پڑتا تھا، آج بھی چلنا پڑتا ہے اور شاید کل بھی یہی مسافت میرا مقدر ہوگی۔ مجھ سے اب برداشت نہیں ہوتا'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی ''خدارا مجھے یہاں سے نکالو...اب مجھ سے اور تڑپا نہیں جاتا۔ یہ عذاب میری برداشت سے بے انتہا بڑا ہے....مجھے یہاں سے نکالو عامر!....''

بہت دیر تک ہم دونوں روتے رہے۔ ساری دنیا بھی اس دکھ پر روتی تو کم تھا.....ناہید میری محبوب تو تھی ہی مگر اب مجھے جنون تھا۔

ایک انسان دوسرے انسان کا دکھ محسوس کر رہا تھا...انسانیت ہی سب کچھ ہے۔

سہ پہر تین بجے خرم میرے گھر پہنچ گیا۔

''السلام علیکم....'' دروازہ کھولتے ہی وہ اندر گھس آیا۔ اس نے ہاتھ میں کھانے کا شاپر پکڑا ہوا تھا۔

''بڑی سخت بھوک لگ رہی ہے'' اس نے کچن سے برتن نکالنے شروع کر دیے۔

''پورے ایک بجے میں ائیر پورٹ سے باہر تھا۔ گھر پہنچ کر صرف نہانے کا وقت لیا اور سیدھا تیری طرف دوڑا۔ یہ کھانا بھی راستے سے لیا ہے....میں تو رات کو تیرے فون کے بعد سے ہی سیٹ ریزرو کروانے کی فکر میں لگ گیا تھا.... ویسے ہوا کیا تھا تجھے.....اتنا پریشان تو میں نے آج تک نہیں دیکھا تجھے''

''پہلے تو کھانا کھالے پھر بات کرتے ہیں'' خرم کو دیکھتے ہی مجھ میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی تھی۔

کھانے کی ٹرے لے کر خرم لاؤنج میں پہنچا تو اس کی نظر ناہید پر پڑی۔

''ہیلو مس!......کیسے مزاج ہیں؟'' وہ باچھیں پھیلا کر بولا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں....آپ اپنی سنائیں'' ناہید بھی اسے دیکھ کر خوش ہوگئی تھی۔

میں نے فوراً خرم تک ناہید کا جواب پہنچایا۔

''ارے مس!.... مجھے تو اس کمینے نے پریشان کر کے رکھ دیا۔ بہت ہی بدحواس آدمی ہے....خوامخواہ آپ کو بھی پریشان کرتا ہوگا مگر اب آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔آپ کا بھائی سب ٹھیک کر دے گا'' اس نے کہا تو ناہید کھل اٹھی۔

''واہ بھئی واہ....بڑی جلدی بہن بنالیا''میں نے اسے چھیڑا۔

''بھئی اب بھابھی کو تو بہن ماننا ہی پڑتا ہے نا''اس نے جھکتے ہوئے میرے کان میں سرگوشی کی۔

''یہ کیا باتیں چھپائی جارہی ہیں مجھ سے''ناہید کے بھی کان کھڑے ہوگئے۔

''کچھ نہیں...بس یونہی بکواس کرتا رہتا ہے'' میں نے گڑبڑا کر ناہید سے کہا۔

یونہی کھانا کھانے کے دوران گپ شپ چلتی رہی۔

''سگریٹ....'' خرم نے کھانا ختم کر کے میری طرف دیکھا تو مجھے یاد آیا کہ سگریٹ ختم ہو چکے تھے۔

''ختم ہوگئے ہیں،چل کر لے آتے ہیں'' میں اٹھ کھڑا ہوا۔

باہر نکلے تو خرم کا رخ رمضان کی دکان کی جانب تھا۔

''نہیں یہاں سے نہیں .... باہر چوک والی دکان سے لاتے ہیں۔

کولڈ ڈرنک بھی پی لیں گے''میں نے بائیک نکالتے ہوئے اسے روکا۔

تھوڑی دیر بعد ہم بوتلیں ہاتھ میں لیے دکان کے سامنے لگی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

''ہاں اب بول.....کیا مسئلہ ہوا تھا کل رات؟''خرم نے سگریٹ سلگاتے ہی مجھ سے سوال کر دیا۔

میں نے اسے تفصیل سے مراقبے میں دیکھے گئے ہولناک حالات بتا دیے۔ وہ حیرت سے منہ کھولے میری بات سنتا رہا۔

''او مائی گاڈ''میں چپ ہوا تو اس نے حیرت سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

''اگر تیرے بجائے مجھے کوئی اور یہ سب بتاتا تو قسم سے میں کبھی یقین نہ کرتا...یہ ساری کہانی ہی ناقابل یقین لگتی ہے'' پھر اچانک اسے جیسے کچھ یاد آیا۔

''عامر تجھے یاد ہے آج سے کوئی سال پہلے ہم لوگ اکثر اس بات کو روتے تھے کہ ہماری زندگیاں ایک لگی بندھی روٹین میں گزر رہی ہیں۔ زندگی میں کوئی زبردست چینج آنا چاہیے....تجھے یاد ہے نا''

''ہاں....'' میں مسکرایا''مجھے سب یاد ہے۔ دیکھ لو ہماری زندگی میں کتنا بڑا چینج آ گیا ہے....تجھے بھی بڑا شوق تھا نا، لے اب پورا کر لے''

''بڑا مزہ آئے گا اس جن زادی سے جب پیچ پڑے گا''وہ بھی مسکرانے لگا۔

اچانک میرے ذہن میں ایک خدشے نے سر اٹھایا....اس دوران اگر ہمارے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا تو خرم بیچارہ میری وجہ سے خود بھی مصیبت میں پھنس سکتا تھا......میں نے اپنے ساتھ اسے بھی گھسیٹ لیا تھا۔

''دیکھ خرم! اب میری بات سن ذرا دھیان سے ....مگر وعدہ کر کہ مجھ پہ غصہ نہیں کرے گا''

''بول....نہیں کرتا غصہ....''

''یار! میں جس مشکل میں گرفتار ہوں اس سے نکلنے کی کوشش میں ہماری جان کو خطرہ بھی ہو سکتا ہے.....وہ چڑیل اشتعال میں آ کر ہم پر وار بھی کر سکتی ہے''

''ہوں.....'' وہ غور سے میری بات سن رہا تھا۔

''مجھے لگا کہ تو میری بات کو سمجھے گا اور ویسے بھی تجھے حادثات سے ٹکر لینے کا شوق ہے....اس لیے میں نے تجھے اس آگ میں گھسیٹ تو لیا ہے مگر اب سوچ رہا ہوں کہ کہیں تجھے کچھ ہو گیا تو میں انکل، آنٹی اور باقی لوگوں کو کیا بتاؤں گا، کیسے سمجھاؤں گا.....اس لیے اگر تم چاہو تو اس سارے قصے سے الگ ہو جاؤ.....مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہو گا'' میں نے خلوص دل سے کہا۔خرم بھی سیریس ہو گیا۔

''عامر! پہلی بات تو یہ کہ میں بے وفا نہیں ہوں تو یہ بات بہت اچھی طرح جانتا ہے..... یاروں پر جان قربان....''اس نے جذباتی ہو کر کہا۔

''اور دوسری بات یہ کہ میں تو خود پنگے ڈھونڈ کر اپنا سر پھنسانے والا بندہ ہوں اور یہ سارا چکر تو اتنا بڑا پنگا ہے کہ میری رال ٹپک رہی ہے.....میں اس کام میں اپنی دوستی کی خاطر بھی تیرے ساتھ چلوں گا لیکن سب سے سچی بات یہ کہ میں خود کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ میرا ٹکراؤ اس بار ایک انسان سے نہیں بلکہ کسی جن سے ہونے جا رہا ہے....اس لیے تجھے میرے بارے پریشان ہو کر اپنا سر کھپانے کی کوئی ضرورت نہیں اور پھر مجھے یہ بتا کہ کل مجھے کسی کے ساتھ محبت ہو

اور کوئی مسئلہ ہو جائے تو کیا تو میرا ساتھ نہیں دے گا''

''اچھا میرے ٹارزن! ٹھیک ہے....اب یہ بتا کہ کرنا کیا ہے؟''

''ہوں .....'' اس نے سوچتے ہوئے سر ہلایا'' تو ایسا کر کہ مجھے آج کی رات دے۔ میرے ذہن میں ایک بندہ ہے پہلے میں اس کا پتا کرلوں کہ اس سے ملاقات کیسے ہوسکتی ہے۔ پھر تجھے بتاؤں گا''

''بندہ.....کون بندہ؟.....کچھ پتا تو چلے؟''

''یار! میرا ایک کولیگ ہے۔اس کا گھر فیصل آباد کے پاس کسی گاؤں میں ہے۔کوئی تین چار مہینے پہلے ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں مجھے بتایا تھا کہ اس کے گھر میں کسی جن کا سایہ تھا جس کی وجہ سے سارے گھر والے بے حد پریشان تھے۔اس کے والد کے کوئی پیر تھے، پڑوس گاؤں میں، ان کو بلایا گیا تب کہیں جا کر اس جن سے چھٹکارا ملا.....مجھے آج یہ قصہ اس لیے یاد آ گیا کہ میرے اس کولیگ نے بتایا تھا کہ جب وہ بزرگ ان کے گھر آئے تو جن گھر میں موجود میرے کولیگ کے والد کے جسم میں حلول کر چکا تھا۔ان بزرگ نے سب کے سامنے اسے قابو کیا اور اس کے والد کے جسم سے باہر نکال کر اپنی قید میں لے لیا تھا.....شاید وہ ہماری کچھ مدد کر سکیں'' خرم نے پرخیال نظروں سے میری طرف دیکھا تو میں نے بھی اس کی تائید کر دی۔

''ٹھیک ہے تو کل آفس جا کر اس سے مل اور اس بزرگ کا اتا پتا معلوم کر لیکن خیال رکھنا کہ اب مزید دیر نہیں ہونی چاہیے''

''نہیں، کوئی دیر نہیں ہوگی.....بس اب کام سٹارٹ ہو گیا ہے خان!'' خرم

مجھے اکثر خان کے نام سے بھی پکارا کرتا تھا۔

رات کو میں اور ناہید باتوں کی محفل سجائے بیٹھے تھے کہ موبائل کی گھنٹی بجنے لگی.....دوسری طرف خرم بول رہا تھا۔

'' کیوں بے زن مرید! .... بیٹھا ہے بھابھی کے چرنوں میں ۔ ہیں..... ہیں نا؟''

'' بکواس بند کر اور یہ بتا کیا خبر ہے'' میرا لہجہ خوشگوار تھا۔

''کل میں گیارہ بجے تیرے پاس آ رہا ہوں۔ تیاری پکڑ ،ہم فیصل آباد جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ آصف بھی جائے گا'' اس نے مجھے تفصیل بتائی۔

'' آصف ....کون آصف...؟ وہ تمھارا کولیگ؟''

''ہاں وہی ہے اور کون ہوسکتا ہے''

'' ٹھیک ہے میں تیرا انتظار کروں گا''

'' او کے، باقی باتیں صبح ہوں گی'' خرم کے لہجے میں تکلف کے آثار نمایاں تھے۔

'' اچھا سن تو نے اسے کیا بتایا'' اچانک میں نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

'' یار! میں اتنا بھی بے وقوف نہیں۔ میں نے اسے کہا ہے کہ میرے دوست کی شادی کا پرابلم ہے اس کا ابا نہیں مانتا....تو کیا سمجھتا ہے میں اتنا گھامڑ ہوں کہ اسے بھابھی کا بتاؤں گا'' اس نے چڑ کر جواب دیا۔

'' اچھا اچھا ٹھیک ہے۔کل ملتے ہیں سو جا آرام سے'' میں نے کھسیا کر فون رکھ دیا۔

ناہید کو میں نے جانے کا بتایا تو وہ پریشان ہوگئی۔

''اللہ خیر کرے عامر!.....'' اس نے فکرمندی سے کہا۔

''ہاں انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا...تم میرے لیے دعا کرنا'' میں نے اسے تسلی دی۔

رات بھر میں اور ناہید آنے والے حالات پر بحث کرتے رہے مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ پائے۔صبح چار بجے میں سو گیا.....ہمیں کل رات کو ہی واپس آنا تھا۔خرم پہلے ہی مجھے بتا چکا تھا کہ اسے دفتر سے صرف ایک ہی چھٹی ملے گی، اس لیے ہمارے پاس وقت نہیں تھا۔

گیارہ بجے میں تیار ہو کر چائے بنانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ خرم نے گاڑی کا ہارن دیا۔میں نے فوراً اپنا موبائل اٹھایا اور ناہید کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آیا.... خرم نے میرا تعارف آصف سے کروایا۔وہ درمیانے سے قد وقامت کا نرم مزاج آدمی تھا۔

''اچھا تو آپ ہیں عامر صاحب''اس نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے خرم بھائی نے بتایا ہے آپ کا سارا مسئلہ....آپ کو بالکل فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔یہ مسئلہ تو شاہ جی ایسے حل کر دیں گے'' اس نے چٹکی بجائی۔

آصف کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ہر معاملے میں ٹانگ اڑا کر اپنی مصنوعی مدبرانہ باتوں اور مہذب انداز گفتگو سے خود کو دانا ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش میں لگے رہتے ہیں مگر ان کا مخاطب انھیں بے وقوف سمجھ کر دل ہی

دل میں مسکراتا رہتا ہے۔

ہم نے موٹر وے کا راستہ اختیار کیا تھا۔ٹول ٹیکس سے نکل کر خرم نے پٹرول ڈلوانے کے لیے گاڑی روکی تو میں اتر کر سینڈوچ اور بوتلیں لے آیا۔صبح ناشتا کیے بغیر ہی نکل آیا تھا اس لیے بھوک پریشان کرنے لگی تھی ۔ دوران سفر آصف نے ہمیں شاہ جی کے متعلق بہت سی حیرت ناک باتیں بتائیں.....

''خرم صاحب! یہ اپنے عامر بھائی کا مسئلہ تو یوں سمجھیں کہ ہے ہی نہیں ۔ ان کے ابا جی تو دنوں میں مان جائیں گے۔میں نے تو ایسے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن کا کام ہونے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر شاہ جی بڑے پہنچے ہوئے اللہ کے ولی ہیں جی'' عقیدت مندی سے اس نے سر جھکالیا۔

''اچھا یار آصف!....وہ تیرے ابا جی کو جو جن چمٹ گیا تھا اسے جب شاہ جی نے قید کیا...تو نے اسے دیکھا تھا'' خرم نے سوال کیا۔

''بالکل دیکھا تھا'' اس نے انکشاف کیا۔

''وہ جن ایک کمرے میں، جسے ہم گندم رکھنے کے لیے استعمال کرتے تھے، رہتا تھا.....دادا جی کے جیتے جی تو نہ اس نے ہمیں تنگ کیا نہ ہم نے کچھ پڑھنے پڑھانے کی ضرورت ہی محسوس کی ۔بس ہم سب لوگ اس کمرے میں کبھی نہیں گئے ۔اماں جی نے اس کمرے کی کھڑکیوں پر پلستر کروادیا تھا اور دروازے کو تو دادا جی کے زمانے سے موٹا سا تالا لگا تھا اور کچھ غلط نہیں تھا جی ....زندگی بڑے سکون سے گزر رہی تھی ....پھر پچھلے سال میری شادی کے دن رکھے گئے تب یہ سیاپا شروع ہوا جی'' ہم دونوں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

''شادی سے دو مہینے پہلے ابا جی نے گندم کی فصل اٹھائی تو بڑا سخت گھاٹا پڑا۔ ہم معمولی سے زمین دار لوگ تھے، ایک زمین کے علاوہ اور ہمارا کوئی ذریعہ آمدن بھی نہیں تھا۔ ہماری تو ایسی تیسی ہوگئی....ابا جی تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اوپر سے میری شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے۔ان کا ارادہ تھا کہ کچھ مہینے پہلے مجھے گھر کے مغربی حصے میں ایک کمرا بنوا دیں گے تب تک گندم کی فصل کے پیسے بھی آ چکے ہوں گے.....لیکن گھاٹے کے بعد جو پیسے بچے تھے وہ شادی کرا سکتے تھے یا کمرا بنا سکتے تھے۔ برادری میں ہماری بڑی بے عزتی ہونی تھی ..... پھر ایک دن ان کا دماغ گرم ہوگیا جی۔ان کے اور اماں کے درمیان تو تکار ہونے لگی۔

''مجھ سے نہیں بنتا آصف کا کمرا.... پیسے ہی نہیں....تو سمجھتی کیوں نہیں.... تیری عقل تیرے گٹوں میں ہے'' ابا جی بے بسی سے اماں کو دیکھنے لگے۔

''بنانا تو پڑے گا۔شادی نزدیک آ گئی ہے....میں نہیں جانتی کہ پیسے ہیں یا نہیں۔ادھار پکڑو مگر کمرا تو بنانا ہی پڑے گا'' اماں نے دوٹوک جواب دیا۔

یکا یک ابا جی کو جیسے خیال سوجھا....وہ اٹھے اور پرخیال انداز میں اس جن والے کمرے کے پاس جا کر رک گئے۔

''اور یہ جو سالا ہمارے گھر میں ہمارے ہی کمرے کا مالک بنا بیٹھا ہے...حرامزادہ.....'' ابا جی نے اسے گالی دی ''کیوں نہ اس کو نکال باہر کریں اور ویسے بھی مجھے لگتا ہے کہ اس میں کوئی جن ون نہیں رہتا ایویں ہی میرے باپ کو کسی چیز کا وہم پڑ گیا ہوگا....اٹھ کے بے وقوفوں کی طرح اپنے ہی کمرے کو تالا لگا دیا'' ابا جی نے جذبات میں آ کر میرے دادے کو بھی سنا ڈالیں۔

''ہائے ہائے تجھے اللہ پوچھے....شرم نہ آئے گی تجھے اپنے باپ کے سامنے قیامت کے دن'' اماں لٹھ لے کر ابا کے پیچھے پڑ گئیں۔

''اللہ بخشے جب میرے سسر نے ہمیں صاف کہہ دیا تھا کہ میرے بعد بھی اس کمرے کو ہرگز کوئی نہیں کھولے گا۔ میں نے جن کو وعدہ دیا ہے کہ وہ ہمیں تنگ نہ کرے، ہم اس کو نہیں کریں گے تو تجھے کیا سوجھی کہ اس کمرے کا لالچ کرتا ہے''

ابا جی اس وقت تو کھسیا کر چپ ہو گئے مگر ان کے دل میں یہ خیال پکا ہو گیا کہ انھیں یہ کمرا کھول دینا چاہیے۔ اس سے میری شادی سکون سے ہو سکتی تھی۔ اگلے ہی دن وہ گاؤں کے امام مسجد کو لے آئے۔ وہ بیچارے شریف النفس آدمی تھے۔ ابا جی کو شاید مروت میں انکار نہ کر پائے اور ہچکچاتے ہوئے چلے آئے......

''مولوی صاحب!....بس آپ دعا کرتے ہوئے اندر ذرا کوئی پھونک شونک مار دیں۔ یہ میری گھر والی ذرا ٹیڑھے دماغ کی ہے اس کی تسلی ہو جائے....مجھے پکا یقین ہے کہ اندر کچھ نہیں''

اماں ڈر کر جائے نماز پر جا بیٹھی۔

''آصف کے ابا! تو نہ مان میری بات.....میں کہتی ہوں تو بڑا پچھتائے گا....دیکھ تجھے اللہ کا واسطہ ایسا نہ کر۔ ہم سب پر مصیبت آئے گی'' اماں نے بیچارگی سے ابا جی کو سمجھانے کی آخری کوشش کی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ ابا جب کرنے پر آ جائے تو پھر شیر بن جاتا ہے...وہی ہوا....

''چپ کراوئے...میرے سے اب مولوی صاحب کے سامنے بک بک نہ سن'' ابا نے لال آنکھوں سے اماں کو دھمکایا تو خاموش اماں نے نماز کی نیت

کر لی۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی بھی ساتھ کھڑے خوف سے اس دروازے کو دیکھ رہے تھے۔

''بھئی اگر اندر کوئی جن ہے تو میں اسے اللہ کی قسم دیتا ہوں یہاں سے چلا جائے....اہل خانہ کو اس کمرے کی جائز ضرورت ہے'' مولوی صاحب نے خبریں پڑھنے کے انداز میں اعلان کیا۔

دو منٹ تک ہم سب لوگ خاموشی سے باادب کھڑے رہے جیسے دروازے سے کسی بادشاہ کے نمودار ہونے کا انتظار کر رہے ہوں.....آصف نے ہنستے ہوئے بات جاری رکھی.....پھر مولوی صاحب تلاوت کرنے کے بعد پانی کا پیالہ ہاتھ میں لے کر دروازے کے قریب پہنچے تو انھوں نے ابا جی کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا....ابا جی تو جیسے انتظار میں کھڑے تھے، فوراً زنگ آلود چابی سے تالا کھول کر دروازہ کھول دیا اور درود شریف پڑھتے ہوئے اندر گھس گئے.....ہم سب کی تو جیسے سانس رک گئی۔اماں جائے نماز پر ہاتھ باندھے کانپنے لگی۔

''آجاؤ....آجاؤ....کوئی نہیں اندر'' ابا جی کی فتح مندی کے جذبات سے پھولی ہوئی آوازیں سن کر ہم تینوں اندر داخل ہوئے۔مولوی صاحب نے پانی چاروں کونوں میں چھڑکا اور دعا کی۔

عامر صاحب! کمرے میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔پہلے تو ہمیں چکر آنے لگے مگر پھر ہم سنبھلے تو خیال آیا کہ اتنی دیر کمرا بند رہنے سے کوئی بدبو پیدا ہو ہی جاتی ہے....میں بھاگ کر دوا گر بتیاں پکڑ لایا اور سلگا کر دیوار میں پھنسا دیں۔

''پھر کیا ہوا؟'' میں نے بے صبری سے پوچھا۔

''اس وقت تو کچھ نہیں ہوا جی'' آصف نے مسکرا کر کہا۔

ابا جی تو شیر کی طرح اکڑ رہے تھے، انھوں نے فٹ جیب سے سو روپیہ نکال کر مولوی کو دیا..... انھیں یقین ہی نہیں آتا تھا کہ سو روپے میں ایک نیا کمرا گھر میں شامل ہو گیا ہے.... مولوی صاحب بھی سو روپیہ پا کر خوشی سے جھومتے ہوئے مسجد کی طرف چل دیے.... رات کو ابا جی نے اماں کو لیکچر دینا شروع کر دیا....

''او بھلیے لو کے!.... زمانہ بڑا بدل گیا ہے۔ اب وہ دور نہیں کہ لوگ بھوت پریت کو مانتے پھریں۔ سائنس کہتی ہے کہ جنوں کا ہماری زندگی سے کوئی واسطہ نہیں، وہ ہم سے دور رہتے ہیں اور ہم بھی ان کے نزدیک نہیں جا سکتے.... او کم عقلے! یہ مخلوق جنگلوں میں، ویرانوں میں رہتی ہے گھروں میں نہیں'' حقہ پیتے ہوئے وہ اکثر ہم سب کے علم میں اضافہ کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اماں اس بات سے بڑا اچڑتی تھی۔

''ہاں جی.... تمھارے علاوہ تو جیسے ساری دنیا ہی جاہل ہے۔ ہمیں تو جیسے کچھ پتا ہی نہیں.... اب بے وقوفی کر دی ہے تو دعا کرو کہ اللہ ہمیں محفوظ رکھے'' اماں اب بھی پریشان تھی۔

رات کو ہم سوئے ہوئے تھے کہ اچانک ابا جی نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا۔

''میں تجھے مار دوں گا..... تو نے وعدہ توڑا ہے...... ان کی آواز بڑی ڈراؤنی ہو گئی تھی جی'' آصف نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں اور ہاتھ پاؤں کھنچے ہوئے تھے.... ہم لوگ

گھبرا گئے۔ میں نے ابا جی کا ہاتھ دبایا.....

''ابا جی خیر تو ہے۔کیا ہو گیا'' ابھی میں پوچھ ہی رہا تھا کہ انھوں نے میری گردن دبوچ لی.....میرے تو جی رنگ اڑ گئے.....ایسے لگا جیسے ابے کا ہاتھ لوہے کی طرح سخت ہے۔میری سانس رک گئی۔

''اس نے تیرے دادے کا وعدہ توڑا ہے'' ابا جی نے بھاری آواز میں کہا تو اماں نے فورًا بین ڈالنے شروع کر دیے۔

''ہائے.....اسے جن چمٹ گیا۔میں نہ کہتی تھی کہ کمرا نہ کھولنا مگر تم باپ بیٹوں نے میری ایک نہ سنی....اب میں کیا کروں'' بڑی مشکل سے میرے چھوٹے بھائی اور اماں نے مل کر مجھے ابا کے ہاتھوں سے بچایا۔

ساری رات جن ابا کے منہ سے خوفناک آوازیں نکالتا رہا.....وہ کہتا تھا کہ ابے کو مار ڈالے گا....ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ بے انتہا غصے میں ہے۔ساری رات ہم لوگوں کی بڑی اذیت میں کٹی.....صبح اذانیں شروع ہوئیں تو ابا کو جیسے ہوش آ گیا۔

''آصف ادھر آ......''اچانک انھوں نے مجھے اپنی آواز میں بلایا مگر ڈرتا رہا۔ہم میں سے کوئی بھی نزدیک نہ گیا تو وہ اور بھی پریشان ہو گئے۔

''او میری گل کیوں نہیں سندے تسی''انھوں نے غصے سے میری طرف دیکھا۔

''ابا جی! آپ کو جن چمٹ گیا ہے''میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''ہیں.....جن چمٹ گیا ہے'' ابا جی کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔

''ہاں جی وہ کہتا ہے کہ آپ نے وعدہ توڑا ہے اس لیے آپ کو نہیں چھوڑے گا''

''اوئے کا کا!....تو بھی اپنی ماں کی باتوں میں آ گیا....اوئے مجھے بڑا تیز بخار ہو رہا تھا شام سے'' انھوں نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

'' اب تو لگتا ہے بہت زیادہ تیز ہے شاید میں سوتے سوتے بے سدھ ہو گیا ہوں گا اور پھر بخار ہی میں دوبارہ ہوش آیا ہو گا تو اول فول بکنا شروع کر دیا ہو گا...

تیری ماں کی باتیں سن سن کر میرا بھی دماغ خراب ہو گیا ہے۔تو جا کر مولوی صاحب کو لے آ۔انھیں کہنا کہ ابا جی کو تیز بخار ہے کوئی دوا بھی لیتے آئیں اور ذرا دم بھی کر دیں'' ہمیں محسوس ہوا کہ ان کی آواز میں بہت نقاہت تھی۔

اتنی دیر میں اذان ختم ہو گئی ۔مولوی کے خاموش ہوتے ہی ابا جی کی آنکھیں پھر اوپر چڑھ گئیں اور سانس تیز ہو گئی....میں ڈر کر پیچھے ہٹ گیا....

''میں نہیں جاؤں گا....میں تم سب کو ختم کروں گا پھر جاؤں گا'' اس جن نے پھر ابا جی کی آواز میں بولنا شروع کر دیا تو میں باہر لپکا۔

'' کدھر جا رہا ہے آصف؟'' اماں نے روتے ہوئے مجھے آواز دی۔

''اماں میں مولوی صاحب کو لے کر آتا ہوں''

''خبردار جو اس کلموہے کو یہاں لایا تو''اماں نے فوراً مجھے روک دیا۔

''اس نے بھی اس بے وقوف کے پیچھے لگ کر دروازہ کھول دیا اور ہمیں مصیبت میں پھنسا گیا۔اب وہ آ کر کیا کرے گا....تو جا اور اپنے مامے کے گاؤں سے شاہ جی کو لے آ''

''اچھا تو یہ ہیں وہ شاہ جی....جن کے پاس ہم جا رہے ہیں''

''جی عامر بھائی! انھی کے پاس لے جا رہا ہوں آپ کو''

''اچھا پھر کیا ہوا''خرم آگے جاننے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔

میں کوئی ایک بجے کے قریب شاہ جی کو لے کر پہنچا تو اذان ہو رہی تھی اور ابا ہوش میں آ گیا تھا.....شاہ جی کو دیکھ کر ابا نے عقیدت سے اٹھنے کی کوشش کی مگر ہل کر رہ گیا۔ وہ بہت کمزور ہو گیا تھا۔

''لیٹے رہو.....لیٹے رہو....''شاہ جی نے فوراً روکا۔

''شاہ جی! بیٹھیں''اماں نے بھی سلام کے بعد انھیں کرسی پیش کی۔

راستے میں شاہ جی کو میں نے ابا کے اور کمرے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ انھوں نے مجھے کہا کہ میرے دادا بھی انھیں اس گھر میں لائے تھے اور انھوں نے ہی جن سے میرے دادا کا معاملہ کروایا تھا اور کمرے کو تالا لگوا کر جن سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ کمرے سے باہر کبھی نہیں نکلے گا اور اس کے بدلے میں میرا دادا اور گھر کا کوئی بھی فرد اس پر نہ کوئی عمل کرنے کی کوشش کرے گا اور نہ تالا ہی کھولے گا۔

اصل میں جی......مجھے شاہ جی نے واپس جاتے ہوئے بتایا تھا کہ اس جن کو اپنے کچھ ساتھی جنات سے دشمنی کی بنا پر جان کا خطرہ تھا اس لیے وہ روپوش ہو کر اس کمرے میں رہنے لگا تھا۔

''کیا حال ہے بھئی تمھارا؟''شاہ جی نے ابا سے پوچھا۔

''بس جی بخار بہت تیز ہے۔ بڑی ٹھنڈ لگ رہی ہے اور جسم میں جیسے جان ہی نہیں شاید اسی لیے بے ہوش ہو جاتا ہوں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مجھ پر اس کمرے

کے جن کا سایہ ہے.... یہ وہم ہے جی اور کچھ نہیں''

شاہ جی مسکرائے اور ابے سے بولے''بخار ہی ہے ایک طرح کا تو فکر مت کر۔انشاءاللہ ابھی چلا جائے گا''

اتنی دیر میں اذان ختم ہوگئی اور جن پھر واپس آ گیا..... پتا نہیں جی وہ اذان کے ٹائم کیوں نکل جاتا تھا۔رات بھر اماں آیت الکرسی پڑھتی رہی تھی مگر کوئی اثر نہیں ہوا.... جیسے ہی جن کی آواز آئی شاہ جی نے ابے کے ماتھے کو دونوں ہاتھوں سے زور سے پکڑ لیا اور تیزی سے کچھ پڑھنے لگے۔ابے کے جسم کو جھٹکے لگنے لگے۔ وہ زور زور سے اوپر کو اچھلتا تھا...''شاہ جی !اب درمیان میں نہ آؤ''اس نے بھاری آواز میں کہا لیکن شاہ جی نے کوئی جواب نہ دیا اور تیزی سے بس پڑھتے رہے پھر اس نے منتیں شروع کر دیں۔

''شاہ جی! مجھے مت مارو... سارا قصور اس کا ہے۔اس نے دروازہ کھول دیا..... شاہ جی بس کرو.....'' اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ہم سب سہمے کھڑے تھے۔پھر شاہ جی بولے''دیکھ یہ بیچارا جانتا نہ تھا کہ اس کے باپ نے تجھے وعدہ دیا تھا''

''نہیں جانتا تھا تو میں کیا کروں'' وہ پھر دہاڑا''شاہ جی !تم نے میرا اس کے باپ سے معاملہ طے کروا دیا تھا۔میں نے تمھاری بات مان لی تھی....اب نہیں مانوں گا.....شاہ جی !اب تم میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہو''

''تو سچ کہتا ہے اس نے تیرے ساتھ غلط کیا مگر اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا.... اس کے بچے کی شادی ہے۔ان لوگوں کو تنگی ہو رہی ہے۔تو انھیں معاف کر دے میں تجھے چھوڑ دوں گا''شاہ جی نے پھر نرم لہجے میں اسے سمجھایا۔

''نہیں! میں اس کی جان لوں گا....اب میں تمھاری نہیں مانوں گا۔اب میری باری ہے''اس کی آواز بڑی خوفناک تھی۔

''ٹھیک ہے جیسے تیری مرضی'' شاہ جی کو جلال آ گیا۔

انھوں نے زور زور سے کچھ آیات پڑھنی شروع کر دیں.... بڑی چیخیں ماریں جی اس نے....آصف نے میری طرف دیکھا.....پھر وہ شاہ جی سے معافیاں مانگنے لگا مگر شاہ جی اونچی آواز میں پڑھتے رہے.....ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ابے کے جسم سے دھواں نکلنا شروع ہو گیا....گاڑھا سفید دھواں....

شاہ جی نے گھر سے چلتے ہوئے ایک شیشی مجھے پکڑا دی تھی۔

''شیشی لاؤ کاکا!''انھوں نے اچانک میری طرف دیکھا۔میں نے ہاتھ میں پکڑی شیشی فوراً ان کے حوالے کر دی۔

انھوں نے ڈھکن کھول کر شیشی زمین پر رکھ دی اور پھر زور زور سے پڑھنا شروع کر دیا....ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دھواں شیشی میں بھر گیا اور شاہ جی نے ڈھکن بند کر کے اسے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

''چلو مجھے چھوڑ کر آؤ'' وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے''یہ ابھی تھوڑی دیر تک ہوش میں آ جائے گا۔بخار ابھی تو رہے گا مگر گھبرانے کی بات نہیں زیادہ سے زیادہ دو دن میں اتر جائے گا....اسے جو بھی کھلاؤ پلاؤ اس پر بسم اللہ شریف سات بار پھونک دیا کرو۔انشاء اللہ دو دن میں بھلا چنگا ہو جائے گا'' انھوں نے اماں کو ہدایت کی''اور ہاں ایک دیگ میٹھے چاولوں کی کل صدقہ کر دینا یاد سے....ویسے کی تو اس نے بے وقوفی تھی،بس اللہ نے بچا لیا''

''میں نے تو اسے بہت روکا شاہ جی!.... پر یہ کسی کی سنتا کب ہے'' اماں نے اپنا رونا رویا۔

''چلو اگر ضد کی تو بھگت کر بھی دیکھ لیا۔ اللہ کا شکر کر کہ جان بچ گئی خیر اب بسم اللہ کر کے اس کمرے کو آباد کرو۔ سامان رکھو یہاں، رہائش کرو۔ اب انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی''

''شاہ جی! روٹی تو کھاتے جائیں'' اماں نے التجا کی۔

''نہیں بیٹا! چلتا ہوں۔ مجھے کسی کام سے شہر جانا ہے..... چل بھئی آصف! مجھے چھوڑ آ''

آصف نے بات ختم کی تو ہم دونوں چپ چاپ بیٹھے تھے۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد میں نے ماحول بدلنے کی کوشش کی۔

''کوئی اور بات کرو یار!.... ہم نے تو گاڑی میں میٹنگ شروع کر دی ہے..... اچھا آصف بھائی! آپ کب سے خرم کے ساتھ کام کر رہے ہیں''؟

''جی مجھے دو سال ہو گئے ہیں۔ ویسے میں ان کا اسسٹنٹ ہوں جی۔ پر خرم بھائی طبیعت کے بڑے اچھے ہیں۔ مجھے بھائی کی طرح سمجھتے ہیں۔ کبھی جونیئر نہیں سمجھا جی''

پھر ہم لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ شاہ جی کا گاؤں آنے ہی والا تھا۔ ہم کافی سفر طے کر چکے تھے.... اگر خرم گاڑی کا انتظام نہ کر لیتا تو بسوں میں یہاں تک پہنچتے پہنچتے ہی ہمیں شام پڑ جاتی..... میں نے بھی سوچتے سوچتے آنکھیں موند لیں۔

''عامر صاحب! اٹھیں.....ہم لوگ پہنچ گئے ہیں'' آصف کی آواز سن کر میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

ہم لوگ شاہ جی کے ڈیرے پر پہنچ گئے تھے۔ڈیرہ کیا تھا، بس ایک چھوٹے سے احاطے کے گرد چار دیواری کر دی گئی تھی۔ جہاں ہم نے گاڑی کھڑی کی تھی وہاں تین بھینسیں بندھی جگالی کرنے میں مصروف تھیں۔ میں نے انگڑائی لیتے ہوئے ادھر ادھر کا جائزہ لیا تو اندازہ ہوا کہ اس احاطے کے چاروں طرف زرعی زمین تھی، چاروں طرف فصلیں لہلہا رہی تھیں۔فضا میں آلودگی کا نام ونشان نہ تھا۔ایسی تازہ ہوا کا احساس ہوا کہ دل و جاں معطر ہو گئے۔خرم بھی دلچسپی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

''واہ یار!.....دیکھ گاؤں کی فضا شہروں سے کس قدر مختلف ہوتی ہے'' اس نے ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں گاؤں کی بات ہی اور ہے'' میں نے بھی اس کی تائید کی۔

آصف گاڑی سے اتر کر اندر چلا گیا تھا.....ابھی ہم دونوں باتیں ہی کر رہے تھے کہ آصف اندر سے نمودار ہوا۔

''آجائیں، آجائیں.....'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔خرم نے سگریٹ سلگانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے میری طرف دیکھ کر کندھے اچکائے اور اندر داخل ہو گیا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی.... احاطے میں صرف دو کمرے بنے تھے باقی سارا احاطہ خالی پڑا تھا۔صحن کچی مٹی کی لپائی سے بہت نفاست سے تیار کیا گیا تھا۔دروازے کے دائیں جانب ایک نیم

کا درخت تھا اور نیچے کچھ پختہ اینٹوں کے اوپر ہینڈ پمپ لگا تھا۔

آصف نے ہمیں درخت کے نیچے بچھی چار پائیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور نلکے سے پانی پینے لگا۔

''یار! سگریٹ سلگا لوں؟'' خرم نے میری طرف دیکھا۔

''صبر نہیں ہوتا تھوڑی دیر'' میں نے اسے گھورا۔

''شاہ جی فصلوں کو دیکھنے گئے ہیں۔ بس اب آتے ہی ہوں گے'' آصف نے میرے ساتھ بیٹھتے ہوئے اطلاع دی۔

ہم تینوں خاموشی سے بیٹھ گئے اور وقت گزرنے لگا.... وقت گزاری کے لیے میں نے اپنا موبائل نکالا لیکن سگنل نہیں آ رہے تھے۔

''سر جی! یہاں موبائل ابھی نہیں چلتا'' آصف نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ میں نے فون جیب میں ڈال لیا۔

''یار! تو نے بتایا تھا کہ شاہ جی تیرے ماموں کے گاؤں میں رہتے ہیں مگر یہاں تو بندہ بشر ہی نظر نہیں آ رہا'' خرم نے آصف سے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔

''او بھولے بادشاہو.... یہ ساتھ ہی تو میرے مامے کا پنڈ ہے۔ یہاں سے چلو تو دس منٹ کا رستہ ہے..... اصل میں شاہ جی کے پاس یہ زرعی زمین ہی ہے اور کوئی ذریعہ آمدن نہیں، اس لیے انھوں نے ڈیرے پر ہی رہائش رکھی ہے''

''اور کون رہتا ہے یہاں پر.... میرا مطلب ہے شاہ جی کے گھر والے....'' میں نے آصف کو کریدا۔

''لو جی ہمارے شاہ جی کا خاندان ہے کتنا.... اولاد تو ہے نہیں۔ بس ایک

زوجہ ہیں اور وہ اندر ہیں'' اس نے سامنے والے دو کمروں کی طرف اشارہ کیا۔
ہم پھر خاموش ہو گئے۔

''آصف پتر!.....یہ چائے لے جا بیٹا!''اندر سے کسی خاتون کی آواز آئی۔

''آیا اماں جی!...'' آصف تیزی سے کمرے میں چلا گیا۔

''لو سر جی! چائے پیو'' اس نے ٹرے ہمارے آگے رکھی۔

''یار! کیا ضرورت تھی بلا وجہ تکلیف دینے کی۔ہم کون سا تھکے ہوئے ہیں'' میں نے رسماً آصف سے کہا۔

''او عامر بھائی!...آپ تو پھر پروہنے ہیں شاہ جی کے بھی اور ہمارے بھی۔ یہاں سے تو پنڈ کا کوئی بندہ بھی چائے پیے بغیر نہیں جاتا'' اس نے مسکرا کر کہا۔

چائے کے ساتھ ابلے ہوئے انڈے اور بسکٹ تھے، ساتھ میں نمک دانی رکھی تھی.....میں نے چائے کا پہلا گھونٹ بھرا تو زبان پر ایسی مٹھاس نے شناسائی کا دیرینہ احساس جگا ڈالا، جو عرصہ ہوا سو چکا تھا۔ میں نے بے تابی سے فوراً دوسرا گھونٹ بھرا.....واہ.....چائے دیسی گڑ سے بنائی گئی تھی۔

''کمال ہے، کیا زبردست ذائقہ ہے'' خرم کے منہ سے نکلا۔

''بس یار! اب صبر نہیں ہو رہا۔آصف! میں نے سگریٹ پینی ہے'' خرم نے آخر کار آصف سے التجا کر ہی ڈالی۔

''یار! ایسی مزیدار چائے پی ہے کہ سگریٹ تو فرض ہو گیا ہے''میں نے بھی کہا۔

''پی لیں سر جی!....یہیں سوٹا لگا لیں....شاہ جی! خود حقہ پیتے ہیں کوئی گل ای نئیں''

میں نے بھی ندیدوں کی طرح ڈبی اٹھا لی ......سگریٹ پی کر ہم پھر انتظار میں بیٹھ گئے .....ہمیں آئے ہوئے تقریباً نصف گھنٹا ہو چکا تھا مگر شاہ جی کا ہنوز کوئی اتا پتا نہ تھا....اتنے میں اندر سے ایک خاتون باہر آئیں۔آصف ہڑبڑا کہ اٹھ کھڑا ہوا اور با ادب ہو گیا۔خرم اور میں نے بھی فوراً کھڑے ہو کر سلام کیا۔ انھوں نے باری باری ہمارے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائیں دیں۔

''جیتے رہو بیٹا!....بیٹھو بیٹھو'' ان کے لہجے میں شفقت تھی۔

میں نے بیٹھتے ہوئے ایک نظر ان کے چہرے پر ڈالی۔وہ معمر تھیں مگر چہرہ بے حد پرنور تھا، بہت ہی پروقار انداز تھا....میں مرعوب سا ہو گیا۔

''کہاں سے آئے ہو؟'' انھوں نے آصف سے پوچھا۔

'' ماں جی !لاہور سے آئے ہیں'' آصف ابھی تک مودب کھڑا تھا۔

''خیر ہے نا بیٹا'' انھوں نے براہ راست مجھ سے سوال کیا۔

''جی ....وہ .... ہاں جی بس خیریت ہی ہے'' میں گڑبڑا گیا''بس کچھ پریشانی تھی اسی لیے حاضر ہوئے ہیں'' میں نے گول مول سا جواب دیا۔

''اچھا! اللہ خیر کرے گا''ان کے لہجے میں ہم دردی تھی۔

'' ماں جی ....کب تک آئیں گے شاہ جی'' آصف نے نظریں جھکائے پوچھا۔

''بس آنے والے ہیں۔آج خیر دین کام پر نہیں آیا نا!....ڈنگر بھوکے تھے خود ہی گئے ہیں پٹھے (چارا) لینے۔بس تھوڑی دیر میں آ جائیں گے...گاؤں چلے گئے ہوں گے،کسی سے ملنے بھی جانا تھا انھوں نے'' ماں جی نے جواب دیا۔

''اچھا پتر! تو بھاگ کر جا اور پنڈ سے مجھے مرغی کا گوشت لا دے.... یہ لے پیسے'' انھوں نے سو روپے کا نوٹ آصف کی طرف بڑھایا ''پروہنوں مہمانوں کے لیے کوئی روٹی پانی کا انتظام کروں''

''نہیں ماں جی! بڑی مہربانی.... ہم سارا رستہ کھاتے پیتے آئے ہیں'' خرم نے فوراً جواب دیا۔

''نہ پتر! لاہور سے سفر کر کے آئے ہو... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے پتروں کو کھانا کھلائے بغیر ہی واپس بھیج دوں'' انھوں نے دوٹوک جواب دیا تو خرم خاموش ہو گیا۔

میں بھی حیرانی سے سر جھکائے بیٹھا تھا...... اتنی اپنائیت اور مہمان نوازی اب صرف کہیں کہیں دیکھنے کو ملتی ہے.... اب آصف کی شامت آ گئی۔

''ماں جی! میرے پاس پیسے ہیں۔ میں لے آتا ہوں گوشت، آپ رہنے دیں'' اس نے نوٹ لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

''اللہ تجھے اور پیسے دے۔ مجھے کیا لگے تیرے پیسوں سے'' انھوں نے پیار سے آصف کو ڈانٹ پلائی۔

''چپ کر کے ایہہ پیسے پھڑ اور بھاگ کر جا، جلدی سے گوشت لے آ.... ورنہ شاہ جی ناراض ہو جائیں گے کہ پروہنے ابھی تک بھوکے ہی بیٹھے ہیں''

ماں جی کمرے میں چلی گئیں تو آصف نے اٹھتے ہوئے کہا ''لو سر جی! میں گوشت لے کر ابھی آیا پندرہ منٹ میں.... آپ بیٹھ کے گپ شپ لگاؤ''

''گاڑی لے جا'' خرم نے چابی اس کی طرف پھینکی۔

''اچھا ذرا پہلے ایک بات تو بتا آصف'' اچانک میرے ذہن میں ایک سوال اٹھا۔

''جی عامر بھائی! بولیں'' وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

''یار! یہ اس ڈیرے پر تو کافی رش ہونا چاہیے تھا۔تم تو کہتے ہو کہ بڑی بڑی دور سے لوگ آتے ہیں۔ ہر وقت میلا لگا رہتا ہے''میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''او سر جی!...آج منگل ہے اور شاہ جی منگل کے دن کسی سائل سے نہیں ملتے سوائے مہمانوں کے۔کبھی کبھی باہر سے کوئی سائل منگل کو بھی آ نکلتا ہے، جسے پتا نہیں ہوتا تب شاہ جی غصہ نہیں کرتے، مل لیتے ہیں....میں نے خرم بھائی سے کہا تھا کہ بدھ کو چلیں گے مگر یہ مانے ہی نہیں کہنے لگے کہ ایمرجنسی ہے تو میں نے کہا کہ خیر ہے۔ میں تو شاہ جی کے گھر کا ہی بندہ ہوں، آج ہی چلے چلتے ہیں اور ویسے بھی ہم نے ٹھیک ہی کیا کہ آج آ گئے، اگر کل آتے تو بڑا رش ہونا تھا۔ آج ذرا آرام وسکون سے بات بھی ہو جائے گی اور کوئی ڈسٹرب بھی نہیں کرے گا''

''ٹھیک ہے...'' میں نے سر ہلایا۔

''او میں چلتا ہوں جی، ماں جی نے دیکھ لیا تو جھاڑ پڑے گی کہ ابھی تک یہیں بیٹھا ہے'' اس نے ایک دم کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف لپکا۔

ہم دونوں اب اکیلے بیٹھے تھے۔

''یار ڈھائی بج رہے ہیں۔ابھی واپسی کا سفر بھی ہے اگر رات پڑ گئی تو گاڑی تو ڈرائیو کرے گا'' خرم نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

اتنے میں باہر کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ ہم نے ایک ساتھ مڑ کر دیکھا تو دھوتی باندھے ایک سفید ڈاڑھی والے بزرگ پسینے سے شرابور سر پر گھاس کی ایک گٹھڑی اٹھائے اندر داخل ہو رہے تھے.... ہم دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یقیناً یہی شاہ جی تھے۔ دیوار کے ساتھ گٹھڑی اتار کر رکھتے ہوئے انھوں نے ایک نظر ہماری طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہماری طرف بڑھے.... میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ خرم نے بھی میری تقلید کی۔

''السلام علیکم....'' ہم دونوں نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام .... جی فرمایئے.....'' انھوں نے سوالیہ لہجے میں ہماری طرف دیکھا۔

''جی ... وہ ہم آصف کے ساتھ آئے ہیں لاہور سے ...'' میں نے فوراً وضاحت کی۔

''آصف....؟'' انھوں نے سوچتے ہوئے کہا۔

''رشید کے بھانجے کے ساتھ آئے ہیں'' ماں جی نے اندر سے نکلتے ہوئے ہماری مشکل آسان کی۔ ''اس کے ساتھ نوکری کرتے ہیں''

''اچھا اچھا... بیٹھو بیٹا!'' ان کے چہرے پر نہایت ہی آسودہ سی مسکراہٹ اور طمانیت دکھائی دے رہی تھی۔

''کوئی چائے پانی دیا ہے پروہنوں کو'' انھوں نے ماں جی سے استفسار کیا۔

''چائے تو بنا دی تھی۔ آصف کو گوشت لینے بھیجا ہے۔ ابھی آتا ہے تو روٹی کا

انتظام کرتی ہوں'' ماں جی نے جواب دیا۔

''خیر دین ابھی تک نہیں آیا؟'' وہ بولے۔

''نہیں ابھی تک تو نہیں آیا۔ اب تو کل ہی آئے گا....آنا ہوتا تو اب تک پہنچ جاتا'' جواب ملا۔

''ایک تو اس کی بے فکری نے مجھے بڑا تنگ کر رکھا ہے....بڑی تنگی ہوتی ہے پر اسے کون سمجھائے''

وہ دونوں باتیں کر رہے تھے اور ہم خاموش کھڑے تھے۔

''او پتر! تم تو بیٹھ جاؤ۔ بیٹا شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں، اسے اپنا ہی گھر سمجھو'' انھوں نے ہماری طرف مڑتے ہوئے کہا'' میں ذرا ڈنگروں کو پٹھے (چارا) ڈال کر آتا ہوں'' شاہ جی گھرڑی کی طرف جاتے ہوئے بولے۔

شاہ جی باہر نکلے ہی تھے کہ گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ آصف بھی گوشت لے کر آ پہنچا تھا۔ باہر اس کی اور شاہ جی کی باتوں کی آواز آ رہی تھی، وہ انھیں ہمارے بارے میں بتا رہا تھا.....اندر آ کر اس نے بھاگم بھاگ ماں جی کو گوشت پکڑایا اور باہر شاہ جی کے ساتھ چارا کترنے اور ڈالنے میں مصروف ہو گیا.....کوئی تیس منٹ بعد شاہ جی ہاتھ منہ دھو کر ہمارے پاس آ بیٹھے۔ آصف بھی ان کے ساتھ تھا۔

''بیٹا معاف کرنا تم لوگوں کو میرا انتظار کرنا پڑا۔ ایک تو منگل کو میں ملاقات نہیں کرتا اکثر لوگ اس بات کو جانتے ہیں اس لیے کوئی بھی نہیں آتا.....میں اس لیے بے فکر ہو کر گھر سے نکلا تھا۔ دوسرا میرا ملازم آج چھٹی کر گیا ہے اس لیے بھی مصروفیت بہت زیادہ ہو گئی تھی'' کمال عاجزی سے انھوں نے معذرت کی۔

''نہیں شاہ جی! ایسی کوئی بات نہیں ۔ہمیں کوئی انتظار نہیں کرنا پڑا اور ویسے بھی اتنی مزے دار گڑ کی چائے پی کر تو ہمیں یوں لگ رہا ہے کہ سفر کی ساری تھکن اتر گئی'' میں نے مسکرا کر کہا تو شاہ جی بھی ہنس پڑے۔

''شہر سے جو بھی آتا ہے گڑ کی چائے پی کر حیران ہو جاتا ہے ۔ یہ نعمت تو عرصہ دراز سے شہروں میں عنقا ہے...اچھا خیر....کس سلسلے میں آنا ہوا؟'' انھوں نے بھی براہ راست میری طرف دیکھا۔

ماں جی اور ان کا مجھ سے پوچھنا کہ کیا مسئلہ ہے یا تو محض اتفاق تھا یا پھر میرے چہرے پر لکھا تھا کہ میں سائل ہوں....ورنہ میرے ساتھ خرم بھی تو تھا۔

''شاہ جی! ....مسئلہ کافی پیچیدہ ہے'' میں نے تذبذب سے انھیں دیکھا کیونکہ آصف کی موجودگی میں کسی صورت بات نہیں ہو سکتی تھی۔

''او مجھے یاد آیا....'' انھوں نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور آصف کی طرف مڑے۔

''او کاکا!...جا ذرا پنڈ سے خیر دین کا پتا تو کر کے آ۔اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے ....اور اسے کہنا کہ شاہ جی کہتے ہیں کل زمین کو پانی لگانا ہے، سویرے تڑکے پہنچ جائے یاد سے .... جا شاباش'' انھوں نے کہا تو آصف فوراً ہی وہاں سے رخصت ہو گیا۔

میں حیران رہ گیا.....شاہ جی کو کیسے پتا چلا کہ ہم آصف کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتے۔

''ہاں جی، اب کھل کر بات کرو'' انھوں نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

یقیناً وہ یہ بھی جانتے تھے کہ میں خرم کے سامنے بات کر سکتا ہوں۔ ہم شاید اپنے مطلوبہ آدمی تک پہنچ چکے تھے...... میں نے تفصیل سے شاہ جی کو ساری داستان سنا دی۔ وہ گہری آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کا چہرہ ہر قسم کے تاثر سے عاری تھا..... پھر میں نے انھیں اپنے مراقبے میں دیکھے گئے صحرا کا بھی بتایا، جسے سنتے ہوئے ان کے چہرے پر پہلی دفعہ الجھن کے آثار پیدا ہوتے نظر آئے...... راحیل کی موت سے لے کر اس جن زادی کے راحیل کے گھر میں موجود ہونے تک کا ذکر کرنے کے بعد میں تھک کر خاموش ہوا تو ماں جی کھانا لے کر آ گئیں۔

کھانا بہت ہی لذیذ تھا۔ دیسی گھی کی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی تھی..... کھانے کے دوران شاہ جی نے کوئی بات نہ کی۔ ہم بھی خاموشی سے کھاتے رہے..... فارغ ہو کر خرم نے شاہ جی سے سگریٹ پینے کی اجازت طلب کی۔

''او کا کا! میں تو خود حقہ پیتا ہوں۔ بھلا تمھیں کیسے روک سکتا ہوں..... پیو پیو، شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں''

شاہ جی کو سب کچھ بتانے کے بعد میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا..... سر سے جیسے منوں بوجھ اتر گیا۔

''ہوں..... مسئلہ تو واقعی بڑا ٹیڑھا ہے'' شاہ جی نے حقے کا کش لیتے ہوئے کہا..... وہ گہری سوچ میں تھے۔ میرا دل جیسے ڈوب گیا۔

''مجھے تمھاری ایک بات بہت پسند آئی ہے کہ تم مراقبے کا استعمال کرتے ہو۔ ہمارے آج کل کے نوجوان تو اس کی طرف بالکل بھی دھیان نہیں دیتے

حالانکہ یہ علم بہت نافع ہے....اب دیکھو نا یہ جو تم نے اس جن زادی کے قبیلے لعان کا پتا چلایا ہے اس سے مجھے بڑی سہولت ہو گئی ہے''

میرے دل میں روشنی کی کرن چمکی۔شاہ جی کا لہجہ امید افزا تھا۔

''دیکھ کاکا!...اگر تم مجھے یہ نہ بتاتے کہ وہ جن زادی لعان قبیلے کی ہے تو میں انجانے میں اس پر ہاتھ ڈال بیٹھتا...بڑا نقصان ہونا تھا''

کچھ دیر کے توقف کے بعد وہ بولے''میں آرمی کا ریٹائرڈ کرنل ہوں، پرانے وقت کا تعلیم یافتہ ہوں اور میری بیوی بھی پڑھی لکھی ہے۔ریٹائرمنٹ کے بعد ہم نے سوچا کہ اولاد تو ہے کوئی نہیں تو کیوں نہ اپنے گاؤں جا کر آبائی زمین پر گزر اوقات کریں اور باقی زندگی یادِ اللہ میں گزار دیں....

مجھے جوانی سے ہی عملیات کا شوق تھا۔اس میدان کا میں کافی پرانا کھلاڑی ہوں۔جب میں یہاں آیا تو دیکھا کہ لوگوں کے پاس نہ تعلیم ہے، نہ زندگی کی ہی دوسری ضروری سہولیات میسر ہیں۔اس لیے میں نے گاؤں کے لوگوں کو درس قرآن دینا شروع کر دیا اور دیگر علوم سکھانے کی بھی حتیٰ المقدور کوشش کرتا رہا۔ بڑی مشکل سے ہم نے گاؤں میں ہسپتال اور سکول بنوایا۔ہسپتال کے علاوہ گاؤں میں کوئی بیمار پڑ جاتا تو میں دم درود کر کے اسے ٹھیک کرنے کی اپنی سی کوشش کرتا تھا اور اللہ میری لاج رکھ لیتا تھا، بس ایسے ہی میری شہرت ہونے لگی۔لوگ سادہ لوح ہیں۔مجھے نجانے کیا سمجھنے لگے ہیں ورنہ میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں۔ہاں جنات کو دیکھنے اور انھیں قابو کرنے میں مجھے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔اکثر اوقات بڑے خبیث قسم کے جنات سے بھی واسطہ پڑتا رہتا ہے۔بعض جنات انسانوں کو

تنگ کرتے رہتے ہیں، کبھی ان کی شریف عورتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، کبھی گھروں میں آ گھستے ہیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اب تک میں کسی کا علاج کرتے ہوئے نقصان سے دوچار نہیں ہوا''

ہم خاموشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔

''اگر یہ جن زادی کسی عام قبیلے سے ہوتی تو میں باآسانی تمھیں اس سے چھٹکارا دلاسکتا تھا۔۔اللہ نے مجھے علم سے نوازا ہے اس لیے میں اپنی پوری کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ خلق خدا کو مجھ سے فیضان پہنچتا رہے اور میں کسی قسم کا کوئی بھی معاوضہ ہرگز نہیں لیتا۔۔اللہ کا دیا سب کچھ ہے'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگئے۔

''شاہ جی! پھر آپ کا کیا مشورہ ہے'' خرم نے سوال کیا۔

''دیکھو بیٹا! تم لوگوں کی قسمت اچھی تھی کہ مجھ تک پہنچ گئے اگر کسی بازاری عامل کے ہتھے چڑھ جاتے تو وہ خود بھی پیسے کے لالچ میں برباد ہوتا اور تمھاری زندگیاں بھی ختم ہوجاتیں....تم ہوش مند ہو....'' انھوں نے میری طرف دیکھا۔

''تمھاری احتیاط، تمھارا علم تمھیں بچا گیا'' وہ پھر کسی گہری سوچ میں کھو گئے۔کافی دیر خاموش رہنے کے بعد انھوں نے پھر سلسلہ کلام جوڑا۔

''جب تم اس لڑکی کے تصویر میں قید کیے جانے کا ذکر کررہے تھے، میں تب ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ کسی عام جن کا کام ہو ہی نہیں سکتا''

''لعان قبیلے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں شاہ جی'' میں نے شاہ جی سے ہچکچاتے ہوئے پوچھ ہی لیا۔

''جہاں تک میں جانتا ہوں تمھارا مراقبہ سو فیصد سچا ہے.... یہ وہی لعان قبیلہ ہے جس کے جدِ امجد نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چرائی تھی.....تم نے بڑی ہی خطرناک جن زادی سے ٹکر لینے کا خطرہ مول لیا ہے۔ تمھارا علم اس معاملے میں محدود ہے۔ اس قوم کے جنات ہماری زمین پر بہت ہی قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں اور بڑے سے بڑا عامل بھی اس قوم کے کسی جن پر ہاتھ ڈالنے سے قاصر ہوتا ہے کیونکہ وہ مقولہ ہے نا کہ 'جان ہے تو جہان ہے' ......اب رہی بات میری تو میرا علم اس درجے کا نہیں کہ لعان پر ہاتھ ڈال سکوں۔ میں اس معاملے میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا''

میں نے مایوسی سے سر جھکا لیا.....شاہ جی نیک اور شریف آدمی تھے انھوں نے اچھا کیا کہ مجھے صاف انکار کر دیا.....اس کا مطلب کہ میری منزل کو جانے والے کٹھن راستے کا ابھی تک آغاز نہیں ہوا تھا....میں آج بھی ادھر ادھر بھٹک رہا تھا۔

''لیکن میری نظر میں ایک آدمی ہے وہ یقیناً تمھیں اس کا کوئی نہ کوئی حل ضرور بتا سکتا ہے'' اچانک جیسے انھیں یاد آیا۔

ہم دونوں نے چونک کر انھیں دیکھا.....عجیب ملاقات تھی، کبھی مایوسی چھا جاتی تھی اور کبھی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشنی کی کرنیں لہرانے لگتی تھیں۔

''کون آدمی شاہ جی؟''

''میرے علم کا آدھا حصہ انھی کا عطا کردہ ہے اور تمھاری خوش قسمتی ہے کہ وہ بھی لاہور میں ہی رہتے ہیں....بس ایک مشکل ہے''

''وہ کیا شاہ جی...؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''وہ روپوشی کی زندگی گزارتے ہیں۔ عام لوگوں سے ان کا میل جول بہت کم ہے.... پتا نہیں وہ تمھارے مسئلے میں دلچسپی لیتے بھی ہیں یا نہیں.... میرا نام سن کر وہ انشاء اللہ تم سے مل تو ضرور لیں گے۔ اتنا تو میرا لحاظ کریں گے ہی، اب آگے تمھاری قسمت کہ ان کی توجہ تمھیں ملتی ہے یا نہیں''

''روپوشی کی زندگی...'' میں نے سوالیہ نظروں سے شاہ جی کو دیکھا۔

بھئی وہ کسی اور جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا مقصد حیات کچھ اور ہے۔ ان کا مقام اونچا ہے، بہت ہی اونچا، اللہ کے ولی ہیں۔ ان کی توجہ بہت بڑے مسائل پر ہوتی ہے۔ ایسے مسائل جن کا تعلق پوری دنیا سے ہوتا ہے، اس سے زیادہ مجھے لب کشائی کی اجازت نہیں'' انھوں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''شاہ جی!....ان سے ایک ملاقات کروا دیں کسی نہ کسی طرح سے.....میں آپ کا تاعمر احسان مند رہوں گا'' میں نے التجا کی۔

''فکر مت کرو۔ انشاء اللہ میں ایک دفعہ تو اپنا سارا زور لگا کے تمھیں ان کے سامنے بٹھا دوں گا، اس سے آگے میں کچھ نہیں کر سکتا، ان کا نام غاطب اسرار ہے۔ میں تمھیں ان کے نام ایک رقعہ لکھ دیتا ہوں اور پتا بھی بتا دیتا ہوں مگر ایک وعدہ کرنا ہوگا تمھیں''

''آپ حکم کریں شاہ جی!'' میں نے سر جھکا کر کہا۔

''ان کا پتا اور نام تمھارے علاوہ کسی کو پتا نہیں چلے گا....ساری زندگی تمھاری زبان ان کے بارے کسی کے سامنے نہیں کھلے گی.... بولو منظور ہے؟''

میں نے خرم کی طرف دیکھا۔ وہ بھی پریشانی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''شاہ جی!....'' میں نے ہمت کر کے کہا ''یہ میرا بھائی ہے مجھے اس پر پورا اعتماد ہے۔ یہی میرے مسئلے کو جانتا ہے اور کوئی نہیں۔ یہ بات ہم دونوں کے سوا کسی کو پتا نہیں چلے گی میں آپ کو حلف دیتا ہوں''

''نہیں، کسی صورت نہیں، یہ مسئلہ تیرا ہے تو صرف تیرا ہے۔ میں صرف تیری ہی ملاقات کرا سکتا ہوں، کوئی غیر ضروری بندہ وہاں نہیں پہنچ پائے گا چاہے تیرا کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو کا کا! مجھے آج تک ہمت نہیں ہوئی کہ کسی اور کے سامنے میں ان کا نام بھی لوں....میری بیوی جو شہر کی زندگی چھوڑ کر میرے ساتھ یہاں نباہ کر رہی ہے مجھے بھی بے حد عزیز ہے مگر ان کے بارے میں وہ بھی کچھ نہیں جانتی.... پابندی تو پابندی ہوتی ہے....'' شاہ جی نے دوٹوک جواب دیا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں.....اتنے میں خرم نے میری مشکل آسان کر دی....وہ میرے دل کا حال جانتا تھا کہ میں اسے کسی صورت خود سے الگ نہیں رکھنا چاہتا مگر میری مجبوری کا احساس کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''عامر!.....شاہ جی جو کہہ رہے ہیں، کسی وجہ سے ہی کہہ رہے ہیں۔ میں باہر چلتا ہوں....شاہ جی آپ اس سے وعدہ لیں اور غاطب صاحب کا پتا بتا دیں۔ یہ راز صرف اسی تک رہے گا میں بھی وعدہ کرتا ہوں''

''شاباش بیٹا!.....اللہ تم دونوں کی دوستی اسی طرح مضبوط رکھے'' شاہ جی نے کہا تو خرم جلدی سے باہر نکل گیا۔

شاہ جی نے مجھے چار پانچ لائنوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا رقعہ لکھ کر دیا اور ایک الگ کاغذ پر پورا پتا بھی لکھ دیا۔

''جو بھی دروازے سے باہر نکلے تم اسے رقعہ دے کر کہنا کہ شاہ جی نے کہا ہے، یہ خط سرکار کو فوراً پہنچا دیں اور خود باہر انتظار کرنا''

رقعہ کا مضمون کچھ یوں تھا.....

اعلیٰ حضرت سرکار عالی مقام کی خدمت میں بندہ ناچیز سلام پیش کرتا ہے۔ عرض ہے کہ خادم آپ کی خدمت میں اس سائل کو بھیج رہا ہے۔حاملِ ہذٰا کا مسئلہ نہایت ہی پیچیدہ ہے اور یہ ناچیز اسے حل کرنے سے قاصر ہے۔اس کی روداد سن کر نظر کرم فرما دیجیے....احسان مند رہوں گا۔ یہ گستاخی دوبارہ سرزد نہ ہوگی۔ والسلام....نیچے شاہ جی کے دستخط تھے۔

پھر انھوں نے مجھ سے قسم لی.....اب میں پابند ہو چکا تھا....شاہ جی نے مجھے ہدایت کی کہ میں دیر بالکل نہ کروں اور کل ہی ان سے مل لوں۔

''شاہ جی! اجازت؟...'' میں نے رخصت مانگی۔

اتنے میں ماں جی بھی آ چکی تھیں۔دونوں نے بڑی محبت سے مجھے رخصت کیا۔آصف بھی گاڑی میں خرم کے ساتھ بیٹھا تھا۔وہ نجانے کب واپس آیا تھا شاید خرم نے اسے آواز دے کر گاڑی میں ہی بٹھا لیا تھا تاکہ شاہ جی اور میں ڈسٹرب نہ ہوں....ہم تینوں کو شاہ جی نے دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا۔

''شاہ جی! انشاءاللہ آپ سے زندگی میں دوبارہ ملاقات ضرور ہوگی'' میں نے خلوص دل سے کہا۔خرم نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

''خرم بھائی! مجھے باہر روڈ پر اتار دیں'' اچانک آصف نے کہا۔

''کیوں....؟''

''وہ....اب آیا ہوں تو ایک رات گھر والوں کے ساتھ بھی گزار لوں۔ آپ کل میری چھٹی کی درخواست دے دینا''

''ٹھیک ہے جیسے تمھاری مرضی'' خرم نے کندھے اچکائے۔

آصف اترنے لگا تو میں نے اس کا شکریہ ادا کیا''thanks آصف بھائی! آپ کو بھی ہم نے زحمت دی''

''اونہیں عامر بھائی! آپ تو شرمندہ کر رہے ہیں۔ میں نے کیا کیا ہے۔ ویسے بھی میں نے چار دن بعد آنا ہی تھا۔ وہ تو الٹا مجھے فائدہ ہو گیا کہ آپ لوگوں کے ساتھ لفٹ مل گئی،۔مفت میں پہنچ گیا'' اس نے خوش دلی سے کہا اور رخصت ہو گیا۔

ہم لوگ بھی چل دیئے۔ سارا راستہ ہم دونوں نے کوئی خاص بات نہیں کی۔ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے رات گیارہ بجے خرم نے مجھے فلیٹ پر اتارا۔

''آجا....چائے تو پیتا جا'' میں نے پیش کش کی۔

''نہیں یار!.....بہت دیر ہو گئی۔ پھر سہی''

''یار! تیرے بغیر تو میں آدھا رہ جاؤں گا۔ مجھے تیرا ہی تو سہارا تھا'' آخر دل کی بات میری زبان تک آ ہی گئی۔

''ڈونٹ وری یار!....شاہ جی نے تیرے بھلے کے لیے ہی تو کہا ہو گا اور میں تیرے ساتھ ہی ہوں ۔بس تو نے کل غاطب صاحب سے ملنے اکیلے جانا ہے۔ باقی سب خیر ہے تو پریشان مت ہو''اس نے مجھے تسلی دی۔

''او کے ٹھیک ہے پھر.....تو نکل...ویسے ہی تھکا ہوا ہے گاڑی چلا کر''

''ہاں یار!....اوکے خدا حافظ....'' خرم آگے بڑھ گیا۔

ناہید بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔

''شکر ہے آپ آ گئے ....بہت فکر ہو رہی تھی.....اتنی دیر کیوں لگی.....'' اس نے دوسرا سوال کیا۔

''دیر کہاں لگی بھئی۔ گیارہ بجے تو چلے تھے یہاں سے، پہنچتے پہنچتے دو بج گئے تھے'' میں نے اسے یاد دلایا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور پوچھتی میں نہانے گھس گیا۔ صبح مجھے غاطب صاحب کی طرف جانا تھا اس لیے میرا ارادہ تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سو جاؤں.... مگر تین بجے تک ناہید سے باتیں ہوتی رہیں....اسے بتانے کے لیے میں نے گزرے ہوئے واقعات میں ردوبدل کر لیا تھا۔ شاہ جی نے رازداری کی جو قسم دی تھی ظاہر ہے وہ ناہید پر بھی لاگو ہونا ہی تھی۔ مختصراً اسے میں نے اتنا بتا دیا کہ شاہ جی نے پورا یقین دلایا ہے کہ ہمارا کام ہو جائے گا اور اس مقصد کے لیے انھوں نے لاہور میں ہی موجود ایک عامل سے ملنے کا کہا ہے اور صبح اس سے میری ملاقات طے ہے.....

ناہید بھانپ تو گئی تھی کہ میں اس سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر حالات کی نزاکت سمجھتے ہوئے خاموش ہو گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆

صبح جب نیند ٹوٹی تو نو سے اوپر کا وقت تھا۔ تیار ہوتے اور ناشتا کرتے مجھے دس بج گئے۔ عجلت میں اپنا موبائل بھی میں گھر پر ہی بھول گیا..... غاطب صاحب ڈیفنس کے پوش ایریا میں رہتے تھے۔ جہاں کوئی ایک دوسرے کو نہیں جانتا اس لیے گھر کا نمبر تلاش کرتے کرتے میری ایسی تیسی ہوگئی۔ بڑی مشکل سے میں بے سروپا نمبرنگ میں سے ہاؤس نمبر ۱۳۴ تلاش کرنے میں کامیاب ہو پایا......

بائیک دروازے کے سامنے کھڑی کر کے ابھی میں سائیڈ لاک لگا ہی رہا تھا کہ بڑی بڑی مونچھوں والا ایک دراز قد دیوہیکل انسان میرے سر پر آ پہنچا۔

''کس سے ملنا ہے'' اس کے کندھے سے رائفل لٹک رہی تھی اور اس کے ڈیل ڈول کو دیکھ کر بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ قابل رشک صحت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ کسرتی جسم بھی رکھتا ہے۔

''مجھے غاطب صاحب سے ملنا ہے''میں نے رقعہ جیب سے نکالتے ہوئے جواب دیا۔

''کیوں ملنا ہے؟''اس نے پھر مجھ پر چڑھائی کی۔

''یہ رقعہ ان تک پہنچا دو.....کہنا کہ شاہ جی نے بھیجا ہے'' میں نے بھی رکھائی سے رقعہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

شاہ جی کا نام سنتے ہی اس کے چہرے پر نرمی آ گئی''آپ یہیں انتظار کریں میں اندر اطلاع کرتا ہوں''

رقعہ ہاتھ میں لیے وہ اندر چلا گیا۔اس کے جاتے ہی بھاگ کر اندر سے دوسرے گارڈ نے گیٹ پر اس کی جگہ سنبھال لی۔میں حیران پریشان انتظار کرنے لگا.....یہ کیسے اللہ کے ولی ہیں جن کا اتنا شاندار گھر ہے اور پہرے داروں کا اتنا سخت حفاظتی انتظام.....خیر اب تو مل کر ہی یہ گتھی سلجھ سکتی تھی۔

''اندر آ جاؤ....''کوئی دس منٹ کے بعد وہی گارڈ باہر آیا اور مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔

گیٹ کے سامنے ہی پورچ تھا۔سیاہ رنگ کی لشکارے مارتی مرسڈیز آرمڈ گاڑی غاطب صاحب کے انتہائی باحیثیت ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔گاڑی کے ساتھ ہی سفید براق کپڑے پہنے ایک ملازم کھڑا تھا شاید اسے میرا ہی انتظار تھا۔

''تشریف لائیے'' اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا

میں چپ چاپ اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہو گیا....یہ ایک لمبی راہداری

کا آغاز تھا جس کے دونوں طرف کمرے تھے۔ نیچے فرش پر سرخ رنگ کا انتہائی دبیز قالین بچھا ہوا تھا اور دیو قامت فانوس قطار در قطار دیوار سے لٹکے ہوئے تھے، ہر شے شیشے کی طرح چمک رہی تھی۔ ایسے لگا جیسے میں کسی مغل بادشاہ کے دربار میں آ گھسا ہوں۔ راہداری کے اختتام پر لکڑی کا ایک انتہائی خوبصورت دروازہ تھا جس پر انتہائی مہارت سے لکڑی کے ہی نقش و نگار بنائے گئے تھے.....ملازم مجھے کھڑے رہنے کا کہہ کر دروازے پر دستک دے کر اندر چلا گیا، میرے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ ابھی تھوڑی دیر بعد میرا سامنا غاطب اسرار سے ہونے والا تھا، جسے شاہ جی اپنا استاد کہتے تھے اور ویسے بھی جو کچھ میں شاہ جی کے منہ سے غاطب صاحب کے بارے میں سن چکا تھا اور پھر باہر گیٹ سے لے کر اندر اس دروازے تک کا ماحول اتنا ہوشربا تھا کہ میں دم بخود ہو چکا تھا.....وقت نے مجھے جن راہوں پر سفر کرنے پر مجبور کر دیا تھا ان کی طرف جانے کا میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ ہر ایک قدم پر حیرانی میرا استقبال کر رہی تھی۔ مجھے لگا کہ میں کسی جادوئی کہانی کا کردار ہوں۔

دروازہ کھول کر ملازم مودب طریقے سے ہاتھ باندھ کر میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''جائیے سرکار آپ سے ملنا چاہتے ہیں''

دھڑکتے دل سے میں نے قدم بڑھائے اور اندر داخل ہو گیا۔ پیچھے سے مجھے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔

ایک اور خطرناک کھیل شروع ہوا چاہتا تھا، اتنا شاندار سٹڈی روم......ایک

دم مجھ پر احساس کمتری کا حملہ ہوا۔ کمرے کی ہر شے سے نفاست کا اظہار ہو رہا تھا۔ کتابوں کی الماریوں سے پھسلتی ہوئی میری نظریں سامنے بیٹھے ہوئے آدمی سے جاٹکرائیں....سید غاطب اسرار....اللہ کے ولی۔

''میاں تم خوش نصیبی سمجھنا اپنی ....اگر تمھاری بات سرکار نے سن لی....'' میرے ذہن میں شاہ جی کے الفاظ گونجے۔

پھر اس قیامت نے سر اٹھا کر دیکھا....اس قدر کشش .....ان کی آنکھوں سے بے پناہ طاقت کا ٹھاٹھیں مارتا سیلاب آن واحد میں میری طرف لپکا اور مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا....میں ٹھہرا ذات کا تنکا.....جھولنے لگا، جیسے تنکے پانی کے تھپیڑوں پہ اِدھر سے اُدھر دیوانہ وار بہتے ہیں۔ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ مجھے کسی نے انتہائی تیز وحشی ہوا کی طرح بپھرتے مقناطیسی قوت کے میدان کے بیچوں بیچ کھڑا کر دیا ہے۔اس سے پہلے کہ میں کسی بوسیدہ دیوار کی طرح گرتا....کرچی کرچی ہو کر بکھر جاتا.......اچانک وہ طوفان تھم گیا، ہر شے سکوت میں واپس آئی تو میں نے ہمت کر کے سامنے دیکھا، اس قیامت کی نظر رکھنے والے نے سر جھکا لیا اور مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

''وہاں بیٹھو....اس صوفے پر...میں آتا ہوں'' غاطب صاحب نے کمال بے نیازی سے سر جھکائے مجھے سامنے لگے صوفوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے مخاطب کیا۔

ابھی جو جھٹکا مجھے لگا تھا اس نے سارے کس بل نکال دیے تھے۔ میں بھیگی بلی کی طرح چپ چاپ صوفے پر جا بیٹھا.....جب کوئی سائل کسی صاحب نظر کے

پاس جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کی ذات کی نفی ہوتی ہے اور بڑی عجیب بات ہے کہ اس نفی کے بعد بجائے اپنی کم مائیگی کا احساس ہونے کے ایک طمانیت سی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے اب اپنی ذات کی کوئی اہمیت نہیں رہی، جیسے کسی نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہو۔ یہی پہچان ہے کسی صاحب ادراک کی، اور یہی علاج کی پہلی منزل بھی ہے.... میں بھی اسی سرور میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب حواس بحال ہونا شروع ہوئے تو میں نے چور نگاہوں سے پھر غاطب صاحب کا جائزہ لینا شروع کر دیا، کیا کرتا میں بھی آگہی کا مارا تھا..... میرے خیال میں ان کی عمر کسی بھی صورت چالیس سال سے اوپر نہیں تھی، بلکہ اگر میں انھیں جوان آدمی کہوں تو بے جا نہ ہوگا اور یہی بات مجھے حیران کیے جا رہی تھی۔ کہاں شاہ جی اور کہاں غاطب صاحب..... آج سے پہلے میں یہی سمجھتا آیا تھا کہ بزرگی کا تعلق انسان کی عمر رواں سے ہوتا ہے مگر غاطب صاحب کا معاملہ ہی سمجھ سے باہر تھا....

ان کے بال کافی لمبے اور کندھوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ کسی انسان کے اور وہ بھی خصوصاً مرد کے اتنے حسین بال پہلے کبھی مشاہدے میں نہ آئے تھے۔ مانگ بالکل درمیان سے نکل رہی تھی۔ کانوں تک بال بالکل ریشم کی طرح چمکدار اور سلجھے ہوئے تھے مگر عجیب بات یہ تھی کہ کانوں سے نیچے کے بال ہلکے بھورے اور کافی حد تک گھنگھریالے تھے۔ یہ بہت ہی انوکھا امتزاج تھا۔ چہرے پر ہلکی ہلکی ڈاڑھی تھی۔ سفید ململ کا کرتہ پہنے ہوئے..... ایسا خوبصورت جمال..... میں مبہوت ہو کر رہ گیا۔ پھر میری نظر ان کے ہاتھوں پر جا رکی،

لڑکیوں جیسے نازک سرخ وسفید ہاتھ بتاتے تھے کہ وہ کسی زمانے میں یا پھر اب بھی آلات موسیقی کے ماہر رہے ہیں۔دائیں ہاتھ میں دو انگوٹھیاں تھیں.....میں سحر زدہ سا انھیں دیکھ رہا تھا۔

اتنے میں وہی ملازم میرے آگے چائے رکھ گیا۔میں نے ابھی پہلا گھونٹ ہی بھرا تھا کہ وہ اپنی نشست سے اٹھے اور آ کر میرے سامنے بیٹھ گئے۔اس وقفے کے دوران میں جو کچھ ان سے کہنا چاہتا تھا، وہ سب میرے ذہن میں ترتیب پا چکا تھا....وہ سر جھکائے میرے سامنے بیٹھ گئے تو میں نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ دیا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔

''نہیں نہیں ۔آپ چائے پیجیے'' انھوں نے سر جھکائے اصرار کیا۔

ایک بات اور بہت پریشان کر رہی تھی کہ ململ کے سفید کرتے کے نیچے وہ نیلے رنگ کی جینز پہنے ہوئے تھے.....بھلا اللہ والے بھی کبھی جینز پہنا کرتے ہیں، ذہن میں جھکڑ سے چلنے لگے۔یہ بھی ہو سکتا تھا کہ غاطب صاحب علم جنات پر بہت عبور حاصل کر چکے ہیں اس لیے شاہ جی انھیں اللہ کا ولی کہہ رہے تھے ورنہ ابھی تک تو مجھے شاہ جی اور غاطب صاحب دونوں میں تصوف کا کوئی رنگ دکھائی نہ دیتا تھا، جو بھی تھا مجموعی طور پر غاطب صاحب کی شخصیت نہایت ہی سحر انگیز تھی بس جی چاہتا تھا کہ اس انسان کو دیکھتا ہی رہوں۔ماڈرن ازم اور روحانیت کا یہ امتزاج میرے ہوش اڑا دینے والا تھا۔

''نام بتایئے اپنا'' ان کی آواز سے میں چونکا۔

''جی میرا نام عامر شہزاد ہے''

''شاہ جی کا رقعہ پڑھ لیا ہے ہم نے'' وہی بے نیازی تھی۔

میں نے چائے ختم کر دی تھی اور اس انتظار میں تھا کہ کب وہ مجھے اپنا مسئلہ بیان کرنے کو کہتے ہیں مگر آج شاید میرے یقین کے سارے بت ٹوٹنا تھے۔

''آپ ذرا ادھر آیئے''انھوں نے ایک خالی حصے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے خاموشی سے حکم کی تعمیل کی اور جا کر قالین پر کھڑا ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔

''سیدھے کھڑے رہیں''انھوں نے پیچھے سے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر ایسے رکھا کہ ان کی انگشتِ شہادت میرے دونوں ابروؤں کی درمیان تھی، میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

''گھبرایئے مت''ان کی دھیمی آواز آئی۔

''میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ تفصیل سے آپ کی ساری کہانی سنوں، آپ مراقبے کی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں اس لیے میں آپ کا ذہن پڑھوں گا۔ اس میں وقت بچ جائے گا اور کوئی پریشانی کی بات نہیں''

میں ششدر رہ گیا..... یہ شخص تو دل کے بھید جان لینے کا سحر رکھتا تھا۔ میرے سامنے دیوار پر کلاک لگا تھا، بارہ بج کر پانچ منٹ ہو رہے تھے....بس یہ آخری منظر تھا جو میری آنکھوں نے دیکھا، پھر وہی مہیب مقناطیسی طاقت مجھے دبوچ کر اندھیروں میں لے گئی اور پھر وقت پیچھے کو دوڑا....میں نے خود کو تصویر خریدتے دیکھا، پھر ناہید بولی اور بولتی ہی چلی گئی۔ دن جھلکیوں کی مانند میرے سامنے سے ایسے گزرنے لگے جیسے ہم کرکٹ میچ کی جھلکیاں دیکھتے ہیں اور تو اور

راجا اندر اور پنڈت بھی لائن حاضر کیے گئے۔سب نے اپنی اپنی گواہی دی.....ان سارے مناظر میں بس مجھے اس شہادت کی انگلی کا احساس ضرور ہوا....جانے یہ کس اونچے درجے کا مراقبہ تھا کہ میرے گزرے ہوئے وقت کا ایک ایک لمحہ غاطب صاحب نے میرے ساتھ گزارا، پھر وہ صحرا آئے، میں نے ایک بار پھر خود کو اس دشتِ بے کراں میں در بدر دیکھا مگر وہ میرے ساتھ تھے۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے لاشعوری طور پر سب سے پہلے اس وال کلاک پر وقت دیکھا، بارہ بج کر چھ منٹ ہوئے تھے.....میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔اس کرشمہ ساز نے صرف ساٹھ سیکنڈ میں میرا ڈیڑھ سال چھان مارا تھا۔

''آیئے تشریف رکھیے'' پہلی بار میں نے ان کے لہجے میں گرمجوشی دیکھی۔

ہم اب پھر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔میں گم صم ہو چکا تھا۔روحانیت، فلسفہ، فکشن، پامسٹری، علم الاعداد، علم جعفر، مراقبہ، یوگا، ٹیلی پیتھی، علم جنات اور موکلات، نجوم، رمل، تحلیل نفسی، پاس انفاس، کشف القبور، کرامات نہ جانے کیا کیا اپنے اندر سموئے ہوئے تھا اور یہ شخص تو ان سب سے آگے نجانے کس منزل پر جا پہنچا تھا۔

''ہوں ..... پرابلم ہے، بڑی گہری پرابلم ہے'' وہ اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔بے چینی ان کے چہرے سے مترشح تھی۔

مجھے لگا کہ وہ اب ہیجان کا شکار ہو گئے تھے۔میرے لیے یہ اچنبھے کی بات تھی.....اللہ نے آخر کار میری سن لی....انھوں نے میری طرف دیکھا مگر اب میں وہ مقناطیسی قوت برداشت کر گیا جو مسلسل ان کی آنکھوں سے خارج ہو رہی تھی۔

دل تو گھبرایا مگر وہ بے چینی محسوس نہ ہوئی اور نہ حواس ہی گم ہوئے مگر پھر بھی ان کی آنکھوں میں دیکھنا تقریباً ناممکن تھا۔ میں نے پھر اپنی آنکھیں جھکا لیں۔

''بھئی تم تو ہمارے لیے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا انعام ہو.... بالکل فکر مت کرو تمھارا کام ہو جائے گا، اب یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ یہ کام تو میں دل و جاں سے کروں گا کیونکہ اس کے نتیجے میں جو صلہ مجھے ملے گا، وہ تم سوچ بھی نہیں سکتے'' وہ پر جوش لہجے میں بولے اور میری روح سرشار ہوگئی، اب میں اس راستے پر ہی چل نکلا تھا جس کی تلاش مجھے بے چین کیے جا رہی تھی، پھر میں بھی عقیدت مند ہو گیا۔

''سرکار! ..... کچھ سوال ذہن کو پریشان کر رہے ہیں اگر آپ اپنے قیمتی وقت سے کچھ وقت نکال لیں تو احسان ہوگا'' میں نے جرات رندانہ کی۔

وہ خاموش سر جھکائے بیٹھے رہے.....پھر ان کی آواز سنائی دی ''اب سارا وقت ہی تمھارا ہے۔ آج کے بعد مجھے اور کوئی کام نہیں۔ ایک مدت سے میں جس کی تلاش میں بھٹکتا پھر رہا ہوں، وہ خزانہ تمھارے پاس ہے جو پوچھنا ہے پوچھو، رات بارہ بجے تک میں تمھارے ساتھ ہوں پھر ہم دونوں تمھارے گھر جائیں گے، میں اس تصویر سے ملنا چاہتا ہوں..... میرا تو بس نہیں چلتا کہ اڑ کر اس تک جا پہنچوں مگر احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ دن میں دشمن ہماری تاک میں رہتا ہے'' انھوں نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ ان کا وہ بے نیاز لہجہ اب اپنائیت کا روپ دھار چکا تھا۔

''سرکار! کس خزانے کی بات کر رہے ہیں آپ....ناہید کا مسئلہ تو میرا ہے۔ آپ کا اس سے کیا تعلق، براہ کرم کچھ مجھ ناسمجھ کو بھی سمجھائیے''

''وہ تو ہم سب بتا ہی دیں گے پہلے ذرا تمھیں جانچ تو لیں.... گہرے آدمی ہو'' انھوں نے دلچسپی سے میری طرف دیکھا ''علم بھی تمھارے اندر دکھائی پڑتا ہے مگر بکھرا ہوا ہے، تمھارے وجود میں انرجی ہے مگر افسوس تم اسے جان نہیں پائے.... تعلیم یافتہ تو ہو مگر زیادہ علم حاصل نہیں کر پائے۔ تمھاری جستجو کئی اطراف میں بکھری ہوئی ہے اسی لیے ارتکاز نصیب نہیں ہوا ورنہ بہت اوپر اڑان بھرتے''

''سرکار! جتنی ہمت تھی پڑھ لیا۔ کمپیوٹر سائنسز میں گریجویشن کیا ہے، اچھا کماتا ہوں'' میں نے اپنے بارے میں بتانے کی کوشش کی۔ وہ ہنس دیئے۔

''یہی کم علمی کا ثبوت ہے.... میں کمپیوٹر سائنسز کی بات نہیں کر رہا۔ میں تو سائنس آف نیچر کی بات کر رہا تھا... تم مڈل کلاس میں ہو حالانکہ تمھاری اٹھان بتاتی ہے کہ اس وقت تک تمھیں گریجویٹ ہونا چاہیے تھا۔ دیکھو جب میں بائیس سال کا تھا تب گریجویشن کیا تھا، ماسٹرز کرنے میں میری عمر چالیس کو آ پہنچی...... ابتدائی تعلیم تو بہت آسان ہوتی ہے، سالوں کا سفر دنوں میں ہو جاتا ہے۔ آگے ماسٹرز لیول پر جا کر دن بھی سالوں میں گزرنے میں لگتے ہیں''

بات سمجھ میں آئی تو میں نے موقع غنیمت جان کر اور ہمت کی ''سرکار! یہ کیسا مراقبہ تھا جس میں وقت کا ڈیڑھ سال ماضی میں گزرا مگر یہاں کے وقت میں صرف ایک منٹ لگا اور پھر آپ بھی میرے ساتھ رہے.... یہ علم کی کون سی منزل ہے؟''

''مراقبہ تو وہی ہے جو تم بھی کرتے ہو بس ہم اس میں ذرا تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں..... یہ ٹائم سپیس ہے۔ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ زمان کی قید

سے آزادی حاصل کر لے، یہ تو تم بھی بخوبی جانتے ہو۔ اس طرح ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ اس کے ماضی میں سفر کر سکتا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ مراقبے میں ہلکا سا رنگ ٹیلی پیتھی کا بھی ملایا جا سکتا ہے''

میں تو ایک چھوٹی سی ندیا تھا، اصل سمندر تو میرے سامنے آج آیا تھا..... پوچھ لو جو پوچھنا ہے.... پھر یہ وقت ہاتھ آئے نہ آئے....

''سرکار! دو باتیں سمجھ نہیں آتیں۔ پہلی تو یہ کہ آپ کے بارے میں شاہ جی نے جو کچھ بتایا تھا وہ سب تو سچ ثابت ہوا........ مگر آپ کے اردگرد کا یہ منظر، یہ شان وشوکت، باڈی گارڈز... یہ سب کیا ہے'' میں دل کی بات زبان پر لے ہی آیا۔ غاطب صاحب بے اختیار مسکرا دیے۔

''عامر!.... میری زندگی کے بیس سال باہر یورپ میں گزرے ہیں۔ میں نے بہت پڑھا، بہت سی ڈگریاں لیں اور اپنے زمانے کے بڑے بڑے نامی گرامی پروفیسرز کو پچھاڑا مگر من میں ہمیشہ ایک جوت جلتی رہی... اللہ کے قرب کی جوت.... ہمیشہ دل بے چین رہتا تھا، جو کرنا چاہتا تھا وہ نہیں کر رہا تھا بلکہ جو نہیں کرنا چاہتا تھا وہ سب کرنے پر مجبور تھا.... پھر یہ لاوا ایک دن میرے اندر سے بہ نکلا..... من میں سچائی کی روشنی سما گئی، ایسا انقلاب آیا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پاکستان چلا آیا۔ مال و دولت ماں باپ سے بے انتہا مل گئی، اس لیے کمانے کے جھنجھٹ سے آزاد ہی رہا، پھر میں کتابوں میں گم ہو گیا.... یہ جتنے علوم تم نے پڑھ رکھے ہیں، میں نے ان سب میں عملی طور پر کوشش کی۔ خود کو مار ڈالا، جوگ لے لیا۔ پھر میرے رب نے میری فریاد سن لی اور مجھے عرفان کی دولت سے مالا مال کر

دیا گیا..... میرے اللہ نے کائنات کے جہان کھول کر میرے آگے رکھ دیے۔ پندرہ سال میں حالتِ سکر میں رہا، نوازشات کی بارش ہوتی رہی اور میں جی بھر کے بھیگا..... آخر کار ظرف کا پیالہ لبا لب بھر گیا۔ جب مجھے میرے ظرف کے حساب سے نوازا جا چکا تو میری نوکری شروع ہوگئی .... بہت بڑی ملازمت...''

میں خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

''یہ سب میں تمھیں تین وجوہات کی بناء پر بتا رہا ہوں.... پہلی تو یہ کہ تم میں جوہر ہے، تم اس قابل ہو کہ بات کو سمجھو.... دوسری اس لیے کہ لعان کا سراغ تمھارے پاس ہے.... تیسری یہ کہ تم قسم کے پابند ہو''

'' یہ جن زادی سے آپ کی دلچسپی مجھے سمجھ نہیں آئی .... یہ کیا راز ہے''

''دیکھو جب میری تربیت مکمل ہوگئی تو نجانے کیسے مجھ سے آہستہ آہستہ ایک ایسی جماعت نے رابطہ استوار کرنا شروع کر دیا جو ایک بہت بڑے مقصد کے لیے کام کر رہی ہے۔ مجھے بھی حکم ہوا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ چلوں، سو میں چل پڑا.... دیکھو عامر! طاقت ہمیشہ ذمہ داری کے ساتھ آتی ہے .... تم نے مراقبے میں لعان جن کو سلیمانؑ کی انگوٹھی چراتے دیکھا.... جس کام کا تم نے بیڑا اٹھایا تھا اسی حساب سے تمھاری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا گیا..... اب میں تمھیں بتاتا ہوں کہ اس جن زادی سے مجھے کیا دلچسپی ہے .... اللہ بھلا کرے شاہ جی کا، جنھوں نے تمھیں یہاں بھیج دیا۔ اس میں تمھارا بھی فائدہ ہے اور ہمارا بھی....

وہ لعان جس نے سلیمانؑ کی انگوٹھی چرائی تھی وہ پکڑے جانے کے بعد تائب ہوا اور اس کی توبہ قبول کر لی گئی۔ بیت المقدس تعمیر ہوتا رہا کیونکہ وہ انگوٹھی سلیمانؑ

کی انگلی میں ہر وقت موجود رہتی تھی اور جنات غلامی کیا کرتے تھے.... جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے وہ انگوٹھی اپنے وزیر باخیا اور لعان کے سپرد کر دی تا کہ وہ اسے ہیکلِ سلیمانی میں رکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کسی ایسی جگہ چھپا دیں جہاں نہ تو کوئی انسان پہنچ پائے اور نہ کوئی جن ہی تا کہ انسانوں کی آنے والی نسلیں اس کی ملکیت کے لیے آپس میں جنگ وجدل نہ کریں''

''یہ ہیکلِ سلیمانی آخر چلا کہاں سے ... میں اس کے بارے میں تفصیل سے جاننا چاہتا ہوں۔ کچھ علم میری جھولی میں بھی ڈال دیجیے'' میں نے التجا کی۔

ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ پھر گویا ہوئے!

''حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل ہوئی تھی۔ یہ الہامی کتاب تھی اور اس کے اتارے جانے کا طریقہ بھی نرالا تھا۔ یہ سٹون، مرجان اور یاقوت کی سلوں پر لکھی ہوئی عبارتیں تھیں۔ جب حضرت موسیٰؑ کی قوم نے توریت کی جانب سے بے فکری برتنے کی انتہا کر دی تو حکمِ خداوندی ہوا کہ اس کتاب کو لوہے کے صندوق میں محفوظ کر لیا جائے، اس لوہے کے صندوق کو ہیکل کہا جاتا تھا۔ اس ہیکل کے لالچ میں اس وقت کی تاریخ نے بہت ہی وحشت ناک جنگ وجدل دیکھا۔ جس کسی کے ہاتھ وہ صندوق لگتا اسی کو بادشاہی ملتی اور ملک بھی فیض یاب ہوتا، وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ یہ حضرت داؤدؑ کی تحویل میں ہیکل آیا اور پھر ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو یہ ہیکل اور نبوت عطا ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک رومال اور انگوٹھی عطا کی گئی، رومال سے انسان مطیع ہوا کرتے تھے اور انگوٹھی سے جنات کو مسخر کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سی عظیم طاقتیں ملتی تھیں۔ ہوا تابع

ہوتی تھی، چرند پرند کی زبان سمجھ آتی تھی، فطرت کی ساری طاقتیں اس طلسماتی انگوٹھی میں مقید کر دی گئیں.... یہ ساری داستان الف لیلیٰ جیسی لگتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اسی ہیکلِ سلیمانی کی وجہ سے دنیا کا خاتمہ ہونا تھا'' میں غاطب صاحب کو سنتے ہوئے گم صم بیٹھا تھا۔

''یہ ہیکلِ سلیمانی حضرت سلیمانؑ کی وفات سے لے کر اب تک پوشیدہ ہے اور جانتے ہو کہ وزیر باخیا کون تھا'' انھوں نے پوچھا تو میں نے لاعلمی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

''یہ وہی انسان تھا جو ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکتے میں اٹھا لایا تھا.....اسی کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا 'وہ علم رکھتا تھا کتاب کا'....اس نے توریت پڑھ رکھی تھی....دیکھو قرآن کا درجہ تمام الہامی کتابوں سے اونچا ہے.....توریت میں ایک دلچسپ بات ہے، اس کی آیات کھلی کتاب کی طرح تھیں۔ جو چاہا پوچھ لیا، سب کچھ صاف صاف لکھا تھا۔ اگر کوئی ہوا میں اڑنے کا طالب ہوا تو اس نے توریت کھولی اور سوال کا جواب مل گیا.....سلیمانؑ کا سارا دورِ حکومت طلمساتی تھا.....قرآن میں غور و فکر ہے، دعوت ہے کہ پڑھو اور اپنے رب کو پہچان لو.... توریت کی خاصیت اور تھی، وہ اس جادوئی زمانے کی کتاب تھی..... باخیا اور لعان نے مل کر یہ کتاب دنیا کے کسی ایسے دور دراز خطے میں پہنچا دی کہ انسان اور جنات وہاں تک پہنچ نہ پائیں'' انھوں نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔

''اب میں تمھیں راز کی بات بتاتا ہوں پھر تم جان جاؤ گے کہ میرے اور تمھارے لیے اس جن زادی کی کیا اہمیت ہے...'' پھر علم کے اس جہان نے مجھے

وہ بتایا جو شاید میں کبھی نہ جان پاتا۔

''جب جرمنی سپر پاور بننے کے قریب ہوا تو ایڈولف ہٹلر کا دماغ خراب ہو گیا، اسے یہودیوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے ملک میں اپنے پنجے گاڑ رہے تھے۔ اس وجہ سے تاریخِ انسانی کا بدترین قتلِ عام ہوا۔ چالیس لاکھ یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ نسل کشی کی ایسی بدترین مثال روئے زمین پر کہیں نہیں ملتی۔ بڑی مشکل سے چند لاکھ یہودی اپنی جان بچا کر دنیا میں منتشر ہو کر بے یار و مددگار زندگی گزارنے لگے ...جرمنی کی حکومت کا سورج غروب ہوا، سواستیکا کا نشان مٹی میں مل گیا تو یہودیوں نے سکھ کا سانس لیا۔ یہ دنیا کی انتہائی شاطر اور ذہین قوم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اتنے تواتر سے بنی اسرائیل میں انبیاء کا ظہور ہوا کہ یہ قوم جینز میوٹیشن کی منزل کو پہنچ گئی۔ بے شک اللہ کا وعدہ ہے کہ اس نافرمان قوم کو زمین پر کبھی اس کا اپنا وطن نصیب نہیں ہوگا۔ یہودیوں نے جرمنی کے ہولوکاسٹ کا انتقام اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ پھر انگلینڈ کو اس کے دورِ عروج میں اس شاطر قوم کے کچھ ذہین ترین افراد نے سپر پاور بننے کا لالچ دے کر امریکا کی ملی بھگت سے فلسطین میں اپنا ناجائز ملک حاصل کر لیا۔ جانتے ہو یہودی فلسطین ہی کیوں آئے؟''

''نہیں.....'' میں نے انکار میں سر ہلایا۔

'' ہیکلِ سلیمانی کی تلاش میں'' انھوں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا ''وہ بڑی گہری آنکھ سے انگلستان کا سورج غروب ہوتا دیکھ رہے تھے۔ یہاں سے مایوس ہو کر انھوں نے امریکا سے جو اس وقت نہایت تیزی سے ایک سپر پاور

میں تبدیل ہونے کے قابل ہو چکا تھا، ایک ڈیل کی جسے ہم سب نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے جانتے ہیں لیکن بہت کم لوگ اس معاہدے کی اصل حقیقت سے باخبر ہیں.........امریکا کے سامنے اس وقت روس واحد حریف سپر طاقت تھا۔ یہودیوں نے امریکا سے معاہدہ کیا کہ وہ اسرائیل کی سلامتی کی ذمہ داری لے، اس کے بدلے میں وہ اسے روس سے چھٹکارا دلا دیں گے اور اس کا دنیا کی اکلوتی سپر پاور بننے کا خواب پورا کریں گے.....یہی تھا نصرانیوں اور یہودیوں کا سب سے خطرناک معاہدہ.... یہودیوں نے اپنا وعدہ نبھایا اور آج امریکا دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور بن چکا ہے لیکن یہاں آ کر مسئلہ گڑبڑ ہو گیا........چالیس سال یہودی بیت المقدس کے نیچے کھدائی کرتے رہے کہ ہیکلِ سلیمانی کو پالیں اور دنیا پر حکمرانی کا خواب پورا کریں مگر وہ ہیکل ابھی تک نہیں مل پایا۔ اسی جنون میں انھوں نے عراق پر حملہ کرا دیا اور چپے چپے کی تلاشی لی مگر بے سود، اس جنگ کے بدلے میں معاوضے کے طور پر امریکا کو تیل کا لالچ دیا گیا، پھر افغانستان کے ساتھ بھی یہی ہوا.....امریکا معاہدے کے تحت مجبور ہے کہ وہ یہودیوں کے اشارے پر چلے۔ دوسری طرف وہ اس کی معیشت پر قابض ہو چکے ہیں اس لیے اس واحد سپر پاور کے پاس کوئی چارا نہیں کہ وہ یہودیوں کے مطالبے ماننے سے انکار کرے کیونکہ انکار کی صورت میں اسے بھاری نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے.....لیکن وہ کبھی ہیکلِ سلیمانی ڈھونڈ نہ پائیں گے چاہے جتنا بھی سر کھپا لیں....میرے ساتھ بہت سے لوگوں کی ایک جماعت ہے۔ ہم بھی ہیکلِ سلیمانی کی تلاش میں ہیں اور جہاں تک ہم سمجھ پائے ہیں۔ یہ نایاب چیز پورے عرب

میں کہیں نہیں۔ یہ ایک ایسے ملک میں پوشیدہ ہے جو نہ عیسائی ہے، نہ یہودی لیکن مسلمانوں سے ہمدردی رکھتا ہے''

''وہ کون سا ملک ہے؟''

''بدھا کا ملک....تیزی سے امریکا کے مقابلے پر کھڑی ہوتی ہوئی سپر پاور چین ....چائنا ....ہیکلِ سلیمانی چین میں ہی کہیں رکھا ہے۔ اب ہماری ریسرچ تبت کے علاقے تک مرکوز ہوتی جا رہی ہے.....یہودیوں کو چین پر شک تو ہے مگر اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں''

''معذرت کے ساتھ ایک سوال ہے سرکار!'' میں نے جھجکتے ہوئے کہا'' آپ کو ہیکلِ سلیمانی سے اس قدر دلچسپی کیوں ہے''

''کاش ہماری نوجوان نسل قرآن پر غور وفکر کرے۔ ارے بدھو!......امام مہدی کا ظہور عنقریب ہونے والا ہے اور دجال بھی آئے گا..... یہودیوں نے تیاریاں شروع کر رکھی ہیں۔ نعوذ باللہ ابھی دو سال پہلے انھوں نے قرآن مجید کے مقابلے میں فرقان مجید کا ایڈیشن نکالا ہے۔ یہ چار سال کا منصوبہ ہے، پھر میڈیا پر مہم چلائی جائے گی، پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا جائے گا کہ اصل قرآن تو یہ ہے جس قرآن کو مسلمان سینوں سے لگائے ہوئے ہیں یہ تو من گھڑت ہے نعوذ باللہ....اور یہاں تک انتشار پھیل جائے گا کہ ہمارے بڑے جید عالم خرید لیے جائیں گے اور وہ لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ تب مسلمانوں کو شدت سے توریت کی تلاش کرنا پڑے گی کیونکہ قرآن میں ہے کہ قرآن توریت کے سچے ہونے کی تصدیق کرتا ہے اور توریت قرآن کی سچائی کی گواہی دیتی ہے۔

وقت بہت قریب ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ آئندہ ۳ سے ۴ سال میں ہیکلِ سلیمانی دریافت کر لیا جائے گا اور ظاہر ہے اگر وہ چین سے برآمد ہوتا ہے تو وہ ہمارا دوست ملک ہے، اسے یہ ہیکل ہمارے حوالے کرنا ہے اور اگر ہم لوگ اسے ڈھونڈ نکالتے ہیں تب بھی سارا نزلہ چین پر گرے گا پھر ایک عالم گیر جنگ ہوگی اور شاید دنیا کی کثیر آبادی اپنے انجام کو پہنچے گی... بہرحال۔ قیامت تو ہر حال میں آئے گی، یہ ناگزیر ہے.......

ہیکلِ سلیمانی ملتے ہی ساری دنیا امریکا اور اسرائیل پر تھوتھو کرے گی۔ اس ذلت سے وہ حالتِ جنون میں آ جائیں گے اور خود کو خلا میں محفوظ کر کے دنیا تباہ کرنے کا منصوبہ بنائیں گے مگر اس سے پہلے ہی وہ ہولناک جنگ شروع ہو جائے گی جس میں اسلام غالب آئے گا.....اتنی دور تک تو ہماری بھی منزل نہیں ہے، نہ ہم یہ ہی جانتے ہیں کہ قیامت عین کب قائم ہوگی مگر ہیکلِ سلیمانی کا ملنا اب طے ہو چکا ہے'' انھوں نے گہرا سانس لیا۔

''باقی رہی بات تمھاری، تو میاں تم اس لیے اس اتنی بڑی جنگ میں ہمارے لیے اہم ہو کہ تمھارے پاس لعان قبیلے کی جن زادی کا شکار وہ تصویر ہے۔ لعان جنات کی بہت ہی خطرناک اور نہایت نایاب قوم ہے .....میں تمھارا کام اس لیے بھی کروں گا کہ اس کے پورا ہونے پر ہم اس جن زادی کو اپنا تابع کر لیں گے۔ وہ ہیکلِ سلیمانی کی تلاش میں ہماری بے حد وحساب مدد کر سکتی ہے کیونکہ اس کے پوشیدہ کیے جانے کے عمل کے دوران لعان یعنی اس کا جد امجد بھی وزیر باخیا کے ساتھ تھا... تم بالکل درست جگہ پر پہنچے ہو''

''سرکار! پھراب ہمیں کیا کرنا ہوگا'' میں نے جوش سے پوچھا۔میرے اندر ایک نیا حوصلہ جاگ اٹھا تھا۔

''مسئلہ صرف یہ ہے کہ اس جن زادی نے....وہ کیا نام بتایا تھا تم نے اس تصویر والی لڑکی کا....''

''جی اس کا نام ناہید ہے''

''ہاں ....اس نے ناہید کا روپ دھار لیا ہے۔اس کا قبیلہ بہت محتاط ہے۔ یہ جنات یہودیوں اور مسلمانوں سے دور رہتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ ہیکلِ سلیمانی کی تلاش میں صرف یہی دو اقوام ہیں.....عشق میں اندھی ہو کر جب اس نے ناہید کا روپ دھارا تو اس نے تصویر کی ناہید کو سچ بتایا کہ اس کا خاندان قطع تعلق کر کے اسے تنہا چھوڑ کے کہیں اور روپوش ہو گیا۔ یہ بات تو بہت ہی فائدہ مند ہے کہ ہمارا مقابلہ صرف ایک لعان سے ہے،اگر پورا خاندان سامنے آجاتا تو ہم کبھی کچھ نہ کر پاتے......رہی بات مسئلے کی تو وہ یہ ہے کہ جب اس کے گرد ہمارا گھیرا تنگ ہوگا تو وہ ناہید کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی اور تمھیں بھی۔ اس لیے تمھیں بھی ہمارا ساتھ پوری طرح سے دینا ہوگا....سمجھ گئے نا''

'' سرکار! آپ جو حکم دیں گے میں اس پر ہر حال میں عمل کروں گا''

''تو پھر ٹھیک ہے.....مجھے اپنے کچھ ساتھیوں سے ضروری مشورے کر لینے دو۔ہم لوگ دو دن میں حکمت عملی طے کر لیں گے پھر تمھیں بھی باخبر کر دیا جائے گا...میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ آج ہم ناہید سے ملاقات نہ کریں۔ جب پورا منصوبہ تیار ہو جائے گا تو پھر اس سے ملاقات کریں گے''

''ٹھیک ہے سرکار!....میں دو دن انتظار کروں گا'' میں نے سرِ تسلیم خم کیا۔

انھوں نے اپنی بات جاری رکھی۔

''ہمیں بہت ساری باتوں کا خیال رکھنا پڑے گا اگر اسرائیل کو علم ہو گیا کہ ہم نے لعان قبیلے کے کسی جن کا پتا چلا لیا ہے تو بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔ خفیہ ایجنسی کے اہل کاروں کا روپ دھار کر بہت سے یہودی عامل یہاں آ دھمکیں گے اور حکومتیں بھی مداخلت کریں گی اس لیے تم دو دن تک اپنے گھر سے باہر نہیں نکلو گے اور اس تصویر کی حفاظت کرو گے۔ ویسے تو انشاءاللہ پوری امید ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہو گا لیکن احتیاط کی اشد ضرورت ہے ..... میں تمھیں ایک چھوٹا سا عمل بتا دیتا ہوں اگر کوئی گڑ بڑ ہو تو فوراً تصویر کو حصار میں رکھ کر بیٹھ جانا اور جو میں بتاؤں زیر لب پڑھتے رہنا۔ اس سے یہ ہو گا کہ تم اور تصویر دونوں لطیف ہو جاؤ گے اور انسانی آنکھ نہ تمھیں دیکھ سکے گی اور نہ تمھارا وجود ہی محسوس کر سکے گی .... ہاں صرف وہ جن زادی تمھیں اور تصویر کو دیکھ سکتی ہے مگر یاد رکھنا ایسا کچھ بھی ہو تم حصار سے باہر نہ نکلو گے تو تمھارا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا''

پھر انھوں نے میرا موبائل نمبر اور گھر کا اڈریس لے لیا۔ اپنا موبائل نمبر مجھے دیتے ہوئے وہ بولے ''اب سے ٹھیک دو دن بعد ہم تمھارے گھر آئیں گے تب تک صورتحال واضح ہو چکی ہو گی اور ہمیں بھی پتا چل چکا ہو گا کہ کیا کرنا ہے.... ہمیں چین کی پوری مدد حاصل ہے۔ اب وہ بھی جان چکے ہیں کہ جو ہوش ربا ترقی انھوں نے کی ہے، وہ صرف اور صرف ہیکلِ سلیمانی کی ان کے ملک میں موجودگی کی وجہ سے ہے... یہودی ہماری تنظیم کے متعلق باخبر ہیں۔ یہ پہرہ وغیرہ

بھی اسی سلسلے میں ہے اور ویسے بھی چائنیز سٹیلائٹ ہمہ وقت اس گھر کی حفاظت کرتا ہے اس لیے وہ ہم پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں کرتے''

''لیکن سرکار! اگر حکومت کا دباؤ پڑا تو پھر؟''

''حکومت...کیسی حکومت....کہاں کی حکومت'' سرکار کی آنکھیں ایکدم جل اٹھیں۔ وہ بے پناہ جلال میں آ گئے۔

''دیکھ میری بات سن....دنیا میں کون ایسا ہے جو حاکمِ وقت کی عزت اس کی ذات کی وجہ سے کرتا ہے۔ کوئی حاکم ایسا پیدا نہ ہوا جس کی حکومت اس کی ذات کے بل بوتے پر قائم ہوئی....کسی کی طاقت حکمرانی ہوتی ہے، کوئی روپے پیسے سے خریدتا ہے، کسی کا ظلم و جبر اسے حکمران کر دیتا ہے....صرف میرے اللہ کی ذات ایسی ہے جس کی خدائی اس کی ذات کی وجہ سے ہے۔ پانچ وقت وہ اپنی بلند آہنگ اذانوں سے اپنی بادشاہی کا اعلان کرتا ہے....میں اس بادشاہ کا بندہ ہوں اسی کے لیے کام کرتا ہوں۔ جو میرا اللہ ہے اس کے سوا میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتا... سمجھے....'' میں سر جھکا کر بیٹھا رہا۔

''ویسے تو دو دن میں بھی تم سے رابطہ رکھوں گا لیکن اگر تمھیں کوئی مسئلہ درپیش آئے تو چوبیس گھنٹے کسی بھی وقت بلاتردد مجھ سے رابطہ کر سکتے ہو''

''ٹھیک ہے سرکار....مجھے اجازت....؟''

''ہاں تم جاؤ اور فکر مت کرو۔ تمھاری منزل بھی قریب ہے اور میری بھی۔ خدا حافظ''

میں نے جھک کر ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا'' سرکار آپ کا علم غضب کا

ہے''............ وہ مسکرانے لگے۔

ان سے رخصت ہو کر میں باہر نکلا تو بہت سے جذبات میرے دل میں اُمڈ رہے تھے، منزل نظر آنے کی خوشی بھی تھی، آنے والے خطرات سے بھی دل ڈرا ہوا تھا اور علم کے جس عظیم سمندر سے میں نکل کر آیا تھا، اس کا سحر بھی طاری تھا.....میرا رخ گھر کی جانب تھا.....پہنچتے ہی میں نے ناہید کو یہ خوشخبری سنائی۔

''بھئی مبارک ہو .... اللہ نے ہماری دعائیں سن لیں'' میں نے کہا تو مسرت سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔

''مجھے پوری بات بتائیں کیا بنا....اس بندے نے کیا کہا؟''

''کہنا کیا تھا، وہ تو میرا ماجرا سنتے ہی مسکرا دیا اور بولا ''صاحب! کوئی بڑا مسئلہ بتائیں، میں یہ چھوٹے موٹے کام نہیں کرتا'' میں نے ناہید کا حوصلہ بڑھایا۔

''پھر بھی اس نے اور باتیں بھی تو بتائی ہوں گی....کون سا عمل کرے گا؟ اور آپ تو محفوظ رہیں گے نا؟'' اس نے بچوں کی طرح ضد کرنی شروع کر دی۔

''ہاں بھئی کافی تفصیلی ملاقات ہوئی....وہ بہت بڑے عالم ہیں۔ہم خوش نصیب ہیں جو ان تک پہنچ گئے۔یہ بھی شاہ جی کی مہربانی ہے۔اللہ انھیں خوش رکھے.....میں نے صدق دل سے شاہ جی کو دعا دی....تھوڑا بہت خطرہ ہو سکتا ہے مگر پریشان ہونے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ انھوں نے مجھے ایک عمل سکھا دیا ہے، کسی خطرے کی صورت میں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا....تم بالکل بے فکر رہو....اور ایک خاص بات یہ کہ وہ تم سے ملنے آئیں گے دو دن کے اندر''

''مجھ سے ملنے.....مگر مجھ سے تو آپ کے سوا کوئی بھی بات نہیں کر سکتا....وہ

کیسے ملیں گے مجھ سے...'' ناہید حیران رہ گئی تھی۔

''یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں....ہوسکتا ہے وہ کسی خاص عمل کے ذریعے تم سے بات کریں....خیر جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا''

''آج آپ کا چائے پینے کا موڈ نہیں'' ناہید کو اچانک خیال آیا۔

''ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے...دل نہیں چاہ رہا'' میں نے نیچے قالین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''عامر! آپ بہت بدل گئے ہیں....میں نے آپ کی زندگی کا رخ کہاں سے کہاں موڑ دیا ہے۔ مجھے بہت ندامت ہوتی ہے''

''تم اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کرسکتی'' میں چڑ گیا۔

''اوہ سوری.....میرا یہ مطلب نہیں تھا...'' ناہید نے گھبرا کر کہا۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔

''چلیں چھوڑیں....کوئی اچھی سی غزل ہی سنا دیں۔ بہت دل چاہ رہا ہے، پہلے آپ اتنی اچھی غزلیں سنایا کرتے تھے اب تو شعر پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتے''

''ناہید! پلیز مجھے تنگ مت کرو....میرا دماغ ٹھکانے پر نہیں''

وہ چپ ہوگئی..... بالکل خاموش.....مجھے الجھن ہونے لگی.....

''ناہید!...'' پجاری نے تھک ہار کر مندر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

''جی...'' دیوی روٹھی روٹھی آواز میں گنگنائی۔

''ادھر دیکھو.....میری طرف...'' میں نے شرارت سے کہا۔

''نہیں دیکھتی..... پہلے ڈانٹ پلا دیتے ہیں اور پھر پیار جتاتے ہیں....مجھے

بات نہیں کرنی آپ سے'' وہ سچ مچ خفا ہو گئی۔

''اچھا ایک غزل سناؤں.... بڑے کمال کی ہے''

''ہاں ہاں.... جب اپنا دل مانے تو سنائیں گے اور میں کہوں تو منہ پھلا کر بیٹھے رہتے ہیں...'' اس نے مجھے گھورا۔

''اچھا نہیں تو نہ سہی'' مجھے بھی غصہ آ گیا۔

''واہ جی واہ...'' اس نے آنکھیں پھیلائیں ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے .... اب اگر نہ سنائی تو میں رونا شروع کر دوں گی'' ناہید کی آواز بھرا گئی۔

''سنانے تو جا رہا تھا مگر تمھارا موڈ ہی ٹھیک نہیں ہو رہا تھا...'' میں نے پسپا ہوتے ہوئے کہا۔

''چھوڑیں آپ کو نہ تو روٹھنا آتا ہے نہ منانا ہی جانتے ہیں.... سنائیں مجھے...''

چوٹ گہری تھی مگر میں برداشت کر گیا..... واقعی عورت کی کیفیات کو سمجھنا ناممکن ہے... ''اچھا سنو''....

میرے نشاں یوں بکھرے پڑے ہیں راہوں میں
جیسے پتیاں سوکھے گلاب کی بکھر جائیں
مل کر بچھڑنا ہی لکھا ہے اگر قسمتوں میں ہماری
آ... میرے ساتھ چل! زندگی سے بچھڑ جائیں
موسم خزاں کا ہے سو مانگی ہے یہ دعا!
پاس کے بوڑھے برگد سے آس کے پتے جھڑ جائیں

دیوانگی عشق بھی یارو اپنی مثال آپ ہے
گھر سے سوچ کے کدھر کا نکلیں اور پہنچ کدھر جائیں
ا ب تو اسی امید پہ سر جھکائے بیٹھے ہیں ہم .... شاید
آسمانوں سے اک صدا آئے، سب کی قسمتیں سنور جائیں

''واہ....زبردست....بہت اچھی غزل ہے...'' ناہید نے داد دی۔

''شکریہ، نوازش ....بس آپ کی نگاہِ التفات سے ہی زندگی میں رنگ لہراتے ہیں''

''شکر ہے آپ کا غصہ تو اترا...'' اس نے گہری سانس لی۔

''اب تمھاری باری ہے ....سناؤ کوئی پیاری سی غزل ...'' میں نے فرمائش کی۔

محفل سج گئی، شعر اترنے لگے ....اس نازنیں کا قیامت خیز فسوں آواز کی صورت میرے چاروں طرف چھا گیا.....بہت دنوں بعد ہم دونوں اتنے رات گئے تک بیٹھے۔ دل چاہتا تھا کہ وہ بولتی رہے اور میں سنتا رہوں ....کچھ آوازیں ایسی ہوا کرتی ہیں جنھیں سننے کو کان ترسا کرتے ہیں ...ناہید بھی ایسی ہی حسین آواز رکھتی تھی ....رات بہت بیت چکی تھی ۔ ناہید کو شب بخیر کہہ کر میں اپنے کمرے میں آ کر سو گیا۔

اگلا دن خاموشی سے گزر گیا اور سلامتی سے بھی.....میرا خیال تھا کہ غاطب صاحب کا فون ضرور آئے گا مگر ایسا کچھ نہ ہوا...شام کو میں عرفان بھائی سے ملنے چلا گیا۔کافی دنوں بعد ملاقات ہوئی تھی اس لیے باتوں باتوں میں وقت کا اندازہ

ہی نہ ہو سکا۔ توقیر بھٹی بھی وہاں آپہنچا تھا... رات دس بجے میرے موبائل پر غاطب صاحب کا فون آ گیا۔

''السلام علیکم سرکار!...'' میں نے ادب سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام.... کیسے ہو عامر؟''

''بس سرکار! آپ کی دعا چاہیے۔ سب خیریت ہے''

''میں تمھارے گھر آنا چاہتا ہوں.... ابھی''

''سرکار! میرے لیے اس سے خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ تمھارا اڈریس تو میرے پاس ہے۔ میں بس بیس منٹ تک پہنچ جاؤں گا'' غاطب صاحب نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے سرکار!۔ میں آپ کا انتظار کروں گا'' میں نے وفورِ مسرت سے کہا۔ غاطب اسرار جیسے باکمال آدمی کا میرے گھر آنا میرے لیے بہت بڑی سعادت کا باعث تھا۔

''لیکن خیال رہے اس تصویر سے میرا ذکر مت کرنا.... بلکہ تم ایک کام کرو۔ میں تمھارے گھر کے باہر پہنچ کر موبائل سے فون کروں گا، تم باہر آ جانا... لڑکی کو بالکل خبر نہیں ہونی چاہیے کہ میں اسے دیکھنے آ رہا ہوں.... سمجھ گئے نا''

''لیکن سرکار! میں تو اسے پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ آپ اسے ملنے آ رہے ہیں'' میں نے گڑ بڑا کر معذرت کی۔

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا درا صل اسے عین وقت پر علم نہیں ہونا چاہیے کہ تمھارے علاوہ بھی کوئی اس کے سامنے ہے.... بہر حال تم بس اس بات کا

خیال رکھو کہ اسے میرے آنے کا علم نہ ہونے پائے، باقی میں تم سے آ کر ملوں گا تو تمھیں سب کچھ سمجھ آ جائے گا''

''ٹھیک ہے سرکار!...'' میں نے ادب سے کہا۔

فون بند کر کے میں نے عرفان بھائی اور توقیر سے اجازت لے کر چلنے کا ارادہ کیا تو عرفان بھائی نے مجھے گھورا۔

''عامر! یہ اچھی بات نہیں...''

''کیا مطلب ....کونسی بات ....'' میں نے انجان بننے کی کوشش کی۔

''دیکھو ہم تمھارے بھائی ہیں لیکن لگتا ہے کہ تم ہم سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو... یہ کس کا فون تھا....کون کس سے ملنے آ رہا ہے..؟''

''عرفان بھائی!....میں واقعی بہت بڑی پریشانی میں گرفتار ہوں....مگر مسئلہ یہ ہے کہ آپ لوگ میری اس معاملے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ بات کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے .... پلیز میرا اعتبار کریں ۔ میں آپ کو سب کچھ بتاؤں گا ، بس تھوڑے دن کے بعد....پلیز عرفان بھائی!..'' میں نے التجا کی۔

''بھائی جب وہ خود ہی بتانا نہیں چاہتا تو ہم لوگوں کو کیا ضرورت ہے اسے مجبور کرنے کی.... یہ اگر ہمیں اپنا کچھ سمجھتا تو اسے چھپانے کی کیا ضرورت تھی'' توقیر بھی ناراض دکھائی دے رہا تھا۔

''اچھا بھائی ! جیسے تیری مرضی ......ہم کیا کہہ سکتے ہیں'' عرفان بھائی خاموش ہو گئے۔

میں نے گھڑی دیکھی، وقت نکلا جا رہا تھا۔ میں رک کر اگر ان لوگوں کو

منانے کی کوشش کرتا تو گھر نہیں پہنچ سکتا تھا اس لیے میں نے معاملے کو جوں کا توں چھوڑ کر واپسی کی راہ پکڑ لی..... جونہی میں اپنی گلی میں داخل ہوا، میری نظر اپنے گھر کے سامنے کھڑی غاطب صاحب کی گاڑی پر پڑی..... بائیک سے اتر کر میں گاڑی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ غاطب اسرار دروازہ کھول کر باہر آئے۔

''میرا تو خیال تھا کہ تم گھر پر ہی ہو....'' گلے ملتے ہوئے وہ بولے۔

''سرکار! میں ادھر قریب ہی کچھ دوستوں کے پاس تھا، اسی لیے آنے میں ذرا دیر لگ گئی'' میں نے معذرت کی تو وہ ہنسنے لگے۔

''ارے دیر کہاں لگی۔ میں بھی ابھی ابھی پہنچا ہوں....گاڑی کھڑی کر کے میں تمھیں فون کرنے کے ارادے سے موبائل جیب سے نکال ہی رہا تھا کہ تم آ پہنچے....اچھا تو یہاں رہتے ہو'' انھوں نے فلیٹ کا جائزہ لیا۔

''بس سرکار گزارہ ہے....''

''نہیں تمھارے لیے یہ بہت ہے.....اللہ کا کرم ہے تم پر، شکر کیا کرو۔''

میں نے فلیٹ کا دروازہ کھولنے کے لیے جیب سے چابی نکالی تو غاطب صاحب کی آواز آئی ''میں تمھارے ساتھ ہی اندر داخل ہوں گا مگر وہ تصویر مجھے دیکھ نہیں سکے گی....خیال رکھنا کہ تمھاری حرکات وسکنات سے اس بات کا اظہار نہ ہو کہ تمھارے علاوہ کوئی اور بھی فلیٹ پر موجود ہے....اندر جا کے تم اس سے ایک دو باتیں کرنا میرے لیے اتنا ہی کافی ہے''

میں نے سر ہلاتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ غاطب صاحب زیر لب کچھ پڑھتے ہوئے میرے پیچھے اندر داخل ہوئے تو میں نے دروازہ لاک کر دیا....ناہید

کو میں نے مختصراً عرفان بھائی سے ہونے والی گفتگو کے بارے بتایا تو اس نے مجھے پریشان نہ ہونے کی تاکید کی۔

یہ ایک حیرتناک منظر تھا.... غاطب صاحب میرے ساتھ کھڑے ناہید کی باتیں سن رہے تھے اور ان کے ہونٹ ایسے ہل رہے تھے جیسے وہ کوئی ورد کر رہے ہیں .... تین چار منٹ میں نے ناہید سے ادھر ادھر کی باتیں کی۔ اس دوران غاطب صاحب اسے بڑے غور سے دیکھتے رہے، وہ کافی سنجیدہ لگ رہے تھے شاید ناہید کو دیکھتے ہوئے وہ کچھ اور بھی سوچ رہے تھے۔

''یہ آپ بار بار ادھر کیا دیکھ رہے ہیں؟'' ناہید کو گڑبڑ کا احساس ہوا۔ اس کے ساتھ ہی غاطب صاحب نے ناہید کو ششدر کر دیا، وہ یقیناً ابھی تک ان کی موجودگی سے بے خبر تھی۔

''یہ مجھے دیکھ رہا ہے ....'' انھوں نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ اپنے لب کھولے۔ ناہید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''آ.... آپ کون ہیں..؟'' اس نے پہلے گڑبڑا کر ان سے پوچھا پھر میری طرف دیکھا ''یہ.... یہ کون ہیں عامر...؟''

میں سوچ رہا تھا کہ غاطب صاحب خود ہی اس سوال کا جواب دیں گے مگر وہ خاموش رہے تو مجھے ناہید کو بتانا پڑا۔

''یہ وہی ہیں جن سے میں ملاقات کو گیا تھا.... میں نے تمھیں بتایا تھا نا کہ یہ تم سے ملنے آئیں گے''

''السلام علیکم ....'' اس نے گھبرا کر سلام کیا مگر غاطب صاحب خاموش

اسے دیکھتے رہے۔

''سرکار! یہ آپ کو سلام کہتی ہے ....'' میں نے مودبانہ گزارش کی۔

''اوہ .... وعلیکم السلام.... عامر! اب میں اس کے سامنے ظاہر ہو چکا ہوں اس لیے اس لڑکی کو نہ سن سکتا ہوں، نہ دیکھ سکتا ہوں مگر پوشیدہ رہ کر جو میں نے دیکھ لیا وہ میرے لیے کافی ہے''

انھوں نے ناہید کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ بالکل فکر نہ کرے۔انشاءاللہ وہ اس جن زادی کی قید سے آزاد ہو جائے گی اور عام انسانوں کی طرح زندگی بسر کر سکے گی....ان کے الفاظ ناہید کے لیے تریاق ثابت ہوئے اور اس کے چہرے پر طمانیت پھیل گئی۔

''سرکار کو میرا شکریہ پہنچا دینا عامر!۔اللہ نے ان کو میرے لیے وسیلہ بنا دیا ہے'' شدتِ جذبات سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

ناہید سے ملنے کے بعد وہ میرے ساتھ کمپیوٹر روم میں تشریف لائے۔

''سرکار! کیا لیں گے...چائے یا کافی....؟''

''نہیں نہیں... میں تم سے بہت ضروری بات کرنے آیا ہوں....وقت نہیں میرے پاس ،تم غور سے میری بات سنو'' انھوں نے سختی سے مجھے منع کیا۔ میں چپ چاپ ان کے سامنے آ بیٹھا۔

''میں نے لڑکی کو دیکھ لیا ہے۔اس کی آواز بھی سنی ہے اور اسے حرکت میں بھی دیکھا ہے....'' انھوں نے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز سے مجھے مخاطب کیا۔

''ایک بات تو ماننا پڑے گی کہ آج تک میری نظروں سے ایسا عجیب واقعہ

نہیں گزرا...........اس لڑکی کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے، بہت ہی مہلک وار کیا ہے اس خبیث جن زادی نے''

میں خاموش بیٹھا رہا۔

''خیر اب وقت ضائع کیے بغیر ہمیں اس کا تدارک کرنا چاہیے....لیکن ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اس میں بہت خطرہ ہے۔ میدان چھوڑ کر بھاگنے کی اجازت نہیں یا تو ابھی سے الگ ہو جاؤ اور تصویر میرے حوالے کر دو۔ میں خود اس قصے سے نمٹ لوں گا..'' انھوں نے مجھ پر آنکھیں گاڑ دیں۔

''نہیں سرکار! میں بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں....آپ بتائیے کہ کیا کرنا ہے؟''

''ہوں ...'' انھوں نے پسندیدگی سے مجھے دیکھا ''تمھاری لگن سچی ہے....بس ٹھیک ہے کل سے ہم اس جنگ کو اس کے عروج پر لے جائیں گے....سب سے پہلے تو ہم اس لڑکے کے باپ سے ملیں گے جس کے گھر میں وہ جن زادی رہتی ہے، اسے اعتماد میں لینا اشد ضروری ہے....ہمیں بے خبری میں اسے دبوچنا ہوگا ورنہ وہ جن زادی قیامت کھڑی کر دے گی.... مجھے اس کی طاقت کا بخوبی اندازہ ہے''

میری ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہریں سنسنانے لگیں۔ اب میں اس میدان جنگ کے قلب میں پہنچنے والا تھا۔

''سرکار! اجازت ہو تو ایک بات ذہن میں کھٹک رہی ہے....''

''ہاں پوچھو...'' انھوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔

’’آپ کے پاس اس قدر علم ہے تو پھر آپ اسے آسانی کے ساتھ قید کیوں نہیں کر لیتے ؟‘‘

’’دیکھو عامر میاں! بات یہ ہے کہ لعان قبیلے کا سراغ لگانا بہت ہی مشکل ہے اور اگر کوئی زیرک عامل خوش قسمتی سے لعان کا پتا لگا لے تو یہ ذہین جنات اسے ایسے ہوش ربا چکر میں ڈال دیتے ہیں کہ انھیں قابو کرنا تو درکنا جان بچانا مشکل ہو جاتی ہے .....اور اس لڑکی کے مسئلے میں بھی یہی گھمبیر تا ہے ...دیکھو! اس جن زادی نے ناہید کا روپ نہیں دھارا بلکہ اس کی روح کو تصویر میں قید کر ڈالا ہے۔ پس پردہ جس صحرا کا تم نے مراقبہ دیکھا ہے، اس صحرا کو صرف لعان قبیلہ ہی جانتا ہے۔اس ہولناک صحرا میں لعان ہزاروں لاکھوں سال سے اپنے دشمن انسانوں کی روحیں قید کرتے آئے ہیں۔ جنات میں ایک رواج تو بہت عام ہے کہ کسی بھی انسان میں گھس جاتے ہیں اور اس کی روح کے ساتھ رہتے ہیں.....مگر یہ لعان بے حد طاقت ور جنات ہیں ۔ یہ روح انسانی کو جسم سے نکال کر اسی بے کراں صحرا میں قید کر ڈالتے ہیں اور وجود انسانی پر ہمیشہ کے لیے بلا شرکت غیرے قابض ہو جاتے ہیں لیکن یہ ان کے مذہب میں حرام ہے۔کوئی بھی لعان اگر اس طاقت کا استعمال کرتا ہے تو اسے ہمیشہ کے لیے اپنی قوم سے جدا کر دیا جاتا ہے‘‘

’’کیوں..؟‘‘میں نے پوچھا....اب سمندر جوش میں آیا تھا تو پیاسا پانی کی طرف نہ لپکتا، یہ کیسے ہوسکتا تھا...غاطب صاحب بھی تو علم کا بحر بے کراں ہی تھے۔

’’دیکھو! اگر انسان اور جنات میں شریعت کی دیوار کھڑی نہ ہوتی تو یہ

دونوں ہمیشہ آپس میں دست وگریباں رہتے...کاتبِ ازل کی رضا اس میں نہیں بلکہ انسان کو جس کام کے لیے دنیا میں بھیجا گیا ہے، خدائے واحد اسی میں راضی تھا کہ اس آدم کا رخ اسی کام کی طرف رہے۔اسی واسطے جن اور آدم میں پردہ کیا گیا ہے.....اب جو بھی اس پردے کو توڑتا ہے اسے اپنے ہم جنسوں سے جدائی اختیار کرنا پڑتی ہے۔کسی بھی عامل کو دیکھ لو، جو بھی موکلات و جنات یا پوشیدہ مخلوقات کو زیرِ تصرف رکھتا ہے اس کی زندگی ہمیشہ پراسرار رہتی ہے ایسے لوگ ہمیشہ الگ تھلگ نظر آتے ہیں .... عامر میاں ! یہ سودا بہت مہنگا ہے.....'' وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

''سرکار! یہ جنات انسانی جسم میں کیسے گھس جاتے ہیں'' میں نے پھر جھولی پھیلا دی۔

''اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جن تین عظیم مخلوقات کا ذکر بیان کیا ہے وہ فرشتہ، انسان اور جن ہیں۔فرشتے کی سرشت یقین سے اٹھائی گئی ہے ان میں شہوت موجود نہ ہے اور گمان مغلوب ہے، صرف اور صرف یقین غالب ہے، اپنے رب کا یقین........جنات میں گمان غالب ہے، وہم کی طاقت رب ذوالجلال نے اس مخلوق کو عطا کی ہے۔وہم کے بعد ان میں غضب غالب آجاتا ہے جسے ہم لوگ طیش یا غصہ کہتے ہیں اور عقل مغلوب ہے۔یہ اتنے دانا ہو ہی نہیں سکتے جتنا آدم ہے اور صرف یہی وجہ ہے کہ آدم انھیں اپنا تابع کرنے کی طاقت رکھتا ہے ...... انسان...اشرف المخلوقات، اللہ کی سب سے حسین تخلیق، زمین پر اس کا نائب....یہ پارہ صفت شے اپنے اندر وہم، گمان، یقین، غضب اور شہوت نیز نفس رکھتی ہے۔یہ

تمام کیفیات اپنے زوروں پر اس کے سینے میں چھپی رہتی ہیں۔ان میں سے کوئی سرشت غالب ہوتی ہے نہ ہی مغلوب،انسان تو کشتہ ہے ان سب کا۔یہ جس طرف کو اپنا رخ موڑنا چاہے موڑ سکتا ہے۔نفس غالب آ جائے تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے،یقین غالب آئے تو خاتم النبینؐ کا درجہ عطا ہوتا ہے۔غضب کو بلند کرے تو قتال کرتا ہے،حق مارتا پھرتا ہے اپنے ہم جنسوں کا اور اگر گمان غالب آ جائے تو جنات کی صفات سلب کر کے خود میں سموتا ہے اسی لیے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔اس کی عقل سے تمام جہان ششدر ہیں،کیا کیا ہنگامے اس نے کھڑے کر رکھے ہیں اس جہان میں....سبحان اللہ...'' غاطب صاحب پر جذب کی کیفیت طاری تھی۔

''باقی رہی بات جنات کے انسانی جسم پر تصرف حاصل کرنے کی تو سیدھی سی بات ہے یہ مخلوق صرف اور صرف گمان غالب ہونے کی وجہ سے ایسے محیر العقول کام کرتی ہے....جن کو صرف خیال کی ضرورت پڑتی ہے۔یہ اگر پلک جھپکنے میں ایک جگہ سے ہزاروں میل دور پہنچنا چاہے تو صرف خیال کرتا ہے اور وہ خیال اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ جہاں یہ جانا چاہتا ہے پلک جھپکنے میں جا پہنچتا ہے۔انسانی جسم میں یہ پسینے خارج کرنے والے مساموں کے ذریعے گھستے ہیں''

میں حیرت سے بت بنا سنتا جا رہا تھا کہ اچانک انھوں نے گھڑی کی طرف دیکھا اور چونکے۔

''وقت بہت ہو گیا... مجھے چلنا چاہیے....صبح تم دس بجے میرے پاس پہنچ جانا وہاں سے ہم اس لڑکے کے باپ سے ملنے چلیں گے....اللہ نے چاہا تو دو دن

میں اس سارے کھیل کا انجام ہو جائے گا''

''جی سرکار! میں پہنچ جاؤں گا''

غاطب اسرار کو رخصت کر کے میں اندر آیا تو ناہید نے مجھ سے اس گفتگو کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اسے صرف تفصیلاً کل کے پروگرام سے آگاہ کر دیا۔

''انکل تو بہت پریشان ہو جائیں گے یہ سب کچھ جان کر'' اس نے فکر مندی سے سوچتے ہوئے کہا۔

''نہیں، ہم لوگ انھیں اپنے اعتماد میں لے لیں گے..... میرا خیال ہے میں اب فٹافٹ لیٹ جاؤں۔ یہ نہ ہو کہ صبح دیر ہو جائے''

''ہاں، بالکل ٹھیک ہے آپ سو جائیں'' ناہید نے بھی مجھ سے اتفاق کیا۔

میں آ کر بستر پر لیٹا تو ذہن میں غاطب صاحب کی باتیں گونج رہی تھیں.... یہ دنیا کس قدر گنجلک نظام سے بنائی گئی ہے....اسے سمجھنا انسانی ذہن سے باہر ہے تو میرے بس میں کیسے ہوتا....بس سوچتے سوچتے نیند نے آلیا۔ صبح دس بجے میں غاطب صاحب کے عالیشان گھر کے سامنے موجود تھا۔

آج تو چوکیدار کا لہجہ ہی بدلا ہوا تھا۔ اس نے مجھے باادب ہو کر سلام کیا اور کہنے لگا ''سرکار آپ کا ہی انتظار کر رہے ہیں....دو بار پوچھ چکے ہیں آپ کا''

میں مسکرا دیا.....اگر ناہید میرے لیے اہم تھی تو لعان غاطب صاحب کے لیے سرمایہ حیات سے کم نہ تھا....ان کی بے چینی فطری تھی......ساڑھے گیارہ بجے ہم دونوں راحیل کے والد کے سامنے بیٹھے تھے۔ دعا سلام کے بعد میں نے غاطب اسرار کا تعارف ان سے کروایا۔

''غفور صاحب ان سے ملیے ... یہ غاطب اسرار ہیں اور راحیل کے سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتے ہیں''

غفور صاحب کے چہرے پر الجھن تیر رہی تھی۔

''جی فرمایئے غاطب صاحب!'' انھوں نے چائے کا کہہ کر غاطب صاحب کو مخاطب کیا۔

سرکار نے گہری سانس لی اور میری طرف دیکھا..... پھر انھوں نے شروع سے آخر تک تمام قصہ غفور صاحب کے گوش گزار کر دیا۔

''اب کرنا یہ ہے کہ اس بچی کو تصویر کی قید سے آزاد کروانا ہے اور اس جن زادی سے جو ناہید کے جسم میں آپ کے گھر رہ رہی ہے، ناہید کا جسم واپس لینا ہے تا کہ وہ مظلوم لڑکی بھی اپنی زندگی سکون سے گزار سکے''

غفور صاحب کے تو ہوش اڑ گئے۔ وہ حواس باختہ ہو کر کھڑے ہو گئے'' یہ کیا بکواس ہے، میں تو سمجھتا تھا کہ تم معزز آدمی ہو، میرے مرحوم بیٹے کے پرستار ہو اس لیے عزت سے پیش آیا..... مگر تمھارے دل میں تو میرے بیٹے کی عزت پر ڈاکا ڈالنے کا گھناؤنا ارادہ چھپا ہوا ہے اور مسٹر غاطب! کان کھول کر سن لیجیے میں ان خرافات پر یقین نہیں رکھتا..... ناہید میری بیٹی جیسی ہے۔ اس کی ذہنی حالت صدمے سے بگڑ چکی ہے مگر میں مرتے دم تک اسے اپنی بیٹی کی طرح حفاظت سے رکھوں گا۔ نجانے تم کون لوگ ہو اور کیا ارادہ لے کر مجھے یہ کہانی گھڑ کر سنا رہے ہو فوراً یہاں سے نکل جاؤ ورنہ میں ابھی پولیس کو بلا لوں گا۔ میں شریف آدمی ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بزدل یا بیوقوف ہوں...... اچھی طرح تم جیسے

نوسر بازوں کے ہتھکنڈوں کو سمجھتا ہوں ....نکل جاؤ یہاں سے‘‘ غصے کے مارے غفور صاحب کی آواز کانپنے لگی۔

’’غفور صاحب! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ بات دراصل .....‘‘ میں نے انھیں سمجھانے کی کوشش کی ہی تھی کہ غاطب صاحب نے سرد آواز سے مجھے روک دیا۔

’’عامر! تم بیٹھ جاؤ...اسے میں سمجھا تا ہوں ......ٹھیک ہے غفور صاحب ہم چلے جاتے ہیں لیکن جاتے جاتے آپ کو سمجھا کر جائیں گے‘‘ پھر اچانک وہ کرسی سے اٹھے اور زور زور سے کسی آیت کی تلاوت کرتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھے۔

’’آؤ....اندر آجاؤ....تمھارے باپ کو ہماری بات کی سمجھ نہیں آرہی شاید تمھارے کہنے سے اس کی عقل میں بات آجائے‘‘ دروازہ کھول کر انھوں نے کسی کو اندر آنے کا کہا اور ایک خوبرو جوان سفید قبا پہنے اندر داخل ہوا۔

’’راحیل....بیٹا تم !!‘‘ غفور صاحب دیوانوں کی طرح اٹھے اور راحیل کو بھینچ کر سینے سے لگالیا۔

’’بیٹا! تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے یہ بھی نہ سوچا کہ تمھارے پیچھے رہ جانے والوں کا کیا ہوگا‘‘ وہ زاروقطار رو رہے تھے۔ غاطب صاحب بڑے سکون سے انھیں دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

تو یہ تھا راحیل .....میں نے حیرانی سے اسے دیکھا ....وہ بے حد وجیہہ تھا۔ اتنا خوبصورت مرد شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ ناہید کو اگر اس سے اتنی محبت

تھی تو بلا وجہ نہ تھی ۔ وہ اسی قابل تھا کہ اسے دیوانہ وار چاہا جائے ... میں بھی راحیل کو دیکھ کر ششدر تھا.... غاطب صاحب نے نجانے اس کی روح کو کیسے حاضر کیا تھا۔

''ابو! میں بہت جلدی میں ہوں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں، آپ میری فکر مت کیجیے۔ میں جہاں بھی ہوں بہت خوش ہوں ..... یہ لوگ جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔ ناہید بہت مصیبت میں ہے ابو اور جو ہمارے گھر میں ہے وہ انسان نہیں، جن زادی ہے، خدارا ان کی بات مان لیجیے۔ یہ ناہید کی مدد کرنا چاہتے ہیں'' اپنے باپ کو تسلی دیتے ہوئے وہ بولا پھر اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرایا۔ میں اس کی جانب بت بنا دیکھ رہا تھا۔

اس نے بس ایک نظر ڈالی ۔ اس ایک نظر میں اس نے مجھے ناہید کو سونپ دیا..... عامر! اس کا خیال رکھنا، اب وہ تمھاری ہے ...... وہ صرف مسکرا رہا تھا مگر میرے وجود میں اس کے الفاظ گونج اٹھے ۔ یہ دل کی دل سے بات تھی جس کے لیے زبان کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، میں نے سر ہلا دیا۔

''ابو! میں چلتا ہوں .....'' اس نے باپ کو بمشکل خود سے علیحدہ کرتے ہوئے سمجھایا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

غفور صاحب بچوں کی طرح بلک کر رونے لگے ۔ غاطب صاحب انھیں گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''جی غفور صاحب! اب بتایئے اگر آپ کہتے ہیں تو ہم چلے جاتے ہیں کیوں کہ ہوسکتا ہے آپ راحیل کی روح سے ملاقات کو بھی خرافات ہی سمجھ رہے ہوں''

''معافی چاہتا ہوں جناب!. میں عام سا بندہ ہوں، مجھے ان باتوں کی سمجھ نہیں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی مجھے راحیل سے یوں ملا دے گا، میں تو آپ کا غلام ہو گیا ہوں، کہیے، حکم دیجیے، کیا کرنا ہے؟'' غفور صاحب نے آنسو پونچھتے ہوئے غاطب صاحب سے معذرت کی۔ ان کی کایا پلٹ چکی تھی۔

''غفور صاحب! کل ہم آپ کے گھر آئیں گے۔ ہمارے ساتھ ناہید کی تصویر بھی ہوگی، انشاءاللہ کل فیصلے کا دن ہوگا'' انھوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ غاطب صاحب اس قدر جلد فیصلہ کر لیں گے....اس کا مطلب تھا کہ آج ناہید کی میرے گھر میں یہ آخری رات تھی۔ کل نجانے کیا ہونے والا تھا۔

''آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ یہ تعویذ پانی میں گھول کر اسے پلانا ہے لیکن خیال رہے کہ اگر اسے شک ہو گیا تو آپ کی جان بھی جا سکتی ہے'' انھوں نے غفور صاحب کو بتایا۔

''وہ صرف راحیل کی ماں کے ہاتھ سے ہی کچھ لے کر کھاتی ہے باقی تو کوئی اس کے پاس بھی نہیں جا سکتا''

''ہوں....تو ٹھیک ہے....ایسے بھی ٹھیک ہے۔ آپ راحیل کی والدہ کو اعتماد میں لیں۔ یہ کام انھیں ہر حال میں کرنا ہوگا....اس تعویذ آمیز پانی کو پیتے ہی وہ حالت سکر میں چلی جائے گی۔ بس وہی ہمارے آنے کا وقت ہوگا اور یاد رہے کہ یہ کام ظہر کی اذان سے پہلے ہونا چاہیے۔ امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے''

''ٹھیک ہے .... میں یہ تعویذ کسی نہ کسی طریقے سے راحیل کی والدہ کے

ذریعے اسے پلوادوں گا'' غفور صاحب نے حامی بھرلی۔

''غاطب صاحب! ایک بات بتایئے'' غفور صاحب نے عینک صاف کرتے ہوئے پوچھا ''میں آپ سے واقعی بہت شرمندہ ہوں..ہمارے گھر میں جنات رہتے ہیں،اس بات کا شک میری بیوی کو تھا۔اس نے بارہا مجھ سے کہا کہ گھر میں سایہ ہے،کسی عامل سے مل کر کچھ کرو مگر میں نے کبھی اس کی بات کا یقین نہیں کیا۔ ہمیشہ اس موضوع کو مذاق میں ٹالتا رہا.... مجھے جنات پر یقین نہ تھا لیکن کسی پر یقین ہونے یا نہ ہونے سے دشمنی کا کیا تعلق ....اس نے میرا بیٹا مار ڈالا کیا صرف اس لیے کہ وہ راحیل سے پیار کرتی تھی .... یہ سب کیوں ہوا، ہمارے ساتھ ہی کیوں ہوا.....میں نے تو ان پر کبھی یقین نہیں کیا، نہ ہمارے گھر کے کسی آدمی ہی نے انھیں کوئی تکلیف دی پھر یہ سب کیوں ہوا.....ہم تو پولیس تھانے بھی نہیں جا سکتے ،کون اسے پکڑے کہ جنات پر انسانوں کے قانون بھی لاگو نہیں ہوتے ....معاف کیجیے گا آپ آئے ہیں اسے اپنے قابو میں کرنے، یہ عامر صاحب آئے ہیں ناہید کو تصویر کی قید سے نکلوانے ....آپ دونوں کا اردہ نیک ہے۔میری پوری ہمدردی ناہید بیٹی کے ساتھ ہے آخر وہ میرے بیٹے کی امانت تھی مگر مجھے یہ بتائیں کہ ہمارا بیٹا مارا گیا....آخر کیوں....؟''

غاطب صاحب نے گہرا سانس لیا اور بولے۔

''غفور صاحب !اسے اللہ کی رضا کہتے ہیں ....آپ نے اپنے بیٹے سے ابھی ملاقات کی، وہ خوش نظر آتا تھا،مطمئن تھا....غفور صاحب! آپ کے بیٹے کا اس میں کوئی کمال نہیں ۔ وہ ہرگز ایسے اعمال نہ رکھتا تھا کہ اسے بخش دیا

جائے، ہاں مگر یہ کہ وہ ظلم کا شکار ہوا....اس کی موت بالکل طبعی تھی غفور صاحب! اس جن زادی نے آپ کے بیٹے کو نہیں مارا....وہ مار ہی کیسے سکتی تھی....راحیل کی خاطر اس نے اپنی قوم چھوڑی، ناہید کو تصویر میں قید کر ڈالا....وہ تو راحیل کو مارنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی....راحیل کی موت اس جن زادی کی سزا کے طور پر ہوئی اور یہ سزا اسے دو باتوں، دو گناہوں کی وجہ سے ملی تھی۔ایک اس نے اپنی قوم سے ناتا توڑا اور دوسرا ناہید کے ساتھ اتنا بھیانک ظلم کیا اور اس ظلم کا بدلہ اسے راحیل کی موت کی صورت ملا....آپ کا بیٹا اگر نہ مرتا تو بہت کچھ غلط ہو جاتا، یہ قدرت کے سربستہ راز ہیں لیکن راحیل کی اچانک موت نے اسے جنت دلا دی....آپ کا بیٹا پریشان نہیں غفور صاحب! تو آپ کیوں بوکھلائے پھرتے ہیں‘‘ غفور صاحب نے اٹھ کر غاطب صاحب کا ہاتھ چوم لیا۔

’’میں کیسے آپ کا شکریہ ادا کروں، الفاظ نہیں میرے پاس....آج آپ نے میری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا ہے........عامر بیٹا! معاف کرنا۔ میں نے بلاوجہ تمھاری دل آزاری کی‘‘ انھوں نے میرے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

’’ارے انکل! یہ آپ کیا کر رہے ہیں‘‘ میں گھبرا گیا’’کوئی دل آزاری نہیں ہوئی، میں آپ کے جذبات کو سمجھ سکتا ہوں‘‘

’’بیٹا!....تم ناہید کی خاطر یہ سب کر رہے ہو۔وہ بھی تو میری بیٹی جیسی ہے، تم تو ہمارے اپنے ہو۔اللہ تمھیں خوش رکھے بیٹا!‘‘

ہم لوگ غفور صاحب کے دفتر سے نکلے تو میں نے غاطب صاحب پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

''سرکار! یہ راحیل کی روح کا ظہور تو زبردست تھا۔ آپ یہ سب کیسے کر گئے حالانکہ میں اور آپ دونوں راحیل سے کبھی نہ ملے تھے...پھر کیسے...؟''

''دیکھو میاں! میرے پاس غیر ضروری معاملات میں الجھنے کا وقت نہیں ہوتا۔ ساری بات غفور صاحب کو بتا کر بھی ہم ان کے کوسنے سنیں.... یہ کیسے ہوسکتا ہے....سو میں نے سوچا اب کون اپنا دماغ غفور صاحب کو قائل کرنے میں کھپاتا پھرے، سیدھی ملاقات ہی کرادو دونوں باپ بیٹے کی۔ اور راحیل کو دیکھنے کی کیا ضرورت تھی، میرے سامنے اس کا باپ بیٹھا تھا جس نے ساری عمر راحیل کو اپنے سامنے بڑے ہوتے دیکھا بس اس کے دل سے ہم نے راحیل کا عکس دیکھ کر بلا لیا اسے....اب کیسے بلایا۔ اس سے آپ جناب کا کیا لینا دینا ہے''

''وہ تو میں یونہی پوچھ رہا تھا...لینا دینا تو واقعی کوئی نہیں'' میں کھسیا سا گیا۔

''اچھا سرکار! یہ ناہید کو اس جن زادی کے سامنے لانا ضروری ہے کیا...'' میں نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

''ہاں ضروری اس لیے ہے کہ میں اس جن زادی کو زیادہ دیر تک قابو نہیں رکھنا چاہتا۔ کہیں یہ نہ ہو کہ وہ حالتِ جنون میں ناہید کے جسم کو کوئی نقصان پہنچا دے یا فرض کرو کہ اگر اسے احساس ہو گیا کہ وہ اب بچ نہیں سکتی۔ ایسی صورت میں وہ ناہید کا جسم چھوڑ کر ہوا میں تحلیل ہوسکتی ہے۔ ہوا میں تحلیل ہونے سے اس کی تو موت ہو گی ہی، ساتھ ہی ساتھ ناہید کا جسم، جس سے وہ نکلے گی وہ بھی مر جائے گا، صرف ایک لاش کی صورت رہ جائے گا۔ ایسی صورت میں ہم ناہید کو تصویر سے کبھی باہر نہ نکال سکیں گے...''

''میرے اللہ.....خیر کرنا...'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''کل میں تمھارے گھر گیارہ بجے کے بعد آؤں گا۔تصویر کو تم مت اتارنا اسے میں خود آ کر اتاروں گا'' غاطب صاحب نے گاڑی میرے گھر کے سامنے روکتے ہوئے کہا۔

''سرکار! کل سب ٹھیک ہو جائے گا نا'' میں نے اپنے مسیحا کی طرف دیکھا۔

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا....جس قدر تم پریشان ہو اتنا ہی میں بھی ہوں۔ یہ جن زادی ہاتھ سے نکل گئی تو ناہید بھی ہمیشہ قید میں رہے گی اور ہم دونوں بھی ہاتھ ملتے رہ جائیں گے....ایسا موقع پھر میری زندگی میں جانے کب آئے....خیر جو بھی ہو گا بہتر ہی ہو گا۔ہم یہی امید کر سکتے ہیں...'' پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے ''صرف امید کا ایک رستہ سجھائی دیتا ہے''

''وہ کیا....'' میں نے بے صبری سے پوچھا۔

''وہ یہ کہ جن زادی نے ناہید کے جسم پر قبضہ کر رکھا ہے یہ بات ہمارے حق میں جاتی ہے'' انھوں نے پر خیال نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا

''سرکار! ہمارے حق میں....مگر کیسے....؟''

''دیکھو عامر! حالات کچھ ایسے بن گئے تھے کہ ناہید راحیل کی زندگی میں آ گئی اور اس جن زادی کے رستے میں.....اگر وہ ناہید کا روپ دھار لیتی تو بہت جلد پکڑی جاتی کیوں کہ ایسی صورت میں اصل ناہید اس کا بھانڈا پھوڑ دیتی.... منصوبہ تو اس نے بے حد شاندار بنایا تھا، داد دینا پڑتی ہے....ناہید کے جسم پر قبضہ اور ناہید کو راحیل سے تصویر بنوا کر اس میں قید کر دینا....ذرا سوچو....اب کل

ہماری اس سے جنگ ہوگی مگر اس کی صورتحال یہ ہے کہ اپنے پرائے سب اس کو چھوڑ کر جا چکے ہیں جس کے لیے اس نے یہ سب کیا تھا وہ تو مر گیا۔ اب اس قدر طاقتور جن زادی صرف اور صرف ناہید کے جسم کے سہارے زندہ ہے۔ ہمارا دشمن کافی کمزور نظر آتا ہے....''

''سرکار! وہ تو سب درست ہے مگر آپ اسے ناہید کے جسم سے باہر کیسے نکالیں گے'' میں نے وہ سوال پوچھ ہی لیا جو دودن سے میرے دماغ میں کلبلا رہا تھا۔

''اسی لیے تو تصویر ساتھ لے کر جا رہے ہیں اب یہ تو کل ہی فیصلہ ہوگا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے''

''ٹھیک ہے سرکار!....کل میں آپ کا انتظار کروں گا'' میں سر جھٹک کر گاڑی سے اتر آیا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی میں کاؤچ پر ڈھے سا گیا۔ جسم میں عجیب سی تھکن کا احساس تھا۔ جانے کتنی دیر میں آنکھیں موندے یونہی ڈھیر کی صورت پڑا رہا.....میں جانتا تھا کہ ناہید مجھے دیکھ رہی ہے۔ ظاہر ہے وہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے عامر!'' ناہید کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''آں.... ہاں میں ٹھیک ہوں.....'' میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

وہ پوچھنا چاہتی تھی مگر شاید میری صورت دیکھ کر اسے ہمت نہیں ہو رہی تھی....بس ٹکر ٹکر مجھے تکے جا رہی تھی۔

''ناہید! کل تم آزاد ہو جاؤ گی'' میں نے جیسے خوشی کے پھولوں کا گل دستہ

اس کی طرف اچھال دیا۔

''سچ.....'' اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

''راحیل مجھے دیکھ کر کتنا خوش ہو گا۔ اسے تو یقین ہی نہیں آئے گا جب میں سب کچھ اسے بتاؤں گی....وہ اور انکل تو ان باتوں پر یقین ہی نہیں کرتے تھے''

''ہونہہ....انکل اور راحیل دونوں اب ان باتوں پر کتنا یقین رکھتے ہیں.... میں جانتا ہوں'' میں نے سوچا کہ اسے بتا دوں پھر میں چپ ہو گیا۔

''آپ اتنے چپ چپ کیوں ہیں؟''اس نے میری آنکھوں میں شاید دکھ کے بڑھتے سائے دیکھ لیے۔

''میں کہاں چپ ہوں.....اتنا تو بول رہا ہوں...'' میں نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

''کیا بات ہے عامر!.....کیا مجھے نہیں بتائیں گے...؟''

''کل سب ٹھیک ہو جائے گا، تم آزاد ہو جاؤ گی ناہید!...کل میرے گھر سے تمھاری تصویر اتر جائے گی....بس یہی سوچ رہا ہوں کہ اب اتنی باتیں کس سے ہوا کریں گی۔ تم میرے گھر کی ایک فرد بن چکی ہو۔ تمھارے بعد میں پھر سے اکیلا ہو جاؤں گا'' میری آواز آنکھوں سے آنسو بن کر بہنے لگی تو ناہید تڑپ اٹھی۔

''عامر! میں کیا کروں آپ کے لیے....پلیز مت روئیں ایسے....ہم ملتے رہیں گے۔ میں کبھی آپ کو تنہا نہیں ہونے دوں گی۔ خدا کے لیے چپ ہو جائیں''

''ناہید! تم جانتی ہو مجھے تم سے محبت ہے، تمھیں معلوم ہے میں تمھارے سوا جی نہ پاؤں گا....تم سے بہتر کون جانتا ہے کہ مجھے کس کی جستجو نے دیوانہ بنا رکھا

ہے'' ناہید روتے روتے اچانک خاموش ہوگئی۔اب اس کی آنکھوں میں دیئے جل اٹھے تھے۔

''عامر! سنیں....آج میں بتاتی ہوں کہ میں کس کرب میں گرفتار ہوں''

''مجھے تمھارے کرب کا بخوبی احساس ہے'' میں نے سر اٹھایا۔

''نہیں آپ کو جس کرب کا اندازہ ہوا ہے یہ دکھ اس سے بھی سوا ہے.... آج میں بتاتی ہوں کہ صرف آپ کی وجہ سے مجھے کتنا درد سہنا پڑا ہے''

''میری وجہ سے....'' میرا دل پھٹنے لگا۔

''ہاں عامر!....آپ نے مجھے سہارا دیا۔ مجھے موت کی وادی میں رہتے ہوئے جینے کا حوصلہ دیا....آپ نے میری خاطر دنیا تج دی...میں آپ سے پیار کیسے نہ کرتی .... یہ کیسے ہوسکتا تھا....نہیں عامر! آپ سمجھ نہیں پائے کہ آپ سے پہلے مجھے آپ سے محبت ہوگئی تھی۔ایک آپ کی صورت ہی تو تھی جسے دیکھ کر میں جی رہی تھی پھر آپ نے مجھے باہر نکالنے کا ذمہ لیا....عامر! اگر آپ اب بھی مجھے باہر نکالنے کا ارادہ ترک کردیں تو میں تمام عمر آپ سے محبت کروں گی کیوں کہ پھر مجھے راحیل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا....میں اس قید سے چھٹکارا چاہتی ہوں.... مگر ذرا سوچیے عامر!....تصویر سے باہر نکلتے ہی میں کیا ہوں.....میں راحیل کی بیوی ہوں....میں کیسے اس کے سامنے آپ کا ہاتھ تھام سکوں گی... بولیے، میری بات کا جواب دیجیے.....خدارا! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم دونوں ہمیشہ ساتھ رہیں تو مجھے اسی قید میں رہنے دیں'' پھر اس نے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا

''یہ کہانی بہت عجیب ہے.....دنیا میں کبھی اتنا ہوش ربا واقعہ پیش نہ آیا ہوگا۔

ہر کردار اپنے ساتھ عجائبات لیے ہوئے ہے.....اب اگر میں آپ کے ساتھ ایسے ہی تصویر میں رہ کر زندگی گزار دوں تو پھر بھی آپ کو آپ کا حق نہ دے پاؤں گی۔ آپ کی زندگی برباد ہو جائے گی، کب تک اکیلے صرف ایک تصویر کے ساتھ جئیں گے .....اور اگر میں تصویر سے نکل آئی تو راحیل میرا مالک بن چکا ہوگا۔ پھر ہم دونوں جدا ہو جائیں گے.... میں جانتی ہوں کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر جی نہ پائے گا، میں کیا کروں عامر!.... مجھے بتاؤ میں کیا کروں.... ہاں ہے... مجھے آپ سے محبت ہے'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کلجگ ختم ہو گیا......اب بارش برسا کریں گی، پھر سے ہوائیں چلیں گی....کوئی زور زور سے اعلان کرتا ہوا گزر گیا.....پھر یوں ہوا کہ مرا ہوا شہر جی اٹھا۔ گلیاں لوگوں سے بھر گئیں۔ اب کوئی باغ ویران نہ رہا اور پرندے واپس لوٹے۔ کاتب تقدیر نے بازی میرے نام کر دی تھی....ناہید اب تمھاری ہے، اسے سنبھال کر رکھنا.... مجھے راحیل کی مسکراہٹ یاد آئی.....وہ جانتا تھا کیوں کہ وہ مر چکا تھا۔ میں جی رہا تھا اس لیے ان جان تھا.....ہم سب جب تلک جیتے ہیں ان جان ہوتے ہیں شاید مرتے سمے سب کچھ جان جاتے ہیں، تب جان لینے کا فائدہ نہیں اسی لیے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے....میں ناچتے دل کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے اندر جیسے عید کا سماں تھا.....آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میں اس مژدہ جاں فزاء کے سامنے جا ٹھہرا....راجا اور پنڈت کی جیسے سانسیں رک گئیں....وقت نے آگے کو دوڑتے ہوئے پلٹ کے مجھ سوختہ جاں کی طرف دیکھا اور مسکرا کے ٹھہر گیا....آج تو وقت بھی مہربان ہو گیا....میں اس کے

سامنے جا کھڑا ہوا۔

''ناہید! تمھیں مجھ سے محبت ہے'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے پوچھا۔اس نے جھکی ہوئی پلکیں اٹھائیں.....اور پھر جھکا لیں۔

''او تیری خیر.....'' راجا نے زمین لرزا دینے والا مستانہ نعرہ لگایا اور پنڈت کی طرف دوڑا.... ہاں ہو گئی تھی.....اندر کی دنیا میں یہ واقعہ کوئی معمولی حیثیت والا نہ تھا، اس لیے جشن بپا ہو گیا۔

''مجھ سے شادی کرو گی؟'' میں نے کہا تو ایک عالم کے ناممکنات اس کی آنکھوں میں اتر آئے۔

''کیسے.....عامر! جب مجھے میرا جسم ملے گا تو میری شادی ہوئے دو سال ہو چکے ہوں گے.....آپ تو سب جانتے ہیں''

''مجھ سے شادی کرو گی؟'' میں نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کر کے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔

''کروں گی.....ضرور کروں گی....'' لاوا ایک دم بہہ نکلا۔وہ پھٹ پڑی۔ ''ہر شے جانتے بوجھتے بھی آپ مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں، تو ٹھیک ہے کروں گی شادی.....مگر راحیل کا کیا ہوگا....میں کیسے اس کا سامنے کروں گی؟''

''راحیل مر چکا ہے ناہید!'' میں نے آخری پتا اس کے سامنے پھینک دیا....مجھے مات ہوئی ہے یا بازی میرے ہاتھ لگی ہے، آج مجھے جان لینے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا....جو ہونا ہے ہو جائے....ناہید مرتی ہے مر جائے....راحیل کی موت کا سن کر اگر وہ مر گئی تو کم از کم میں یہ تو جان کر مروں گا کہ وہ مجھ سے جھوٹ

بول رہی تھی کہ اسے مجھ سے پیار ہو گیا ہے...مرتے ہیں تو سب مریں، میری بلا سے....میں صرف یہ جانتا تھا کہ آج آخری رات ہے۔آخری رات ہو یا پہلی ضبط کے بندھن لازماً ٹوٹا کرتے ہیں۔میرے بھی ٹوٹ گئے تو کیا ہے۔

''راحیل......'' اس کے ہونٹوں سے سسکاری سی نکلی اور آنکھیں ایک بار پھر جل تھل ہو گئیں۔اس کی آنکھوں میں دکھ تھا، افسوس تھا، حیرانی تھی سب ہی کچھ تھا مگر وہ نہ تھا جس کو دیکھنے سے میں ڈر رہا تھا....کتنے ہی لمحے خاموشی سے بیت گئے۔ہم دونوں ہی اپنی اپنی جگہ خاموش تھے لیکن خاموشی کی بھی ایک زبان ہوتی ہے....میں اس کا اضطراب سمجھ رہا تھا....راحیل اس کی پہلی محبت تھا اور پہلی محبت سے بچھڑنے کا کرب کیا ہوتا ہے اس کا اندازہ میں بخوبی لگا سکتا تھا کیوں کہ کچھ دن پہلے میں بھی اس کرب سے گزر چکا تھا۔

''ناہید!....راحیل کی موت کا مجھے بھی دکھ ہے لیکن خدا کی رضا کے آگے ہم بے بس ہیں'' میں نے اس کی ڈھارس بندھانی چاہی۔

''اس جن زادی نے آخر میرے راحیل کو مار ہی ڈالا'' اس نے یوں غائب دماغی کے عالم میں کہا جیسے میری بات سنی ہی نہ ہو۔

''نہیں ناہید!...اس نے راحیل کو نہیں مارا بلکہ.....'' میں نے مختصر لفظوں میں اسے سب کچھ بتا دیا۔

''لیکن عامر! اگر وہ جن زادی ہمارے راستے میں نہ آتی تو کیا تب بھی راحیل ہمیں چھوڑ کر یونہی چلا جاتا'' وہ ابھی تک اس شاک کی کیفیت سے پوری طرح باہر نہیں آسکی تھی اس لیے اس طرح کی باتیں کر رہی تھی لیکن میرے پاس

اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ ویسے بھی اس وقت وہ جس ذہنی کیفیت سے گزر رہی تھی، اس میں کوئی بھی دلاسہ یا تسلی کا حرف اسے اس کیفیت سے نہیں نکال سکتا تھا۔ یہ سب تو وقت کے ہاتھ میں تھا............اس لیے میں خاموشی سے اٹھ کر کمپیوٹر روم میں آ گیا۔

دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ ایک طرف ناہید کے اقرار نے دل میں ہلچل مچا رکھی تھی تو دوسری طرف اس کے کرب کا احساس اس خوشی میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا.....لیکن آج مراقبہ بھی ضروری تھا.....میں نے آسن لگا لیا....لیکن اس دوہری کیفیت میں دھیان قائم نہیں ہو پا رہا تھا....... بڑی مشکل سے ارتکاز حاصل ہوا.....آنکھ کھلی تو حیرانی کے مارے ایسا لگا کہ دماغ سن ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ من کی دنیا کے ہیر پھیر بھی نرالے تھے....... پل پل روپ بدلنے والی دنیا.....میں معزول راجا کے دربار میں کھڑا تھا۔ سامنے تخت پر معزول راجا نئے حکمران دل کے صوفی کے ساتھ کندھے سے کندھا ملائے بیٹھا تھا۔

''ہیں یہ کیا.....نفس اور دل ایک ساتھ.....یہ کیسے ہو گیا بھئی...؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

پنڈت نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

''ان دونوں نے آپس میں گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ اب حکومت آدھی آدھی ہے۔ ان دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر گزارہ نہیں''

''اور پنڈت جی تم؟'' میں نے مسکرا کر پنڈت کو دیکھا۔

''تم تو جانتے ہی ہو، میری ان سے بنتی نہیں، بس ان سے کہہ دو کہ مجھے

مت ستائیں....خود جو جی میں آئے کریں، میں ان کے بغیر ہی اچھا ہوں''

راجا یوں تو دل سے باتیں کر رہا تھا مگر اس کے کان ہم دونوں کی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔ پنڈت کی بات سنتے ہی وہ اپنی توند سنبھالتا ہوا ہماری طرف بڑھا۔

''یار پنڈتا!....تو بڑا بے وفا ہے....اوئے ہمارے بغیر تو کیسے خوش رہ سکتا ہے۔ تجھے جب تک دن میں تین بار میری طرف سے فحش گالیوں کی خوراک نہ ملے تجھے چین ہی نہیں آ سکتا''

میں بھی خوش تھا اس لیے سوچا چلو آج شغل ہی کر لیں تھوڑا سا....کل تو نجانے کیا ہونا ہے....''یار راجا جی!....ایک بات پوچھوں....''

''ہاں ہاں پوچھو.....شوق سے پوچھو....''

''یہ تم پنڈت کو گالیاں مذاق میں دیتے ہو یا واقعی تمھیں اس سے نفرت ہے'' راجا میری بات سن کر سنجیدہ ہو گیا۔

''چن جی! بات یہ ہے کہ مجھے اس سے بڑا ہی پیار ہے'' اس نے پنڈت کو چھپی ڈالتے ہوئے کہا۔

''بس یہ جو پٹھی سیدھی کتابیں پڑھ پڑھ کر اس نے اپنا اور ہم سب کا بیڑا غرق کر دیا ہے نا...اسی بات پر مجھے تپ چڑھتی ہے اور یہ سالا....گالیاں کھاتا ہے میرے سے....ویسے یہ دل کا برا نہیں''

''اچھا پنڈت جی! تمھارا راجا کے بارے میں کیا خیال ہے'' میں نے دوسرے فریق کو تیلی دکھائی۔

''میں اس کے بارے میں بول کر اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا مگر ایک بات

ضرور کہوں گا.... یہ بہت ہی غلیظ اور گھٹیا سوچ کا مالک ہے۔ اگر میں نے کبھی کوئی قتل کیا تو اسی کا کروں گا'' پنڈت جلا بھنا بیٹھا تھا۔

اس کی بات سن کر راجا ہنستے ہنستے دوہرا ہو گیا....دل کا صوفی بھی مسکرائے جا رہا تھا۔

''راجا جی! یہ غاطب اسرار کے بارے میں کیا خیال ہے تمھارا'' میں نے پوچھا تو راجا کی بھنویں تن گئیں۔

''بچ کے رہنا بہت خطرناک آدمی لگتا ہے....کل ہمارا کام ہو جائے پھر اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا....خدا جانے کیا کام ہے اس کا'' راجا نے نصیحت کی۔

''تیرے جیسا بے وفا میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ جو تیرا بھلا کرے اس سے تجھ کو خدا واسطے کا بیر ہوتا ہے۔ اتنا احسان فراموش نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے پچھلے دنوں کو یاد کر......عبرت کا نشان بن کر رہ گیا تھا تو.......اگر وہ نہ ملتا تو ابھی تک تیرے سر میں خاک چمک رہی ہوتی'' پنڈت نے راجا کو لتاڑنا شروع کر دیا۔ راجا کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''ہاں ہاں....میں تو سدا سے تمھارا دشمن ہوں نا....اتنی ہی نفرت ہے تو مجھ سے جان کیوں نہیں چھڑا لیتے تم سارے....اور ذرا اس کو تو دیکھو' اس نے دل کے صوفی کو میدان میں گھسیٹ لیا'' کتنے سکون سے بیٹھا ہے۔ اسے بھی کہو کہ اپنے عبرتناک ماضی کو یاد رکھے۔ راہوں کی دھول بن چکا تھا سالا....ارے وہ تو شکر کر کہ راحیل کو موت آ گئی ورنہ تو نے ہم سب کو برباد ہی کر ڈالا تھا۔ وہ تو قسمت اچھی تھی کہ ناری ہم سے محبت کرنے لگی ورنہ تیرے پیچھے لگ کر تو ہم سب کہیں کے نہ رہتے.......تم مانو یا

نہ مانو،صرف میں ہی ہوں جس کی وجہ سے کائنات کا نظام زندگی سرپٹ دوڑتا رہتا ہے مگر تم ہمیشہ مجھی کو دوشی ٹھہرا کر خود بری الذمہ ہو جاتے ہو۔اب اپنا عامر بھیا اسے بیاہ کر لائے گا تو کس کی وجہ سے .... ہاں بولو...تو بول پنڈت کی اولاد! ....تیری کتابوں کے طفیل تو یہ سب ہونے والا نہ تھا۔ یہ جنون میرا دیا ہوا ہے۔نفس کے منہ زور گھوڑے پر بیٹھ کر ہی یہ جنگ جیتو گے تم لوگ....لکھ لو میری بات....یہ صوفی تو سالا الٹے مشورے دیا کرتا تھا.....عشق لا حاصل میں فنا کروا دیتا ہم سب کو، وہ تو میں نے بچالیا تمھیں‘‘ راجا کو جلال آ گیا۔

ہمارے پاس اس کی باتوں کا کوئی جواب نہ تھا،سو خاموش تھے .....کہتا تو راجا بھی ٹھیک ہی تھا۔ بات دل کو لگتی تھی .....اگر نفس کا وجود نہ ہوتا تو دنیا کا ہر انسان جوگ لے لیتا، بغیر نفس کے من کو مارنا تو کوئی بڑا کام نہ تھا۔ پھر ہر کوئی مہا تما بدھ ہوتا......

’’کل کے بارے میں کیا سوچا ہے‘‘ پنڈت نے میری طرف دیکھا۔

’’سوچنا کیا ہے .... جو ہوگا دیکھا جائے گا.... ہوسکتا ہے وہ جن زادی ہمارے قابو میں نہ آئے‘‘

’’قابو میں نہ آئی تو کیا ہوگا‘‘ راجا ہکلایا۔ میں ہنس پڑا۔

’’پھر ہم سب مارے جائیں گے۔ کچھ بھی نہ بچے گا اور اگر بچ بھی گئے تو تمام عمر ایسے جئیں گے جیسے زندہ نہیں ..... کان کھول کر تم سب لوگ میری بات سن لو ..... ناہید اگر اس قید سے رہا نہ ہو پائی تو ہم تمام زندگی اسی کے ساتھ گزار دیں گے.....یہ میرا فیصلہ ہے‘‘

راجا کا خون جیسے کسی نے نچوڑ لیا۔ اس کی مونچھیں لٹک گئیں ''اس کا مطلب ہے کل جنگ کا آخری اور فیصلہ کن دن ہے.....''

''ہاں بالکل......'' میں نے اس کی تائید کی۔

''چلو دیکھ لیں گے کل کیا ہوتا ہے..... یہ بھی دیکھ لیں گے.... جب ساتھ چل ہی پڑے ہیں تو بھاگنے والے نہیں.....'' اس نے پھیکی سی مسکراہٹ اچھالی۔

بہت دیر ہم لوگ باتیں کرتے رہے، ہنسی مذاق بھی چل رہا تھا مگر ہم سب اندر سے ڈرے ہوئے تھے، خوف ہمارے چہروں سے چھلک رہا تھا............ ایک ان جانا خوف..... ناکامی کا خوف!.....

نجانے آدم زاد ازل سے ناکامی سے خوف کیوں کھاتا ہے۔ اگر نامرادی حیات انسانی کا جزوِ لاینفک ہے تو اتنی نسلوں کے عملِ تطہیر سے گزرنے کے بعد اس احساس خوف کو مدھم ہو جانا چاہیے تھا مگر ابھی تک.... آج بھی ہر انسان میں ناکام ہو جانے کا ڈر پوری قوت سے موجود ہے۔ جب بھی انسان کسی کام میں ناکامی سے ہمکنار ہوتا ہے اس پر مایوسی کے دبیز بادل چھا جاتے ہیں، اسے لگتا ہے کہ اس پر ظلم ہوا ہے، سر نیہوڑا کر بیٹھ جاتا ہے، زار و زار روتا ہے گوشہ نشین ہو جانے کو تیار ہو جاتا ہے.... کبھی کبھی اسے یہ بھی خیال آتا ہے کہ شاید اس ناکامی میں کاتبِ تقدیر نے اس کے لیے کوئی مصلحت رکھ چھوڑی ہو۔ اسی میں کوئی حکمت، کوئی بہتری ہو۔ یہ احساس مرہم کا کام دیتا ہے، زخم مندمل ہونے لگتے ہیں اور پھر ہم بھول جاتے ہیں کہ ناکام ہوئے تھے.... مگر ایک بات طے ہے کہ حضرتِ انسان نے کبھی ناکامی کو دل سے قبول نہیں کیا، ہمیشہ اتاولا ہوتا رہا جب

بس نہیں چلتا تو مجبور ہو کر سر کو جھکا تا ہے.....انسان ہمیشہ اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے ہی اپنے خالق کو پہچانتا ہے۔اب یہ اس پر منحصر ہے کہ جلد پہچان لے یا دیر سے......

ہر روز ساڑھے پانچ ارب سے بھی زیادہ آدم نام کی یہ مخلوق سیارہ زمین پر سورج طلوع ہوتے ہی نجانے کس بھاگ دوڑ میں مصروف ہو جاتی ہے، کوئی اذانیں دیتا ہے، کوئی بھجن گاتا ہے، کسی کو کام دھندے پر جانا ہے اور اپنی اولاد کا پیٹ بھرنا ہے، کچھ پڑھنے نکلتے ہیں تو کچھ پڑھانے.....ایک مارا ماری کا بازار گرم ہو جاتا ہے....کس بنیاد پر....کیوں؟؟؟....بس یونہی....پھر سب سے پہلے سورج تھکتا ہے اور ہار مان کر مغرب کو چل دیتا ہے۔قصاص میں رات کی سیاہی ملتی ہے، تمام دن کی سعی لاحاصل سے تھک ہار کر نئے غم سینوں سے لگائے، نئی پریشانیوں کے طوق گلے میں لٹکائے یہ ہجوم عظیم گھروں کو لوٹتا ہے۔پھر ہم سب کو موت آ جاتی ہے، اتنی جستجو اس قدر جان لیوا زندگی کا حاصل....کیا موت ہے؟؟؟

اگلی صبح مردے اٹھائے جاتے ہیں، صور پھونکا جاتا ہے اور یہ غول پھر سے نئی ناکامیاں ڈھونڈنے نکلتا ہے پچھلے دن کی طرح۔شاید اسی لیے آسمان سے خالق نے صدا دی ہے....قسم ہے زمانے کی ''انسان خسارے میں ہے''.....میں بھی اسی بستی کا رہنے والا تھا۔اپنے ہم جنسوں کی طرح میں بھی دیوانہ وار چلنے پر مجبور تھا۔کل شاید کچھ اچھا ہو۔اسی امید پر مجھے کل کا دن جینا تھا اور اس کے بعد آنے والے تمام کل بھی میں اسی امید پر جیوں گا تاوقتیکہ میری امید کا سورج ہمیشہ کے لیے اندھیروں میں روپوش ہو جائے۔

شعور کی آنکھ کھلتے ہی مجھے ادراک ہو گیا تھا کہ مجھے "ناکام نہیں ہونا"۔۔۔۔ پر کامیابی کس کو کہتے ہیں، یہ جاننا کس قدر کٹھن ہے اس کا احساس اور ادراک مجھے آج تک نہیں ہو سکا۔ ہر دن کے ساتھ یہ احساس زندہ ہوتا ہے کہ میں کامیابی کے بالکل قریب ہوں مگر نجانے کیوں دن ڈھلنے تک میں نامراد رہتا ہوں۔۔۔۔ میری ساری زندگی اسی کھوج میں گزری ہے۔ سکول جانا ہے، امتحان پاس کرنے ہیں پھر میں بامراد ہو جاؤں گا۔ یہی سوچ مجھے سکول سے گھسیٹ کر کالج اور یہاں سے یونیورسٹی لے گئی۔۔۔۔۔ سب سے پہلا رستہ جس پر میں پا پیادہ برہنہ سر دھکے کھاتا رہا وہ علم کا رستہ تھا۔ درسی کتابوں سے نکل کر نجانے کب میں بڑی بڑی کتابوں میں کھو گیا، یہ دور میرے سن بلوغت کا تھا۔ چہرہ بدل رہا تھا، مسیں بھیگنے لگی تھیں شاید اسی لیے کتابیں بھی بدلنے لگیں۔۔۔۔ پہلے ادب کا کچا رستہ آیا، اس رستے میں ہزار رنگ کی مٹی تھی۔ بڑے بڑے دیوتا اس مٹی کو گوندھ کر ہاتھ میں لیے میرا ہی انتظار کر رہے تھے۔ سب نے اپنے اپنے حصے کی مٹی میرے وجود پر تھپ دی۔۔۔۔۔۔ اس راہ پر پہلا مندر جو رستے میں پڑا وہ ایک بہت ہی حسین جوڑے کا تھا۔۔۔۔ اشفاق احمد اور بانو قدسیہ۔۔۔۔ ان کے مندر سے جو مٹی مجھے ملی اس کا رنگ کاسنی تھا۔ میں نے بصد احترام اس خاک کو اپنے ماتھے پر لگایا۔۔۔۔ اور لیپ کروا کے آگے بڑھا۔ مجھے لگا کہ میں سدا کے لیے ان کے رنگ میں رنگا گیا ہوں۔۔۔۔۔ مگر آگے تو میلا لگا ہوا تھا مستنصر حسین تارڑ، قدرت اللہ شہاب، ممتاز مفتی، منشی پریم چند، عصمت چغتائی، رابندر ناتھ ٹیگور، کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، ایسے بڑے بڑے دیو بیٹھے تھے کہ

میرا سب کچھ چھین کر اپنا اپنا رنگ بھر دیا، میں کیا سے کیا ہو گیا۔ منٹو اور عصمت چغتائی کی مٹی بہت بھڑکیلی تھی، چٹکارے مارتی تھی۔ پھر مجھے قرۃ العین حیدر نے تھام لیا..... جو بھی مجھے لیپ کرنے کو اپنی مٹی دیتا سب سے پہلے پرانی مٹی کی چھاپ سلب کر لیتا، بس کچھ تھوڑا سا اکھڑا اکھڑا رنگ چھوڑ دیتا.....

اس راہ پر چلتے چلتے میں تھک گیا، کالج کا دور تھا..... اتنے قدموں میں سر ڈالنے کے باوجود میں ناکام رہا، دل کو گوہر مقصود حاصل نہ ہو پایا.... پھر شاعری کا بھوت سر پر سوار ہو گیا.... یہ عجیب لوگ تھے، الجھے ہوئے، رونے والے یا رلانے والے، محبتوں کے اسیر...... ان کے ہاں سے کیا ملنا تھا، بس الجھا کے رکھ دیا مجھے.... رلاتے رہے اور میں روتا ہوا آگے بڑھتا رہا مگر محبت سے دامن بچائے رکھا.... شاید مجھے بربادی منظور نہ تھی ..... ہاں اگر کام کی مٹی ملی تو وہ اقبال اور غالب سے ملی، ان کی مٹی میں رنگ تھا۔ میں نے اپنا حصہ وصول کیا اور آگے بڑھا..... یہ سب لوگ مجھے بنانے کے عمل میں شریک تھے......

پھر میں خان آصف کے در پر جا پہنچا..... اس کے ہاتھوں میں غضب کی مٹی تھی.... تصوف کی مٹی.... اللہ کے بندے نے مجھے ایک سے بڑھ کر ایک ولی کے سامنے لے جا کھڑا کیا مگر بات ایسی الجھی تھی کہ سلجھنے میں نہ آتی تھی، میں گھبرا کر یہاں سے نکل آیا.... جتنا مجھے سگمنڈ فرائیڈ نے الجھایا، اتنا پریشان کوئی نہ کر پایا۔ اس کے نظریات سے مجھے سخت اختلاف تھا مگر پھر بھی کسی موہوم سی آس کے سہارے میں نے اسے بھی پڑھ ڈالا..... پھر بہت عجیب لوگ ملاقات کو آنے لگے، کارل مارکس، گوئٹے، شیلے، کیٹس، چانکیا، جانے کیسے لوگ تھے جنھوں نے

میرے راستے بدل دیے۔ دیوانگی بڑھتی چلی گئی۔ مجھے یہ احساس ستانے لگا کہ میں ناکام ہو رہا ہوں، کھوج کرتے کرتے میں تالمور اور نوسٹرے ڈیمس کو بھی پھلانگ گیا......جب پانی میرے سر سے گزرنے لگا تو مجھے ہوش آیا.... یہ دریا تو مجھے ڈبو دے گا.....میں نے باہر نکلنے کو ہاتھ پاؤں مارے تو کمپیوٹر سائنسز نے اچک لیا....میں نے شکر کیا کہ زندہ لوٹ آیا...... مجھے ناکامی ملی تھی مگر اس ناکامی کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے رزق حاصل کرنے کا علم بھی عطا ہوا تو میں نے سر جھکا کر صبر کر لیا اور بس جینے لگا۔

ایسے ہی جیتے جیتے ناہید میری زندگی میں در آئی اور محبت سے میرا دامن بھر دیا....ایک ناکامی سے تو میں سمجھوتہ کر ہی چکا تھا مگر اب دوسری بار نامراد رہ جانے کا تصور ہی جان لیوا تھا..... مجھے اب کی بار جیتنا ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے....ناہید کو پانا ہی حاصل زندگی ہے۔

آنکھ کھلی تو فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ بہت عرصے بعد میں وضو کر کے جائے نماز پر آ کھڑا ہوا..... یاالٰہی!!! اب کے ناکام نہ ہو جاؤں۔ میرا خیال رکھنا میرے معبود!!!.....آنکھوں سے زاروقطار آنسو بہنے لگے....دن چڑھے تک میں بچوں کی طرح روتا رہا، فریاد کرتا رہا۔ جب رونے کی ہمت نہ رہی تب جا کر دل کو سکون نصیب ہوا....اب میں آنے والے وقت کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ مجھے کسی کی پرواہ نہ رہی تھی۔

دعا مانگ کر ابھی میں اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی بیل بجنے لگی۔ دوسری طرف خرم تھا۔

''او جانی!...کیا حال چال ہیں؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں.....تو سنا آج کیسے یاد آ گئی؟''میں نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں ہاں.....جیسے تو روزانہ مجھے فون کرتا ہے.....کمینے انسان! بالکل ہی بھول گیا ہے سب کو....'' اس نے شکوہ کیا۔

''نہیں یار!.....تجھے تو پتا ہے سارے حالات کا.....''میں نے صفائی پیش کی۔

''ویسے یار! ایک بات ہے.....یہ عورت بڑی ہی complicated چیز ہے....ہے نا....'' اس نے چوٹ کی۔

''ہاں، ہے تو سہی....'' مجھے کوئی جواب نہ سوجھا۔

''کیا حال ہے بھابھی کا...؟''

''ٹھیک ہے...''

''کیا بات ہے عامر!.....تو بڑا چپ چپ ہے.....کچھ بتا تو سہی بات کہاں تک پہنچ چکی ہے''

''آج فیصلہ ہونے والا ہے'' میں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''فیصلہ.....کیسا فیصلہ.....سیدھی طرح بتا یار!.....پہیلیاں کیوں بجھوا رہا ہے''

''میں اور غاطب صاحب، ناہید کی تصویر سمیت آج راحیل کے گھر جا رہے ہیں'' میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا ''بس گیارہ بجے تک غاطب صاحب میرے فلیٹ پر پہنچ جائیں گے''

''اوہ.....اچھا!!! اس کا مطلب ہے.....وقت آ گیا ہے'' خرم کی سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔

''ہاں یار! وقت آ ہی گیا....ویسے بھی مجھے اس وقت کا شدت سے انتظار تھا''

''میرے لیے کوئی کام ہو تو بتا.....'' اس نے خلوص سے کہا۔

''نہیں، بس دعا کر...... یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ تو اس سارے بکھیڑے سے بچ گیا ورنہ ہمارے ساتھ آج تیری زندگی بھی خطرے میں پڑی ہوتی''

''افسوس ہے تیری سوچ پر'' وہ بھڑک اٹھا۔ ''تو میرا بھائی ہے... ہزار بار کہا ہے ایسی باتیں مجھ سے نہ کیا کر.... شرم آنی چاہیے تجھے''

''خرم! میں بھی تجھے بھائیوں کی طرح چاہتا ہوں اسی لیے تو تیری فکر کر رہا ہوں''

''اچھا بس بس..... زیادہ بکواس مت کر میرے ساتھ اور سن پریشان ہونے کی بالکل بھی ضرورت نہیں۔ اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا'' اس نے مجھے دلاسہ دیا۔

''انشاءاللہ'' میں نے بھی دعا کی۔

''اگر کوئی مسئلہ ہوا تو خدا کے لیے میرے موبائل پر ایک کال ضرور کر دینا''

''ٹھیک ہے، اگر ضرورت پڑی تو میں سب سے پہلے تجھے ہی اطلاع کروں گا''

''اور جب واپس آؤ تو سب سے پہلے مجھے بتانا کہ کیا بنا ہے..... میں تیری کال کا انتظار کروں گا'' اس نے تاکید کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے، میں لازمی بتاؤں گا''

''اور بھابھی کو سلام دینا میری طرف سے..... اللہ سب کا نگہبان ہے۔ تو گھبرا مت....''

''ٹھیک ہے بابا! پہنچا دوں گا تیرا سلام بھی....ویسے بھی اللہ خیر کرے اگر آج خیریت رہی تو اپنی بھابھی سے آمنے سامنے بیٹھ کر سلام دعا کر لینا'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''انشاءاللہ ضرور کروں گا.....اچھا میں چلتا ہوں یار! آفس کے لیے دیر ہو رہی ہے''

فون بند کر کے میں لاؤنج میں آیا تو ناہید کو اپنا ہی منتظر پایا۔

''کیسی ہو...؟'' میں نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں...'' اس کا لہجہ اب بھی بھیگا ہوا تھا۔

''ناہید! بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو انسان کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں....اور موت ان میں سے ایک ہے ....راحیل مر چکا ہے لیکن میں زندہ ہوں اور تمھارے یہ آنسو مجھے کتنی تکلیف دیتے ہیں، کاش تم جان پاتیں....'' میں نے اس کی نم آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔

''مجھے احساس ہے عامر!....لیکن یہاں میں بے بس ہوں.....راحیل کو، اس کی محبت کو، میں خود سے الگ نہیں کر سکتی....یہ سچ ہے کہ میں اب آپ کو چاہنے لگی ہوں لیکن راحیل کی محبت سے میرے دل کا ایک گوشہ ہمیشہ آباد رہے گا.... لیکن یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ آپ سے محبت میں میں کبھی کوئی کمی نہیں آنے دوں گی کیوں کہ اگر راحیل نے مجھے محبت کرنا سکھایا ہے تو آپ سے میں نے محبت نبھانا سیکھا ہے ۔آپ نے اس وقت میرا ساتھ دیا جب میں خود اپنی ہی زندگی سے بیزار ہو چکی تھی ۔آپ ہی کی وجہ سے میں جینے پر مجبور ہو گئی اور اب یہ

زندگی آپ کی ہے...اور میں بھی...'' آخر میں کہتے کہتے اس کی آنکھیں حیا سے جھک گئیں اور میرے اندر اس کے لفظوں نے سکون بھر دیا۔

''چلو، اب جلدی سے مجھے ایک سمائل دو....کل سے تمھاری یہ رونی شکل دیکھ دیکھ کر میں بور ہو گیا ہوں'' میں نے ماحول کا بوجھل پن دور کرنے کے لیے بات کا رخ ہی پلٹ دیا۔

''اچھا جناب!...ابھی سے مجھ سے بور ہو گئے....ایک بار مجھے تصویر سے باہر آنے دیں، پھر بتاؤں گی آپ کو'' اس نے مصنوعی خفگی سے گھورا تو میں ہنس پڑا۔

''اس دن کا انتظار تو میں تم سے بھی زیادہ بے صبری سے کر رہا ہوں..... جب تم میرے سامنے ہو گی، میری بانہوں میں ہو گی...'' میں نے شرارتی انداز میں اس کی طرف دیکھا تو اس نے حیا سے سرخ پڑتا چہرہ جھکا لیا۔

''توبہ.....کتنے بے شرم ہیں آپ...''

''اجی یہ تو کچھ بھی نہیں.....آگے آگے دیکھئیے ہوتا ہے کیا''

''اچھا اب آپ جائیں اور نہا کر تیار ہو جائیں....غاطب صاحب آنے والے ہوں گے'' اس نے جلدی سے بات بدل دی تو میں ہنستے ہوئے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

نہا کر میں نے کپڑے بدلے اور ناشتا لے کر کاؤچ پر آ بیٹھا۔ ناشتا کرتے ہوئے میں نے یونہی نظریں اٹھا کر دیکھا تو ناہید کو کسی گہری سوچ میں گم پایا۔

''کیا ہوا.....کیا سوچ رہی ہو..؟''

''عامر!.....مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے...'' ناہید کی آواز میں خوف تھا۔

''کیسا ڈر ؟؟؟...'' میں نے انجان بننے کی کوشش کی۔

''اگر کچھ غلط ہو گیا تو.....''

''نہیں.....کچھ بھی غلط نہیں ہوگا.....تم غاطب اسرار کو نہیں جانتی ہو.....بڑی بلا ہے وہ آدمی''

''پھر بھی میرے دل میں وہم آرہے ہیں''

''ہاں وہم تو میرے دل میں بھی ہیں مگر ناہید ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں اس لیے یہی بہتر ہے کہ تم اپنے آپ کو ذہنی طور پر آنے والی مصیبت کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرلو.....''

''اللہ ہماری حفاظت کرے'' اس نے سراسیمہ ہو کر کہا۔

گیارہ بجے تک میں وہیں بیٹھا ناہید سے آنے والے وقت کے بارے میں بات کرتا رہا.....اسے دلاسہ دینا بہت ضروری تھا.....گیارہ بج کر دس منٹ پر فلیٹ کی گھنٹی بجی.....میں نے لپک کر دروازہ کھولا تو سامنے غاطب صاحب کھڑے تھے۔ان کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا.....میں انھیں لیے فلیٹ کے اندر آ گیا اور چائے بنا کر ان کے سامنے رکھ دی.....دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆ ☆

چائے ختم کر کے غاطب صاحب نے میری طرف دیکھا اور پھر ناہید کی طرف......

''دیکھیے میں آپ دونوں کو ایک بات صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں۔آج ہر حال میں یہ قصہ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا....امید ہے اور اللہ سے دعا بھی یہی ہے کہ ہمیں کوئی گزند نہ پہنچے مگر اس معرکہ کا نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا ہے....ہم سب کو کسی بھی طرح کی صورتحال کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے''

''سرکار! ہم بالکل تیار ہیں۔آپ ہماری طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں'' میں نے انھیں یقین دلایا۔

''ہوں.....'' وہ کچھ دیر ماتھے پر ہاتھ رکھے سوچتے رہے۔

ہم دونوں خاموشی سے غاطب اسرار کو دیکھتے رہے....اب تو یہ شخص ہی

ہمارا ناخدا تھا.....کشتی ڈوبتی، چاہے کنارے جا لگتے ہمیں صرف اللہ کے بعد اسی شخص کا سہارا تھا۔

''عامر!.....اٹھو اور تصویر کو نہایت احتیاط سے اتار کر میرے سامنے رکھ دو'' انھوں نے اپنے بیگ سے ایک کپڑے کا بڑا سا ٹکڑا نکالتے ہوئے مجھے کہا۔

میرا دل جیسے ڈوب گیا.....کانپتے قدموں سے میں ناہید کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''عامر!.....ہم ضرور ملیں گے.....'' اس نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔

''ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ ناکام نہ ہوں گا.....ہم ضرور ملیں گے.....'' میرے اندر کسی وحشی طاقت نے سر اٹھایا۔

''عامر! جلدی کرو.....ہمارے پاس وقت بہت کم ہے'' غاطب صاحب کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''تب تک کے لیے خدا حافظ.....'' میں نے کانپتے ہاتھوں سے ناہید کو دیوار سے اتار لیا۔ آنسو اس کے رخساروں پر پھیل رہے تھے۔

''خدا حافظ.....عامر!.....'' اس نے آخری بار بے بسی سے مجھے دیکھا اور آنکھیں میچ لیں۔

میں نے تصویر کو ان کے سامنے میز پر رکھا تو وہ تیزی سے کپڑے پر کچھ آیات کی تلاوت کر کے پھونکنے میں مصروف تھے.....پھر بڑی احتیاط سے انھوں نے تصویر کو اس سرخ رنگ کے کپڑے میں لپیٹ لیا.....چاند میری نظروں سے اوجھل ہو گیا.....پھر انھوں نے غفور صاحب کا نمبر ملایا..... پتا چلا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے راحیل کی والدہ نے اس جن زادی کو وہ تعویذ گھول کر پلا دیا ہے اور اس

پر بے ہوشی طاری ہے۔

''ٹھیک ہے غفور صاحب! ہم تھوڑی دیر میں آپ کے گھر پہنچ رہے ہیں''

غاطب صاحب فون بند کرتے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرائے''ابھی تک حالات ہماری مرضی پر چل رہے ہیں۔ یہ اچھی خبر ہے کہ اس نے مزاحمت کیے بغیر پانی پی لیا ہے'' پھر وہ چونکے''اور یہ تم نے کیا رونی صورت بنا رکھی ہے جوان آدمی ہو حوصلہ کرو.... کچھ نہیں ہوگا ناہید کو....''

میں شرمندہ سا ہو گیا۔

تصویر کو بڑی احتیاط سے ہم نے گاڑی کی پچھلی نشست پر رکھا اور راحیل کے گھر کی طرف چل دیے۔........راستے میں غاطب صاحب نے مجھے آیت الکرسی پڑھنے کی ہدایت کی۔

''غور سے سنو.....وہ جن زادی بے شک غنودگی میں ہے مگر پھر بھی ہمیں بہت احتیاط کرنا پڑے گی..... پہلے میں کمرے میں داخل ہوں گا، تم باہر رہنا..... جیسے ہی میں تمھیں آواز دوں تم تصویر کو لے کر آیت الکرسی پڑھتے ہوئے اندر داخل ہو جانا مگر دھیان رہے کہ یہ کپڑا کسی صورت تصویر سے اترنے نہ پائے..... یہ صرف اسی وقت اتارنا ہے جب میں تمھیں کہوں .... سمجھ گئے؟؟؟؟''میں نے فوراً ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔

باقی کا سارا سفر ہم دونوں نے خاموشی سے طے کیا.... میں آیت الکرسی کا ورد کر رہا تھا....غفور صاحب گھر کے باہر ہی ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ بے چینی ان کے چہرے سے مترشح تھی.....گاڑی رکتے ہی وہ لپک کر آگے بڑھے اور دروازہ

کھول کر باادب کھڑے ہو گئے۔

''کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا.....'' غاطب صاحب نے اترتے ہی پوچھا۔

''نہیں جناب! ابھی تک تو سب ٹھیک ہے.... بالکل بے خبر سو رہی ہے''

میں اتنی دیر میں تصویر نکال کر اسے احتیاط سے پکڑے کھڑا تھا۔

''چلیے اندر.....'' غاطب صاحب نے راحیل کے والد کو مخاطب کیا۔

ہم اندر داخل ہوئے تو راحیل کی پریشان والدہ نظر آئیں، آگے بڑھ کر انھوں نے غاطب اسرار سے بات کرنے کی کوشش کی مگر انھوں نے مسلسل ورد کرتے ہوئے انگلی کے اشارے سے منع کر دیا۔ غفور صاحب نے سامنے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ چڑیل اس کمرے میں موجود تھی....

غاطب صاحب نے فوراً اپنے بیگ سے چھوٹی سی شیشی نکالی، اس میں شفاف رنگ کا محلول تیر رہا تھا۔ ڈھکن کھول کر انھوں نے محلول اپنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے پر لگایا.... تھوڑی دیر مزید ورد کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں پر دم کیا اور پھر اپنے ہاتھوں کو میرے چہرے اور جسم پر پھیرا.... مجھے فوراً ایک عجیب سی طاقت کا احساس ہوا.... بے حد انوکھا احساس.... پھر انھوں نے بہت ہی دھیمی آواز سے کچھ ہدایات دیں۔

''غفور صاحب! آپ اپنی اہلیہ کو لے کر ابھی اس مکان سے نکل جائیے اور ہمارے فون کا انتظار کیجیے''

غفور صاحب نے فوراً حکم کی تعمیل کی.... ان کے جانے کے بعد غاطب صاحب نے مکان کا صدر دروازہ مقفل کر دیا اور بیگ سے لوبان جیسی کوئی چیز

نکال کر سلگا دی.... چاروں طرف ایک مسحور کن خوشبو پھیل گئی۔

''عامر!.... تم دروازے کے سامنے میرا انتظار کرو۔ جیسے ہی میں بلاؤں با آواز بلند آیت الکرسی پڑھتے ہوئے اندر آ جانا.... اور دیکھو اپنے حواس برقرار رکھنا، چاہے جو بھی نظر آئے''

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ غاطب اسرار کا چہرہ بہت ہی پراسرار لگ رہا تھا.... وہ دروازے کی طرف بڑھے تو میں نے تصویر کو مضبوطی سے تھام لیا.....

جنگ اپنے زور پر آ گئی تھی۔

دروازے کے پاس رک کر انھوں نے کچھ پڑھ کر چاروں طرف پھونکا اور بجلی کی سرعت سے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا...... میں دھڑکتے دل سے ناہید کی تصویر کو مضبوطی سے تھامے کھڑا تھا۔ ایک ایک پل صدیوں پر محیط تھا..... مجھے گھبراہٹ ہونے لگی .... پتا نہیں اندر کیا ہو رہا تھا..... میں نے گھڑی میں وقت دیکھا.... غاطب اسرار کو اندر داخل ہوئے پندرہ منٹ ہو چکے تھے اور ابھی تک کوئی ہلچل پیدا نہ ہوئی تھی.... میں نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا، گھر بے حد خوبصورت تھا۔ ہر شے سلیقے سے اپنی جگہ موجود تھی......

اچانک کمرے سے ایک دل دہلا دینے والی چیخ سنائی دی.... میں لرز کر رہ گیا، ایسے لگا کہ میرے کان پھٹ جائیں گے۔ اس قدر بھیانک اور دلخراش چیخ میری سماعتوں میں اس سے پہلے داخل نہ ہوئی تھی ..... پھر ایک اور چیخ سنائی دی..... یہ دونوں چیخیں کسی عورت کی تھیں۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی جن زادی تھی۔ آواز بے حد مکروہ تھی۔ میرا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔

''کون ہے تو....'' اسی بھیانک آواز نے پوچھا۔

غاطب اسرار کے اونچی آواز میں کلامِ پاک پڑھنے کی آواز باہر آنے لگی۔

''بند کر اسے ..... میں کہتی ہوں اپنی آواز بند کر ورنہ جلا کر راکھ کر دوں گی....''اس کی آواز لحظہ بہ لحظہ بلند ہوتی جا رہی تھی۔ مگر غاطب صاحب برابر با آواز بلند تلاوت کیے جا رہے تھے۔ کلام پاک کی آواز سے میرے اندر حوصلے کی دیواریں بلند ہونے لگیں۔

''عامر!!!...اندر آؤ.....جلدی...'' یکا یک غاطب صاحب کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

میں کسی طوفان کی صورت آگے بڑھا....اب مجھے اس جن زادی کا ڈر نہ تھا۔ وہ ہماری دشمن تھی اور دشمنوں سے صرف بزدل ہی ڈرا کرتے ہیں۔ میں ہرگز بزدل نہ تھا۔ دروازہ کھول کر تصور یر تھامے آیت الکرسی کی تلاوت کرتے میں اندر داخل ہوا تو عجیب وحشت ناک منظر دیکھا .سارا کمرا دھواں دھواں ہو رہا تھا، تھوڑی دیر بعد میری آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو جو نظر آیا وہ میرے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا.....غاطب صاحب ناہید کے جسم پر بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبا رہے تھے...وہ جسم ناہید کا تھا، میری ناہید کا مگر اس پر وہ جن زادی قابض تھی....اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکل آئی تھیں اور سب سے عجیب بات یہ کہ لمبے بال ہوا میں اوپر کی جانب اٹھے ہوئے تھے....غاطب اسرار کی گردن کی رگیں زور لگانے کی وجہ سے پھول چکی تھیں۔ وہ بڑی مشکل سے اس چڑیل کو قابو کیے ہوئے تھے۔

''ابھی کپڑا مت اتارنا .... جب میں کہوں تب .....ابھی نہیں....آیت الکرسی پڑھتے رہوزورزور سے''

میں نے ورد شروع کر دیا.....کمرے کا ماحول اس قدر خوفناک تھا کہ میری ٹانگیں کانپنے لگیں....ناہید کا چہرہ اور جسم بے حد خوبصورت تھا مگر اس وقت اس قدر بھیانک لگ رہا تھا کہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اسی ناہید سے مجھے محبت ہے.....غاطب اسرار تیزی سے اپنا عمل جاری رکھے ہوئے تھے اور وہ بار بار اپنی بھیانک آواز میں ایک ہی سوال کر رہی تھی....تو کون ہے....تو کون ہے...؟

اس نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر سرکار کی گرفت سے نکلنے میں ناکام رہی.....پھر آہستہ آہستہ غاطب صاحب کی آواز بلند ہونے لگی اور ناہید کا جسم ڈھیلا پڑتا گیا۔ جیسے ہی انھوں نے ورد ختم کیا اس کے بال فوراً ہی اپنی اصل حالت میں واپس آ گئے اور مزاحمت نے بھی دم توڑ دیا،مگر اس کا چہرہ ابھی تک بھیانک تھا اور آنکھیں بدستور حلقوں سے باہر نکل رہی تھیں....غاطب اسرار ہنوز اس کی گردن دبوچے ہوئے تھے......پھر اس کی مکروہ آواز گونجی۔

''کچھ نہیں کروں گی۔وعدہ کرتی ہوں....بس کر اور مت جلا مجھے....''

''کون ہے تو....تیرا نام کیا ہے؟'' اب غاطب صاحب نے گونج دار آواز میں اس سے سوال کیا۔

''میرا نام سیہان ہے اور میں لعان قبیلے سے ہوں''

''تیرے قبیلے کو تو میں اچھی طرح جانتا ہوں'' اسرار صاحب نے دانت پیستے ہوئے کہا''بہت ظلم ڈھالیا تو نے بس....اب تیری باری ہے''

''میں نے کچھ نہیں کیا...'' وہ ڈکرائی۔

''ابھی پتا چل جائے گا تو نے کیا کیا ہے...ادھر دیکھ ذرا...'' انھوں نے زبردستی اس کی گردن میری طرف موڑی .... مجھے جھرجھری سی آ گئی۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

''عامر کپڑا ہٹاؤ....'' مجھے حکم ملا تو میں نے ایک ہی جھٹکے میں تعمیل کر دی۔اس کے بعد جو ہوا وہ میرے تو کیا شاید غاطب اسرار کے بھی وہم وگمان میں نہ تھا۔

ناہید کی تصویر سے جیسے ہی پردہ اٹھا....ایک لمحے کو سیہان بالکل ساکت ہو گئی۔صاف پتا چلتا تھا کہ وہ حیرت کے شدید جھٹکے میں ہے....پھر یکایک اس نے غاطب اسرار کو دونوں ہاتھوں سے اچھالا اور انتہائی خوفناک طاقت کے ساتھ سامنے دیوار پر دے مارا۔دیوار سے ٹکراتے ہی غاطب صاحب کے منہ سے ہلکی سی سسکاری نکلی اور وہ وہیں فرش پر بے حس وحرکت ڈھیر ہو گئے۔

اس اچانک رونما ہونے والے منظر کو دیکھ کر میں ہکا بکا رہ گیا۔تصویر کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے میں نے خوفزدہ ہو کر سیہان کی طرف دیکھا تو وہ ناہید کو بڑے ہی سفاک انداز سے مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''اچھا......تو یہ سب تیرا کیا دھرا ہے....تو اس خبیث کو یہاں مجھ تک لائی ہے....احسان فراموش....میں نے تجھے بولنے کا ایک موقع کیا دے دیا تیرے ہاتھ میرے ہی گریبان تک آ پہنچے''

''دیکھ میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے جو تو نے مجھے اتنی بڑی سزا دی ہے.....کیا

قصور ہے میرا'' ناہید کی لرزتی ہوئی آواز آئی۔

''تو نے میرا کیا بگاڑا ہے'' وہ مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے ناہید کی طرف بڑھی تو میں کانپ اٹھا۔ وہ خبیث چڑیل زمین سے کوئی تین فٹ سے بھی زیادہ بلند تھی۔اس کے پیر ہوا میں معلق تھے۔اسے دیکھ کر مجھے لگا کہ وہ پانی پر تیرتی ہوئی آ رہی ہے۔ پھر اچانک وہ کچھ فاصلے پر رک گئی۔نفرت سے اس کا چہرہ بگڑنا شروع ہو گیا۔

''تو نے میرا سب کچھ بگاڑ دیا، میرے محبوب کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی اسی لیے میں نے تجھے اس تصویر کی قید میں ڈال دیا مگر تیرا جسم لے کر بھی میں اپنے محبوب کو پا نہ سکی۔ وہ مارا گیا اور میں اکیلی رہ گئی، میرا خاندان مجھے چھوڑ گیا، میں کہیں کی نہ رہی، کس کے کارن ؟......تیرے.......صرف تیری وجہ سے میری زندگی تباہ ہو گئی''

''سیہان! خدا کے لیے مجھے میرا جسم واپس کر دے....میں بھی جینا چاہتی ہوں....مجھ پر رحم کر.....'' ناہید دھاڑیں مار کر رونے اور فریاد کرنے لگی۔

سیہان نے پھر بھیانک قہقہہ لگایا۔

''تجھے تیرا جسم واپس کر دوں تو میں کہاں جاؤں؟؟؟.....میں نے تیرے جسم میں ہمیشہ کے لیے بسیرا کیا تھا صرف اپنے محبوب کے لیے.....وہ تو چلا گیا مگر میں تیرا جسم چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔اگر میں اس قلبوت سے باہر آئی تو جل کر راکھ ہو جاؤں گی....تجھے ہمیشہ اسی قید میں رہنا پڑے گا'' اس نے نفرت سے کہا۔

''سیہان! جس کے لیے تو نے یہ سب کچھ کیا، وہ تو مر چکا ہے....مگر میں

ابھی باقی ہوں جو اس تصویر کو اٹھائے تیرے سامنے کھڑا ہوں'' میرے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ میں نے چیخ کر اسے مخاطب کیا۔

سیہان کی نظریں میری طرف اٹھیں اور میرے وجود میں اتر گئیں.....بے حد خوفناک نظریں تھیں....اس کی طرف دیکھنا بڑے دل گردے کی بات تھی۔

''تو کون ہے؟؟؟''

''یہ میری محبت ہے....جب سے تو نے اسے قید کیا ہے اس وقت سے یہ میرے گھر میں ہے اور جس آدمی کو تو نے دیوار پر دے مارا ہے، اسے یہ نہیں، میں لایا ہوں.....میں ناہید کے جسم کو تجھ سے واپس لینے آیا ہوں.....سیہان! تو نے بھی محبت کی ہے شاید تجھے اس درد کی شدت کا اندازہ ہے اس لیے میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ ناہید مجھے واپس کر دے....ایک بار پہلے بھی تو اس کی زندگی میں بربادی لا چکی ہے.........خدارا دوبارہ ایسا مت کر۔ کچھ تو رحم کر ہم پر'' شدت جذبات سے میرا گلا رندھ گیا۔

وہ چہرے پر عجیب سے تاثرات لیے میرے قریب آ گئی....بے حد قریب.. میرے روئیں روئیں میں خوف کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا.....اس کی جلتی ہوئی سانس میرے ماتھے کو جھلسا رہی تھی۔

''تو تجھے اس سے محبت ہو گئی ہے اور اس چکر میں تو اسے اس کا جسم واپس دلانا چاہتا ہے....واہ حیرت ہے تم آدم زادوں پر بھی.....محبت میں اندھے ہو جاتے ہو، مرنے مارنے پر تل جاتے ہو....انسانوں اور جنات میں بس یہی ایک فطرت میں نے دیکھی ہے، جو مشترک ہے.........اچھا اگر میں اس کا جسم واپس

نہ کروں تو؟؟؟....تو کیا کرلے گا میرا؟....'' اس نے آنکھیں سکیڑ کر مجھے دیکھا۔

''خود مر جاؤں گا یا تجھے مار دوں گا....'' میں بھی بپھر گیا۔

''ہا...ہاہا.. ہاہا....ارے پاگل! میں لعان قبیلے کی ہوں ....خود کو دیکھ اور پھر مجھے دیکھ....سات جنم بھی لے لیں تو مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے تیرے جیسے آدم زاد....تو نے اس کا انجام دیکھا'' اس نے غاطب اسرار کی طرف اشارہ کیا۔

''اتنا بڑا.....اتنی عزت والا آدم زاد اپنے تمام علم کو سینے سے لگائے زمین چاٹ رہا ہے....تیری اوقات کیا ہے....'' پھر وہ ناہید کی تصویر پر جھک گئی۔

یہی وہ لمحہ تھا جب میں نے غاطب اسرار کو حرکت میں آتے دیکھا...شاید دیوار سے ٹکرانے کے بعد وہ بے ہوش ہو گئے تھے.....گردن گھما کر انھوں نے میری طرف دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کا حکم دیا....میں نے فوراً اسیہان کو دیکھا جو ناہید کی تصویر پر جھکی ہوئی تھی۔

''تو یہ ہے تیرا نیا محبوب.....اگر میں اسے مار ڈالوں، اسے بھی تجھ سے چھین لوں تو کیا کرے گی تو.....''

ناہید کی سسکیاں تیز ہو گئیں۔

''خدا کے لیے ایسا مت کرنا.....مجھے منظور ہے.....مجھے سدا اس تصویر میں قید رہنا منظور ہے پر تو اسے بخش دے.....ہم پھر کبھی تجھے تنگ نہیں کریں گے مگر اسے کچھ مت کہنا....'' وہ سیہان کی منتیں کرنے لگی۔

میری نظروں نے پھر غاطب صاحب کو دیکھا....انھوں نے آہستہ سے اپنے بیگ کی طرف لیٹے لیٹے ہاتھ بڑھایا، بیگ بھی ان کے قریب ہی گرا ہوا

تھا....اسے کھینچ کرانھوں نے وہی شیشی نکالی جس سے اپنی انگلیاں تر کی تھیں..... مجھے اپنی طرف دیکھتا پا کرانھوں نے اشارے سے مجھے ورد کرنے کو کہا اور شیشی کھول کراپنے دائیں ہاتھ میں پکڑلی....ان کے سر سے خون بہہ رہا تھا...

جیسے ہی میں نے آیت الکرسی کی پہلی آیت پڑھی، سیہان نے تڑپ کر قہر سے میری طرف دیکھا۔

''ناہید!.....اس بیچارے کوبھی مرنا ہی پڑے گا''

وہ میرے سامنے ایستادہ ہوگئی اوراس کے بال پھر پہلے کی طرح ہوا میں سیدھے معلق ہو گئے ....موت سامنے تھی ....میرے منہ سے آیت الکرسی کا ورد تیزی سے جاری تھا..... یکا یک وہ میری طرف لپکی اور مجھے اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ وہ گرفت انسانی نہیں تھی، جناتی تھی.....مجھے لگا کہ میرا وجود کسی لوہے کے شکنجے میں کستا جارہا ہے، ایسا محسوس ہوا کہ بس ابھی دم گھٹ جائے گا.....ناہید کی چیخیں میرے کانوں میں آرہی تھیں....اچانک میں نے ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ غاطب اسرارلڑکھڑاتے ہوئے اٹھے اور چشمِ زدن میں وہ شیشی سیہان کے سر پرالٹ دی۔اس کے بالوں سے ملگجے رنگ کا دھواں نکلنا شروع ہوگیا..... دوسرے ہی لمحے اس کی گرفت ڈھیلی ہوگئی اور میں زمین پر ڈھے گیا۔ مجھے ایسے لگا کہ میں موت سے گلے مل کر آرہا ہوں.....

سیہان کی حالت بہت تیزی سے غیر ہورہی تھی۔ دھواں اس کے بالوں سے ہوتے ہوئے پورے جسم پر پھیل چکا تھا ..... یقیناً وہ جل رہی تھی دھیرے دھیرے.....میں.دیوار کا سہارا لے کر اٹھا تو سب سے پہلے میری نظر اس کے

چہرے پر پڑی......اذیت کی انتہا سے سیہان کا چہرہ مسخ ہو رہا تھا۔ وہ درد سے چلا رہی تھی.....مجھے لگا کہ میں پھر ناکام ہو گیا ہوں......ناہید کا جسم میرے سامنے جل رہا تھا....میں نے غم کے مارے دیوار سے سر لگا دیا.....اتنی دیر میں غاطب صاحب نے لپک کے ناہید کی تصویر اٹھائی اور سیہان کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

''بول....سودا کر لے ابھی اسی وقت.....ورنہ کچھ ہی دیر میں تو اور تیرا جسم جل کر راکھ ہو جائے گا.....تو اچھی طرح جانتی ہے کہ میں نے جو سیال تجھ پر چھڑک دیا ہے وہ اس جسم کو پگھلا کر رکھ دے گا.....ہم اس لڑکی کا جسم واپس لینا چاہتے ہیں لیکن تیرے پاؤں پڑنے سے بھی تجھے ہم پر ترس نہ آیا اس لیے میں نے آخری داؤ کھیل دیا ہے اگر اب بھی تو اس کا جسم چھوڑنے پر رضامند نہیں تو اڑی رہ اپنی ضد پر....ہم سب صبر کر لیں گے۔ اسے اللہ کی رضا سمجھیں گے مگر تو ماری جائے گی..... ہاں اگر تو اس لڑکی کا جسم چھوڑ دے گی تو میں تجھے زندہ رکھنے کی ایک راہ نکال سکتا ہوں...بول قبول ہے؟؟؟''

غاطب اسرار کے لہجے میں شرارے تھے۔ انسان اپنی مخالف قوت کے سامنے پوری طاقت سے ڈٹ گیا تھا....اس لیے شاندار نظر آ رہا تھا.....پھر اللہ نے میری، ناہید کی، ہم سب کی سن لی۔

سیہان نے ہتھیار ڈال دیے.....اس کے پاس مہلت بہت کم تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ فیصلہ کرنے میں دیر ہوئی تو اس کی جان چلی جائے گی....غاطب اسرار نے انتہائی خطرناک چال چلی تھی۔ انھوں نے ناہید کا جسم بھی داؤ پر لگا دیا تھا...... سیہان کے پاس بس یہی ایک شے باقی تھی، جب اس نے دیکھا کہ ہم ناہید کا

جسم بھی گنوانے کو تیار ہیں تو اس کا دماغ ٹھکانے آ گیا۔

''جو کہو گے منظور ہے.....مجھے بچالو.....میں مرنا نہیں چاہتی۔ جیسا تم کہو گے میں ویسا ہی کروں گی'' اس نے پھر التجائیں شروع کر دیں، اب کے اس کی آواز میں بہت درد تھا یقیناً سیہان بہت اذیت میں تھی۔

''ٹھیک ہے...تو ناہید کو اس تصویر سے نکال کر خود اس قید میں آ جا.....بس یہی ایک واحد راستہ ہے۔ جلدی کر ورنہ تو ماری جائے گی''

اس نے تڑپتے ہوئے ناہید کی تصویر کو دیکھا اور پھر غاطب اسرار کو دیکھ کر اذیت سے کراہی۔

''میرے باپ نے مجھے سمجھایا تھا کہ بے وقوفی مت کر، ہم جنات انسانوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے نہ وہ ہمارا ساتھ قبول ہی کرتے ہیں مگر میں محبت کے ہاتھوں مجبور ہو گئی.....میں جانتی تھی کہ آدم زاد بے حد شاطر ہے، ہم سے کہیں زیادہ عقل رکھتا ہے مگر پھر بھی مجھ سے غلطی ہو گئی.....تم لوگوں نے مجھے دھوکے سے گھیر لیا ورنہ میں انسانوں کے قابو میں ہرگز آنے والی نہ تھی''

اچانک سیہان کے کپڑوں نے آگ پکڑ لی.....میرے سامنے ناہید کا جسم جل رہا تھا اور میں بے بسی سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔

''جلد بتا کہ تجھے قبول ہے یا نہیں.....تیرے ماس کو آگ نے پکڑ لیا تو پھر تو اس تصویر میں بھی داخل نہ ہو سکے گی ..... بول کیا مرضی ہے تیری'' غاطب صاحب نے پھر سوال کیا۔

''مجھے قبول ہے.....اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا.....رکھو اس تصویر کو

میرے آگے....'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے کہ غاطب اسرار مجھے کچھ کہتے یا خود کچھ کرتے میں نے لپک کر تصویر ان کے ہاتھ سے لی اور سیہان کے سامنے جا کھڑا ہوا.....اس نے بے تابی سے بڑھ کر تصویر پر اپنے جلتے ہوئے ہاتھ رکھ دیے۔ میں تصویر کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا....دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ تصویر نہایت سرعت سے سرد پڑتی جا رہی ہے۔

''تصویر چھوڑ دو عامر!......سیہان اس میں داخل ہو رہی ہے۔ پیچھے ہٹ جاؤ....'' غاطب اسرار نے اچانک مجھے آواز دی۔ میں نے گھبرا کر تصویر سے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی تو دیکھا کہ میرے ہاتھ فریم کے ساتھ چپک کر رہ گئے تھے۔ میں نے مدد طلب نظروں سے غاطب صاحب کو دیکھا۔

''آیت الکرسی پڑھو....فوراً....'' انھوں نے چلا کر کہا۔

آیت الکرسی کا ورد شروع کرتے ہی میرے ہاتھ فریم سے علیحدہ ہو گئے.... سیہان پر لرزہ طاری تھا اور ناہید کا جسم نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ وہ یقیناً اس کا جسم چھوڑ کر تصویر میں قید ہو رہی تھی.....اس سارے عمل میں ناہید کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی....

پھر اچانک سب کچھ جیسے ٹھیک ہو گیا۔ کمرے میں چھایا دھواں اچانک غائب ہو گیا اور ناہید کا جسم دھڑام سے فرش پر گر گیا۔

''اسے اٹھا کر بستر پر لٹاؤ....'' غاطب صاحب تصویر کی طرف لپکتے ہوئے بولے۔

میں نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کر آرام سے بستر پر لٹا دیا....ابھی کچھ

دیر پہلے میں انھی بازوؤں کے حلقے میں کسا ہوا دم توڑ رہا تھا....واقعات بے حد تیزی سے اپنی جگہ بدلتے جا رہے تھے......اسے بستر پر لٹا کر میں نے غاطب صاحب کو دیکھا۔ان کے سفید کپڑے خون سے پوری طرح بھیگ چکے تھے مگر وہ اس سے بے نیاز ہو کر تصویر پر سرخ کپڑا لپیٹنے میں مصروف تھے.....میں خاموشی سے ناہید کو دیکھنے لگا...ایسے لگتا تھا جیسے کوئی پری گہری نیند سو رہی ہے....آنکھوں کے گرد حلقے پڑ چکے تھے اور ہونٹ خشک تھے....مجھے اب بھی شک تھا کہ شاید ناہید ابھی تک تصویر میں قید ہے اور یہ جن زادی کوئی ڈراما کر رہی ہے....عجیب بات تھی کہ اب اس کے جسم پر جلنے کے نشان بھی معدوم ہو چکے تھے۔

تصویر کو باندھ کر غاطب صاحب میرے پاس آ گئے اور مجھے گلے سے لگا لیا۔

''مبارک ہو.....میرے مولا نے کرم کر دیا، ناہید کو اس کا جسم واپس مل گیا''

میں بس یہی سننے کو بے تاب کھڑا تھا....میں نے دوبارہ ناہید کو دیکھا..... ہاں وہ میری ناہید ہی تو تھی، معجزہ ہو چکا تھا....اس بار مجھے ناکامی نہیں ہوئی تھی۔

''فکر نہ کرو....تھوڑی دیر میں اسے ہوش آ جائے گا'' انھوں نے غفور صاحب کا نمبر ملاتے ہوئے مجھے تسلی دی۔

غفور صاحب ساتھ والے گھر میں چلے گئے تھے،فون ملتے ہی دوڑے چلے آئے۔

''ارے.....یہ کیا ہو گیا.....آپ کا تو خون بہہ رہا ہے۔ٹھہریے میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں'' وہ پریشان ہو گئے۔

''نہیں رہنے دیجیے۔میں ٹھیک ہوں''

''بھئی کیسے رہنے دوں اور یہ ساتھ میں تو کلینک ہے...ابھی لاتا ہوں ڈاکٹر

کو بس ایک منٹ میں'' وہ بھاگم بھاگ گھر سے نکل گئے۔ راحیل کی والدہ بھی دروازے سے لگی حیران پریشان ہمیں دیکھ رہی تھیں۔

پٹی کرواتے ہوئے غاطب صاحب نے غفور صاحب کو اشارہ کیا کہ کام ہو گیا ہے۔

''مبارک ہو غفور بھائی!.... بات بن گئی''

ان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا.... شکر ہے اللہ کا...... وہ یہ خبر سنانے راحیل کی والدہ کے پاس چلے گئے۔

ڈاکٹر بیچارا حیران پریشان ہونق بنا مرہم پٹی کر کے فارغ ہوا تو رہ نہ سکا۔

''جناب! یہ چوٹ کیسے لگی ؟؟؟''

''جیسے لگتی ہے ویسے ہی لگی ہے بھائی صاحب!!!'' غاطب صاحب مسکرائے۔

''میں سمجھا نہیں...'' ڈاکٹر کا منہ حیرت کے مارے کھل گیا۔

''ارے آیئے ڈاکٹر صاحب! میں آپ کو سمجھاتا ہوں اور کلینک پر بھی چھوڑ آتا ہوں'' غفور صاحب حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر کو نکال کر لے گئے۔

اتنی دیر میں ناہید کو ہوش آ گیا.... ہوش میں آتے ہی وہ کھانسنے لگی..... غاطب صاحب نے فوراً پانی کے گلاس پر دم کر کے اسے پینے کو دیا۔

''اسے پی لو.... طبیعت ٹھیک ہو جائے گی''

پانی پی کر اس کی طبیعت سنبھلی تو آنکھیں کھول کر اس جانِ حیات نے سب سے پہلے میری طرف دیکھا۔

''عامر!!.....''

''مبارک ہو ناہید!!....اب تم آزاد ہو......زندہ ہو...'' میں نے ہولے سے اس کا ہاتھ دبایا۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

وہ بار بار دیوانوں کی طرح میرا ہاتھ چومتی رہی اور روتی رہی.... میں بھی ضبط نہ کر سکا۔خوشی ہی ایسی ملی تھی......راحیل کے والد سے اور والدہ سے بھی اس کی ملاقات ہوئی.....عجیب سماں تھا.... ہر کوئی رو رہا تھا لیکن یہ آنسو خوشی کے آنسو تھے.....کسی کے لوٹ آنے کی خوشی.....

ناہید بہت کمزور ہو چکی تھی۔ میں نے سہارا دے کر اسے بستر سے اٹھایا اور باہر لاؤنج میں لے آیا.....غفور صاحب اور ان کی بیگم نے بھاگم بھاگ نجانے کہاں سے کھانا لا کر میز پر لگا دیا تھا....ان کا اصرار تھا کہ ہم لوگ کھانا کھائے بغیر نہ جائیں۔کھانے پر بھی یہی موضوع زیر بحث رہا۔

.....ناہید بار بار مجھے دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں سے پیار چھلکتا تھا جو صرف میرے لیے تھا۔

''ناہید! چلو گھر چلیں....'' کھانا کھا کر میں نے ناہید کا ہاتھ تھام لیا۔

''اے ہے....ایسے کیسے لے جاؤ گے ہماری بچی کو....'' راحیل کی والدہ نے پیار سے میرے سر پر تھپڑ لگایا۔غفور صاحب نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''بھئی تمھاری آنٹی ٹھیک کہتی ہیں ....شام کو ہم ناہید کو اس کے گھر لے جائیں گے اور اس کے ماں باپ کو ساری صورتحال سے آگاہ کریں گے .....وہ

بیچارے بھی دو سال سے زندہ در گور ہیں۔انھیں بھی اس خوشی میں لازماً شامل کرنا چاہیے .... باقی بیٹا! تمھیں اب فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔بس اپنے ماں باپ کو لاؤ اور ناہید کو دھوم دھام سے بیاہ کر لے جاؤ''

میں نے ناہید کی طرف دیکھا،اس کی آنکھوں میں بھی یہی بات تھی۔

''عامر! میں اپنے امی ابو سے تو مل لوں پلیز...'' اس نے میری طرف پیار سے دیکھا۔

''او کے ٹھیک ہے ....'' میں نے اپنا موبائل اس کے ہاتھ میں تھما دیا ''اسے اپنے پاس رکھو، میں نیا نمبر لے لوں گا۔تم سے رابطہ بے حد ضروری ہے''

غاطب صاحب نے مجھے فلیٹ کے سامنے اتارا تو میں نے کہا'' سرکار چائے کا ایک کپ تو پی لیجیے''

''نہیں عامر!..... مجھے بہت جلدی ہے۔تم تو جانتے ہو کہ میرے ہاتھ کتنا بڑا خزانہ لگا ہے۔ٹھیک دو دن کے اندر اندر میں چائنا چلا جاؤں گا سیہان کی تصویر لے کر..... تمھاری تلاش تو بخیر و خوبی اپنے انجام کو پہنچ چکی مگر میرا سفر ابھی جاری ہے..... بات کو سمجھنے کی کوشش کرو'' میں نے سر جھکا لیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکے گی'' میں نے کہا تو وہ مسکرا دیے۔

''جتنی ہو گئی اتنی ہی کافی ہے۔بس اب سب کچھ بھول کر نئی زندگی شروع کرو۔تم بہت بہادر لڑکے ہو مجھے تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی''

''سرکار! مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا'' میں نے عقیدت سے ان کے ہاتھ

کا بوسہ لیا۔

''ہاں ہاں.... کیوں نہیں ...'' انھوں نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ بیان کرنا غیر ضروری ہے.... قصہ مختصر یہ کہ ٹھیک ایک مہینے میں ناہید میری دلہن بن کر میرے گھر میں آ گئی۔ اسی گھر میں جہاں اس کی تصویر سے میں دو سال تک باتیں کرتا رہا، وہی گھر اب اس کے وجود سے چمک اٹھا..... میری ماں کو ہمیشہ رنج رہا کہ میں نے ایک ایسی لڑکی سے شادی کی ہے جو اپنی شادی کی پہلی رات ہی بیوہ ہوگئی تھی۔

''ہائے عامر! یہ تو نے کیا کیا، ایک تو لڑکی بیوہ ہے اور وہ بھی شادی کی پہلی رات سے ہی..... توبہ توبہ.....'' اماں توبہ توبہ کرتی رہیں اور میں اپنی ضد پر اڑا رہا۔ بالآخر ماں نے بھی ہاں کر دی۔ جتنا کچھ ناہید کو تصویر سے نکالنے کے لیے میں نے کیا تھا اس کے مقابلے میں ماں کو منانا تو کوئی کام ہی نہ تھا۔

ہماری شادی کو دو ماہ ہو چکے ہیں۔ ناہید میری آئیڈیل ثابت ہوئی۔ اس نے مجھے اتنا پیار دیا کہ میں نہال ہو گیا...... واقعی اس لڑکی نے اس تصویر والی لڑکی نے مجھ سے محبت نبھانے کی انتہا کر دی..... اور ہاں شادی کے تیسرے ہفتے ہم شاہ جی سے ملنے فیصل آباد گئے۔ ماں جی اور شاہ جی دونوں ہمیں دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے اور دعاؤں سے ہمارا دامن بھر دیا۔

میرے تمام دوست اس شادی پر حیران ہیں..... خاص طور پر توقیر بھٹی تو مجھے اکثر گالیاں بکتا ہے کہ میں نے شادی سے پہلے انھیں بھابھی سے نہیں ملوایا.........

میں مسکرا کر خاموش ہو جاتا ہوں......کیسے ملوا سکتا تھا؟......صرف خرم اس راز سے واقف ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ بات کبھی ہم کسی کو بتا نہیں پائیں گے اور بتا بھی دیں تو سمجھا نہیں پائیں گے ......کون مانے گا کہ ''تصویر بات کیا کرتی تھی''......

...... **اختتام** ......